اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ (قرآن حکیم)

ترجمہ

انہوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کر مولویوں اور پیروں کو خدا بنا لیا۔

مولوی کا غلط مذہب

علامہ المشرقیؒ

پبلشرز کا نوٹ

زیر نظر کتاب کے مقالے حیات آج تقریباً نصف صدی بعد حرف بہ حرف شائع کیے جا رہے ہیں سرخیوں میں تھوڑے سے ردّو بدل کے۔ اس میں اور کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی گئی ہر مقالہ کے آخر میں لکھنے والے کا نام اور تاریخ درج ہے۔

بے انتہا ذہنی جہالت اور پسماندگی کے حبس دور سے اس وقت پاکستان کے مسلمان گذر رہے ہیں۔ سیاہ دور ہے جو یہاں کے لوگوں کو جہالت کے بے انت اندھیروں میں دھکیل کر ماسوائے دکھی اور کمزور نحیف کرنے کے کچھ نہیں دے رہا جہالت اور پسماندگی کے بے انت اندھیروں میں ڈوبے ہوئے دکھی مسلمانوں کے لیے قرآن حکیم کی تعلیمات ہی وہ نورِ ہدایت ہے جو اس کے سب ناقابل حل مسئلوں کو یکلخت حل کر کے اسے دکھوں سے نجات، اطمینان و سکون بخش از سر نو دوام دے سکتی ہے۔

"التذکرہ"
المشرقی ہاؤس فیلدار روڈ
لاہور : فون: ۲۱۱۲۲۸

مولوی کا غلط مذہب

حضرة علامہ المشرقیؒ

بہادر یار جنگ

خان حبیب اللہ خان

مولوی شاکر اللہ

پروفیسر سیّد اللہ بخش

پیر رشید الدولہ

مرتبین :

اجی مزاجیؔ   حمید الدین

التذکرہ ◎ لاہور

نام کتاب ——— مولوی کا غلط مذہب

مصنف ——— علامہ المشرقی

مرتبین ——— اجی قراجی۔ حمید الدین

آرٹ ایڈیٹر ——— چوہدری منظور احمد

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

سن اشاعت ——— اکتوبر ۱۹۷۹ء

مطبع ——— اُردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور

قیمت ———

التذکرہ (پبلی کیشنز) المشرقی ہاؤس لاہور
۳۴، ذیلدار روڈ اچھرہ
فون ۴۱۱۲۲۸

ایک نظر میں

صفحہ

مرتبّین کا نوٹ!

مذہب کے دِن بدن بگڑتے ہوئے اور غلط تخیّل، مسلمانوں کی بے انتہا داماندگی و پسماندگی مذہب کے نام پر یہاں کے بسنے والوں کے استحصال، علمائے دین ہونے کے دعویداروں کی جاہلانہ اور منافقانہ قابلیتوں اور تعلیمات سے اسلام، قرآن اور مسلمان کو نجات دلانے کے لئے ایک عرصہ سے اس صحتمند، جامع، نفع بخش پیغام کی اشاعت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تا کہ یہاں کے لوگوں کے دلوں میں ان رویوں یعنی اسلام اور قرآن کی غلط اور بگڑی ہوئی تفسیروں اور تشریحوں سے کلام خدا کے خلاف جو ایک نا محسوس عدم یقین نہیں بلکہ نفرت پیدا ہو گئی ہے کے موذی اثرات کو قرآن سے پردے ہٹا کر زائل اور دین کے متعلق جاہلانہ اور منافقانہ خیالات و نظریات کو متزلزل کر کے ان کے یقین و اعتماد کو بحال کیا جائے۔

ادارہ کی یہ پہلی کتاب ہے۔ ادارہ کے سامنے اس کتاب اور مصنّف کی دیگر کتابوں کو شائع کرنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کو اسلام اور قرآن کی صحیح روح رواں سے آگاہ کر کے عہدِ رفتہ کی بازیابی پر ابھارا جائے۔

مولوی کا غلط مذہب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ نام خاصا چونکا دینے والا ہے

حضرت علّامہ المشرقیؒ

M A (Pun 1906), M A (Cantab), B.Sc., B.I., B.O.I., FRSA (since 1923), F.G.S (Paris), F.S.A (Paris), F.Ph.I., I.L.S (resigned 1930), Wrangler, Foundation Scholar, Bachelor Scholar, (Chem's), Tour (Class I, etc.) Tripos, Broke records of Punjab and Cambridge Universities, Principal, Islamia College, Central Training College, First Under Secretary to the Government of India, Education, (1914), Offered Premiership of a State (1917), Ambassadorship (1920), Knighthood (1921), Member, Delhi University Board, Pres., Mathematical Society, Author, TAZKIRAH Chief Delegate Motamer—Khilafat (Cairo) (1926), Founder, Khaksar Movement (1930), Delegate, Palestine World Conference, President World Faiths Conference (1937), Member, International Congress of Orientalists (Leiden) (1931), Founder, Islam League, Author, HADITHUL-QURAN (1951), Gold Medalist (1930), World Society of Islam (Note pre-war recipients Mustapha Kamal, the Turkish President and Reza Shah Pehlavi the Iranian President) etc

کی

معرکۃ الآرا تصنیف

مولوی کا غلط مذہب

کی یہ اشاعت ایک جہاد کا سا نصب العین رکھتی ہے کہ ان مولویوں کا جن کی داڑھیاں گز گز بھر لمبی اور اعمالنامے روزِ حشر کی طرح مانند سیاہ ہیں کی جاہلانہ اور منافقانہ تعلیمات، جنہوں نے آج اسلام کو خود بخود مٹنے کے مدارج پر لا کھڑا کیا ہے کے بخیئے ادھیڑ کر مسلمانانِ عالم کو اسلام کی اصل ہیئت و ہیبت سے آگاہ کیا جائے۔ اور ان منافقوں کے جبّے اتار کر قوم کو دکھایا جائے کہ ان کے پیچھے کیا کیا سانپ اور بچھو بیٹھے انہیں ڈ ھنگ رہے ہیں

۸ ستمبر ۱۹۷۹ء

مرتّبین

نہ مجھے ہے فکرِ شہرت نہ غمِ وسیلہ جوئی
مَیں سچائیاں سجا کر سرِ راہ تک رہا ہوں

التذکرہ پبلیکیشنز

ہر کمزور قوم مُلا کی گرفت میں ہوتی ہے۔

آجکل کے مولوی کا
اسلام تحقیقاً غلط ہے
سرتاپا غلط ہے، سرتاسر
غلط ہے۔ مولوی کی غریبی
اس کی غریبی کیوجہ سے
کم علمی اور اس کی کم علمی
کیوجہ سے کم نگاہی اس
کو قرآن اور حدیث جیسی
عالم انگیز اور ہوش ربا
کتابوں کے مفہوم کو سمجھنے
نہیں دیتی۔

علامہ المشرقیؒ

آپ کے شہر میں!

حضرت علامہ المشرقیؒ کی یہ کتاب اور دیگر معرکتہ الآراء تصانیف ہمارے ان ہول سیل ایجنٹوں کے ہاں مل سکتی ہیں۔

(۱) پنجاب بک ہاؤس - اُردو بازار کراچی فون ۲۱۲۴۴۵
(۲) ایس ایم میر ۴۰ چارٹرڈ بنک چیمبرز تالپور روڈ کراچی " ۲۳۷۶۲۱
(۳) اقبال بک ہاؤس ٹرام جنکشن صدر کراچی " ۷۷۱۵۷
(۴) خورشید پبلشرز - ۵ - ۲۲ بلاک نمبر۲ پی آئی سی ایچ سوسائٹی کراچی " ۴۳۴۹۸۵
(۵) مکتبہ جدید - چوک انار کلی لاہور " ۵۶۶۰۶
(۶) کلاسیک ۴۲ - دی مال لاہور " ۶۱۸۳۰
(۷) فیروز سنز ۶۰ - شاہراہ قائداعظم لاہور " ۶۲۹۳۴۰
(۸) مکتبہ چراغ اسلام ۴۰ - بی اردو بازار لاہور۔
(۹) آبپارہ اکیڈمی - ذوالقرنین چیمبرز چوک اردو بازار لاہور
(۱۰) یونیورسٹی بک ایجنسی - خیبر بازار پشاور فون ۷۲۵۳۴
(۱۱) لندن بک کمپنی - ارباب روڈ پشاور چھاؤنی " ۷۲۷۲۲
(۱۲) ویری ناگ بکسیلرز، میرپور آزاد کشمیر
(۱۳) شاہد اسٹیشنرز - علامہ اقبال روڈ، چوک کچہری میرپور آزاد کشمیر فون : ۲۹
(۱۴) کارواں بک سنٹر شاپنگ سنٹر نزد ملتان کینٹ ملتان " ۷۵۷۱۴
(۱۵) خورشید لائبریری - پہلی منزل مہران مرکز گھنٹہ گھر سکھر " ۳۸۱۳
(۱۶) علمی کتاب گھر - ھالا سندھ

خصوصی نقطہ: کوشش یہ کریں کہ حضرت علامہ المشرقیؒ کی تمام تصانیف اپنے کسی قریبی بک سٹال سے ہی حاصل کریں۔ (ادارہ)

مسلمانو! لاہور کا یہ عظیم الشان کیمپ جو خاکسار تحریک کے ایک عُمر رسیدہ اور کمزور مگر بے حد مخلص اور فعّال سردار سالارِ مندوب حکیم میراں بخش کے سعی دعمل کا ایک شاندار مظاہرہ ہے اپنی نوعیّت میں تحریک کی تاریخ میں ایک بیمثال کیمپ ہے۔ اس نیک منش سردار نے اخلاص اور استقلال کے کوہ پاش ہتھیاروں سے خس وخاشاک اور راکھ کے ایک بڑے ڈھیر میں سے یہ عمارت کھڑی کی ہے، بے حسّی اور جمود، رنج وحسد، نامردی اور نامرادی، شیطنت اور بدکاری، فسق وفجور کے ایک ناپیداکنار ماحول میں سے سعی وعمل، بیداری اور زندگی، ہوش و عقل کا وُہ ہوشربا سماں باندھا ہے کہ آنکھ اُس کو دیکھ کر مَست ہے۔

مسلمانو! تم لاہور کو پنجاب کا ایک طرح سے ہندستان کا مرکز سمجھ کر

خوش ہو، خوش ہو کہ مغربی کلچر اور مشرقی ادب یعنی تہذیب اور تمدن کی اکثر شعاعیں یہیں سے پھیل رہی ہیں، خوش ہو کہ جو نئی شے اُٹھتی ہے لاہور اور لاہور کے پنجاب سے اُٹھتی ہے، مطمئن ہو کہ خاکسار تحریک کا مرکز بھی یہی بڑا شہر ہے، تحریک کے خوشنما پودے کو پانی یہیں سے دیا جا رہا ہے۔ جس خاکسار سپاہی کو دیکھو اُس کی نظر لاہور کی طرف ہے، مگر کیا تم نے اس مصنوعی مستی اور خوشی میں کبھی اسباب کی طرف نظر کی ہے کہ یہ شہر تمہارے پنجاب کی صدہا سالوں کی اسلامی اور قومی، اجتماعی اور عصبی روایات کا مقبرہ بن چکا ہے، تمام ذہنی اور اخلاقی موتیں سب کی سب اسی مرکز سے نکل رہی ہیں۔ ہمت اور عمل کی سب پستیاں اسی نقطہ پر آکر ختم ہوتی ہیں، سب ظلمتوں اور اندھیروں کا سرچشمہ یہی سیاہ نقطہ ہے، کیا یہ درست نہیں کہ مسلمان کی پچھلی ڈیڑھ سو برس کی دینی اور مذہبی موت کا سامان اسی دار الخلافہ سے پیدا ہوا؟ یہ حقیقت نہیں کہ دشمن طاقتوں کی تمام تر نگاہیں اسی شہر کے باشندوں کی قوتوں کو بکھیرنے میں مصروف ہیں؟ فرقہ بندی، ذاتیات، کینہ، حسد کمینہ پن، بد دیانتی، جھوٹ، ریا، خوشامد، قوم فروشی، اسلام کشی، الغرض سرزمین ہند میں مکارمِ اخلاق کا بڑا الحدستان لاہور ہے۔ حکومت کی حکمتِ عملی نے یہاں قومی غیرت اور وجدان کے حس کو اس قدر بیخ و بنیاد سے فنا کر دیا ہے کہ اب اُسے پنجاب بلکہ ہندوستان پر حکومت کرنے کی فکر باقی نہیں رہی۔ مجھے خاکسار تحریک کا مرکز لاہور اس لئے بنانا پڑا کہ بدگمان اور ہوشمند حکومت کی نگاہیں سب شہروں کے علاقوں سے کم لاہور پر ہیں، حکومت مطمئن ہے کہ لاہور کا دم غنیمت

ہے، جب تک لاہور سلامت ہے ہندوستان میں کچھ ہونا محال ہے۔ ۱۹۲۸ء میں کانگریس نے بدشگونی سے "آزادی کا عَلم لاہور میں لہرایا اور یہی لاہور کی بے حسّی کانگریس اور کانگریس کے رہنما کی موت کا باعث ہوئی!

لیکن خاکسار تحریک کا اندازِ عمل اَور ہے۔ خاکسار تحریک ہندوستان کے طول و عرض میں اس لئے نہیں پھیلتی کہ لاہور اُس کا مرکز ہے۔ وُہ اس لئے پھیل رہی ہے کہ خاکسار تحریک کو فی الحقیقت کسی جغرافیائی مرکز کی ضرورت نہیں۔ تحریک کا مرکز خُدا اور قرآن ہے، اس لئے خدا پر نظر رکھنے کے لئے کسی لاہور کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں پر عمدًا اس لئے بیٹھا ہوں کہ ہر حقیقت کو فتح مند کرنے کے لئے مکّے کے کُفر کی ضَرورت ہے اور مکّہ والا کفر لاہور میں ضَرورت سے زیادہ ہے! یہاں ہر شخص مادر پدر آزاد ہے، کسی کے ناک میں ادنیٰ سی نکیل نہیں، سب شُترِ بے مہار کی طرح مُنہ اُٹھائے جدھر چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور ہر شخص خوبی اس میں دیکھتا ہے کہ وہ کسی نوع کا سردار بنے، خود پابند نہ ہو اور باقی سب اُس کے تابع فرمان ہوں۔ لیڈری صحافت، ادب، شاعری، بدکاری، نااتفاقی، نفاق، مالِ قوم کا کھانا، حرامخوری، الغرض تمام زمانہ جاہلیّت کی برائیوں کا سردار یہ شہر ہے اور یہیں سے یہ برائیاں بہ حصۂ رسدی اَور شہروں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ خاکسار تحریک کی خوبی اس میں ہے کہ اسی کفر گڑھ سے رُشد و ہدایت کی آواز اُٹھے اور سب ہندوستان پر چھا جائے۔

ایسے بُرے ماحول میں جیسا کہ یہ شہر ہے لازم ہے کہ تحریک کے سردار

بھی بڑے پیدا ہوئے ہوں - اس خصوصیت کا تلخ تجربہ پچھلے چار سال میں ہُوا ہے - ایک **دیانتدار**، تجربہ کار، معاملہ فہم، اسلام دوست، مذہب شناس، باعلم سردار اب تک پیدا نہیں ہوا جو لاہور کو خوبی سے سنبھال سکے - حکیم میراں بخش سالارِ مندوب لاہور نے پچھلے چار سال میں پہلی دفعہ تحریک کو ساٹھ برس کی عمر میں اپنے ناتواں مگر مستقل مزاج اور بُردبار کندھوں پر اٹھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اس کفرستانِ ہند میں حضرت ابوبکرؓ اور عثمانؓ کی خصلتوں کے انسان موجود ہیں -

چار سال سے یہ مخلص حکیم اسی دُھن میں لگا ہے، اپنی کمزور مگر پُردرد آواز برابر اُٹھا رہا ہے، کوئی سُنے یا نہ سُنے یہ کہہ رہا ہے، اس آواز کا اثر اب ظاہر ہوا ہے، حکیم کی آواز سب پہلے نوجوان صورت سرداروں کی آواز سے زیادہ مؤثر ثابت ہو رہی ہے - علم میرے نزدیک کتابوں کے پڑھنے اور امتحانوں میں شامل ہونے سے پیدا نہیں ہوتا، علم وہ یقین و ایمان کا مرتبہ ہے جو آنکھوں کے براہ راست دیکھنے، کانوں کے براہِ راست سُننے اور قلبِ سلیم کی بلا واسطہ فہم و فراست سے پیدا ہوا ہو، گوشِ وا اور دیدۂ بینا والا شخص ہی صحیح معنوں میں عالم ہے - باقی از رُوئے قرآن اپنی "پیٹھ پر کتابیں لادنے والے گدھے" ہیں، علم کی یہ قرآنی تعریف آج خاکسار تحریک کے عملی میدان میں اس قدر صحیح اور تیر بہدف ثابت ہوئی ہے کہ بڑے بڑے تعلیمیافتہ نوجوان اور خوبصورت گدھے اس تحریک میں آئے اور دُم دبا کر بھاگ گئے، کسی ایک شخص کو اپنے "علم" کے اندھیرے سے متاثر نہ کر سکے، لاہور میں کم از کم دس بی - اے - ایم - اے یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ کوٹ

پتلون والے ہیٹ پوش جنٹلمینوں نے تحریک کو سنبھالنے کی کوشش کی، اپنے ناکارہ پن کا اثر میرے سیدھے سادے اور نتائج کا حساب لینے والے دماغ پر ڈالنے کی سعی بڑی چرب زبانی اور لفاظی سے کرتے رہے ۔ لاہور سے باہر بھی دُور دُور یہی حال رہا، سعی و عمل کا میدان بالآخر اگر مارا تو انہی مغربی تعلیم سے کم متاثر لوگوں نے جو بعض اوقات لکھنا پڑھنا بھی نہ جانتے تھے ۔ مگر صحیح معنوں میں عالم تھے، صحیح معنوں میں ہوش و شعور کے مالک تھے، میرے نزدیک مولوی کو عربی کی صرف و نحو زیادہ پڑھا دو تو وہ بے علم ہو جاتا ہے ۔ اُسی وقت اُس کے سینے سے قرآنی علم کا نور یکسر مفقود ہو جاتا ہے، بے عملی اور بے حِسّی تکبّر اور حسد، بد دیانتی اور دین فروشی، نکتہ چینی اور ہمہ دانی اُس کا شعار بن جاتے ہیں، اسی نقطۂ نظر سے دُنیا کا رہبرِ اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمّی تھا اور اُس کے اُمّی ہونے کا فخر خود خُدا اور اُمّت کو ہے ۔ ہر لیڈر کے لئے کسی نہ کسی معنوں میں اُمّی ہونا ضروری ہے، وہی لیڈر کامیاب اور باثر ہے جو اپنے کتابی اور سطحی علم کو بے ضرورت استعمال نہیں کرتا، اپنے اکتسابی علم کی ڈینگ نہیں مارتا، حسِ مشترک (یعنی کامن سنیس) سے بڑا کام لیتا ہے، اگر بہت پڑھا ہُوا ہے تو اَن پڑھ اور انجان بن کر حقیقت کی تہ تک پہنچتا ہے، معاملات کو سیدھی سادی نظر سے دیکھتا ہے، بال کی کھال نہیں اُتارتا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں خاکسار تحریک جہاں جہاں کامیابی سے چل رہی ہے انہی اُمّی اور ہوشمند، ذی علم اور صاحبِ فراست لوگوں کے اثر سے چل رہی ہے ۔ حدیث شریف میں مخالفِ اسلام کو کہا ہے کہ "مومن کی فراست سے بچتے رہو"، مسلمان کی

فراست کسی زمانے میں یہ تھی کہ وُہ کسی کالج یا یونیورسٹی میں پڑھے بغیر دُنیا پر حکومت کرنے کا اہل تھا، آنکھ، کان اور ذہن سے ہی معاملات کو اس قدر جانچتا تھا کہ اُس کو کتابی علم کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس علم و عمل **انبیاء کے علم و عمل** کا سا اثر تھا، یہی وجہ تھی کہ حدیث میں اُمّت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے تشبیہ دی ہے نبیوں نے اپنی اُمتوں کی قسمتیں بدل دی تھیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں لکھا ہے کہ علم کی طلب کے لئے اگر چین تک جانا پڑے تو جاؤ۔ یہ کیوں نہ لکھا کہ چین سے کتابیں منگوا لو۔ مقصود یہ تھا کہ علم کان، آنکھ اور ذہن کے براہ راست استعمال سے حاصل ہوتا ہے، مسلمان دُنیا کا سفر کرتا رہے گا تو سب کچھ آنکھ سے دیکھے گا، کان سے سُنے گا، چین تک پہنچ کر خود بخود اُس کی نظر وسیع ہو جائے گی۔ قرآن میں خدا نے سیر و سیاحت کرنے والوں کو ایمان والوں کی فہرست میں داخل کیا ہے، علم والوں کا درجہ جنّت لکھا ہے۔ حدیث میں اُمّی نبی کے عالم اُمتیوں کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل کہا ہے۔ بعض مسلمانوں کا اجتہاد ہے کہ رسولِ خُدا صلعم کو علم کا معراج اسی مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر و سیاحت کے ضمن میں حاصل ہوا تھا، اسی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں اُن کو خُدا کی "آیتیں" دکھلا دی گئی تھیں۔ مِنْ اٰیٰتِنَا کا سماں اُسی وقت باندھ دیا تھا۔ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی کی تصویر اُسی مشاہدے نے پیدا کر دی تھی۔ اگر آج علم ہی بی۔اے اور ایم اے پاس کرنا ہوتا تو خاکسار تحریک کے کامیاب سردار سب بی۔اے اور ایم۔اے ہوتے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی جماعت اُنہی لوگوں نے پیدا کی جن کی نظر وسیع ہے جنہیں مشکلات

کا پُورا اندازہ ہے۔ مشکلات پر قابو پانے کا صحیح تفہیم ہے، جن میں تحریک کی غرض و غایت سمجھنے کی سوچ ہے، جن میں دینِ اسلام کا سچّا اور بے لوث درد ہے، جو پبلک کی نبض خوب جانتے ہیں، جو مستقل مزاجی سے لگے ہیں، جن کو علم ہے کہ اوروں نے بویا اور ہم نے کھایا، ہم بوئیں گے اور دوسرے کھائیں گے، جن میں دُنیا کے معاملات دیکھ کر صبر و تحمّل پیدا ہو گیا ہے۔ بات بات پر بک بک کر اپنا کتابی علم ظاہر کرنے والے، سُست رفتار اور بادِ فار کارخانۂ قدرت سے قدم قدم پر اُلجھنے والے بیوقوفوں، کام نہ کرنے والے اور نتائج کی انتظار میں بے چین ہو جانے والے سفلوں اور کتابی گدھوں کو کیا خبر کہ قوم کی لیڈری کیا ہے۔ اگر کتابی کاغذی میدانوں پر نظر کے کاغذی گھوڑے دوڑا کر کوئی قوم بن سکتی ہے تو انگریز بڑا بیوقوف تھا کہ لاکھوں روپے کے کالج اور ہزاروں روپیہ ماہوار تنخواہ کے پروفیسر اس قوم کو عالِم اور بنی اسرائیل کے انبیاءؑ بنانے کیلئے تیّار کرتا! بڑا ہی بے وقوف تھا جو اپنے ہاتھوں اپنی سلطنت کی آپ خود کشی کرتا۔ خاکسار تحریک اپنے سرداروں کا امتحان لے کر پھر کئی قرنوں کے بعد ثابت کر رہی ہے کہ جاہلیّت اور جہالت دراصل کیا شے ہے۔ اور علم کس حقیقتِ کُبریٰ کا نام ہے۔

لاہور کی مشکلات کی حقیقت کھول دینے کے بعد اے مسلمانو! اس مرکزی شہر کے کیمپ میں مَیں تمہیں ایک اور تلخ حقیقت واضح کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ پانچ لفظوں کے اندر اندر تمہیں واضح کر دوں کہ خاکسار تحریک کیا ہے۔ تم ان پانچ لفظوں کو یاد کر کے روئے عالم پر پھیلا دو۔ اِن پانچ لفظوں کو زندہ باد اور مُردہ باد کی طرح اپنا تکیہ کلام

بنالو۔ اور اگر اس کے بعد کوئی تمہیں چلتے چلتے پوچھے، کہ بھائی! یہ خاکسار کیا کر رہے ہیں تو تم انکو جواب دے سکو۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اس لئے اُٹھے ہیں کہ **مولوی کا اسلام غلط ہے!** خاکسار نے خوش قسمتی سے کئی سال بعد قرآن کو خود کھولا ہے، دینی اور دُنیاوی پیشواؤں کے رنگ ڈھنگ مدت تک دیکھ کر کئی مجبوریوں کے بعد قرآن کو خود پڑھنے کا تہیہ کیا ہے، اور اسی قرآن کو براہِ راست پڑھنے کا نتیجہ خاکسار سپاہی کا وجود ہے۔ خاکسار نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سُنا ہے کہ خدا کی مسلمانوں پر بھیجی ہوئی آخری کتاب میں **آجکل کے مولوی کے بنائے ہوئے اسلام کا ایک حرف موجود نہیں**، نہ اس میں ایک مسجد کی صف کا دوسری مسجد کی صف سے مقابلہ کرنے والی نماز لکھی ہے ہاں اُس مسجد کو جہنم کے گڑھے میں پہنچانے والی مسجد لکھا ہے جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈال رہی ہو۔ اُس مسجد کو نبی کریم کے حکم سے آگ لگا دیتے کا سُنا ہے، نہ قرآن میں لکھا ہے کہ لوگو! سُنّی اور وہابی۔ شیعہ اور حنفی، اہلحدیث اور اہلقرآن بن کر ایک دوسرے کو کاٹ کھاؤ۔ نہ لکھا ہے کہ مولویوں کے گرد جمع ہو کر اُن کی دُکانداری اور روزی کو فروغ دو، نہ لکھا ہے کہ زکوٰۃ کو الگ الگ مولویوں اور فقیروں پر تقسیم کر دو، نہ لکھا ہے کہ رمضان میں غزوۂ بدر میں شامل ہونا تو الگ تمام دن "روزے کے مُنہ میں ہونے" کا ماتم کرو، نہ لکھا ہے کہ حج اُس وقت کرو جب تمام عُمر نو سو چوہے کھا کر خوب سفید ریش اور سیاہ دِل بن جاؤ، نہ لکھا [illegible] کے لئے قرآن بتلانے کی قیمت لیا کرو، نہ لکھا ہے کہ مولوی گھر گھر [illegible] ٹکڑے جمع کرتا

پھیرے ، نہ لکھا ہے کہ وہ فتوے لکھ کر اُمّت کے مسلمانوں کو کافر بنائے ، نہ لکھا ہے کہ قربانی کے دُنبوں کو خوب موٹا کرو اور میدانِ جنگ کے گھوڑوں کو ہلاک کر دو ، نہ لکھا ہے کہ قربانی کے دُنبوں پر چڑھ کر "پلصراط" پر سے (جس کی ادبی ترکیب بھی غلط ہے) گزرنا ہے ، نہ لکھا ہے کہ پگڑیاں یوں پہننی ہیں ، تہمد یوں باندھنی ہے ، مونچھیں یوں کٹوانی ہیں ، ڈاڑھی یوں درست رکھنی ہے - اگر مولوی کہتا ہے کہ مونچھیں اور ڈاڑھی حدیث شریف میں ہیں تو بھی یہ باتیں حدیث شریف کا ہزارواں بلکہ لاکھواں حصّہ ہیں۔ مسلمان اگر مسلمان ہے تو اُس کے نزدیک سب سے پہلے قرآن ہے، حدیث بعد میں آتی ہے ، جب تک ہم پہلے قرآن پر عمل نہ کریں گے ، حدیث پر کیونکر عمل ہو سکے گا ، حدیث قرآن کی تشریح ہے قرآن کا تتمّہ ہے اگر فی الحقیقت قرآن کا تتمّہ کوئی شے ہو سکتی ہے ۔ قرآن کے متعلق قرآن میں لکھا ہے کہ وہ **آسان** ہے ، حدیث کے متعلق حدیث اور صحیح حدیث میں رسُولِ خُدا صلعم کا قول درج ہے کہ " میری طرف سے سوائے قرآن کے کچھ مت لکھو کیونکہ پہلی اُمتیں لکھنے سے ہی گمراہ ہوئیں " اس حدیث شریف کا منشار کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن اس قدر کم از کم ثابت ہے کہ قرآن آسان ہے اور حدیث شریف میں مشکلات اور پیچیدگیاں ہیں - الغرض ہم آسان اور براہِ راست آسمان سے بھیجی ہوئی کتاب کو کیوں چھوڑ دیں ، کیوں نہ پہلا سبق اُسی سے لیں ، کیوں دس جماعتیں پاس کرنے سے پہلے بی اے اور ایم اے بننے کی لاحاصل کوشش کریں - جسے قرآن نہیں آتا وہ حدیث کیا سمجھے گا - جو فرقہ بندی کے جہنّم اور روزانہ سر پھٹول کی برائیوں کو نہیں سمجھا - وہ تمام مسلمانوں کی ایک قطع کی ڈاڑھی ، ایک وضع کی پوشاک ،

ایک رنگ اور ایک روغن کی عظیم الشان حکمت کیا سمجھیگا، جسے دل صاف، چہرہ فراخ، کپڑے پاک، گمان نیک رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ ہونے کا شیوہ نہیں آتا کے نزدیک دین صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے"، کیوں کہا گیا ہے کہ "یا درکھو جب شکست کھائیں گے "کافر" ہی کھائیں گے" "اسلام پر چلنے والے کبھی پیٹھ نہیں دکھا سکتے" "وہی مظفر اور وہی منصور ہیں" وہی اَعْلَوْن ہیں"، "یہ اللہ کا اٹل قانون ہے جو محمدؐ کی ولادت اور دین اسلام کے جنم سے پہلے کا ہے اور اس اٹل قانون میں آئندہ بھی کوئی تبدیلی ہرگز نہ ہوگی" ہاں اگر مولوی دُنیا میں چل پھر کر اسلام کو، قرآن کو، حدیث کو، تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کرتا تو آج وہ مسلمانوں کے سامنے اس سے بدرجہا بہتر دستور العمل پیش کرتا! مولوی قرآن بلکہ حدیث سے اس لئے بیگانہ ہے کہ قرآن کے قانون کی عظیم الشان عمارت اور حدیث کے دقیق اور باریک مسئلے اُس کی چھوٹی نظروں میں سما نہیں سکتے۔ وہ قرآن کے صرف ایک چھوٹے سے ٹکڑے کو دیکھ کر اُسی پر لٹو ہو جاتا ہے، جہاں ایک لمبی سی آیت آجاتی ہے اور اُس کے مفہوم کو اوّل سے آخر تک نباہ نہیں سکتا وہاں اُس آیت کو اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے " الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ" اور فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا" کا مصداق بنتا ہے نواندھوں کی حکایت مشہور حکایت ہے، اندھے جب تمام ہاتھی کو سر سے پاؤں تک نہ دیکھ سکے، اُس کے حصّوں کو ہاتھ سے ٹٹولنے لگے، جس کا ہاتھ جسم پر پڑا اُس نے کہا ضرور دیوار ہے، جس نے ٹانگوں پر ہاتھ مارا کہا ضرور

وہ حدیث شریف کے مطابق استنجا کے وقت ڈھیلوں کو صحیح طور پر آر پار کر کے کیا کرے گا، جسے اسلام کی ابجد نہیں آتی وہ رسولِ خدا کے منہ سے

نکلے ہوئے عظیم الشان اور دقیق المطالب آخری مسئلے اور آخری وصیتیں کیا سمجھ سکے گا، جو درختوں کو نہیں دیکھ سکتا وہ جنگل کو کیا دیکھے گا، حدیث کو قرآن سے پہلے رکھنے کی مثال گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنے کا بیہودہ عمل ہے، نہ گاڑی چلے گی، نہ گھوڑا حرکت کر سکے گا۔

الغرض آجکل کے مولوی کا اسلام تحقیقاً غلط ہے، سرتاپا غلط ہے، سرتا سر غلط ہے، مولوی کی غریبی، اُس کی غریبی کی وجہ سے کم علمی، اور اُس کی کم علمی کی وجہ سے کم نگاہی اُس کو قرآن اور حدیث جیسی عالم انگیز اور ہوشربا کتابوں کے مفہوم کو سمجھنے نہیں دیتی، وہ اگر دُنیا میں چل پھر کر دیکھتا، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر دینِ فطرت کو سمجھنے کے لئے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کا مطالعہ کرتا، خدا کی زمین پر چل کر آنکھیں کھلی اور کان کھڑے رکھتا، دیکھتا کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہے، کون کون قومیں خدا سے انعام حاصل کر رہی ہیں، کون کون اُس کے عذاب میں گراہ رہی ہیں، کس کا قرآن پر صحیح عمل ہے، کس کا قانونِ خدا سے صحیح انحراف ہے، کن معنوں میں قرآن ذکرٌ للعٰلمین ہے، کیوں اس کو ہر انسانی اُمّت کا دستور العمل کہا ہے، کیوں کہا گیا ہے کہ "اسلام کے سوا کوئی دین خدا کو منظور نہیں"، کیوں کہا گیا ہے کہ "بس اللہ ستون ہے، جس کے ہاتھ میں کان آگئے کہا ضرور پنکھا ہے۔ ایک اندھا بھی اُس کو ہاتھی نہ کہہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس بے دماغ، کے ماحول میں آج مولوی کی دی ہوئی تعلیم سب غلط ہے، اس کا بھک منگا امام ہونا غلط ہے، اُس کا حجرہ کے اندر مقید ہونا غلط ہے، اُس کا ہتھیار کے بغیر ہونا غلط ہے، اُس کا اسلام کی عسکری زندگی بھول جانا غلط ہے، اُس کا جہاد بالسیف سے بھاگنا غلط ہے، اُس کا غلبے اور حکومت کے

نصب العین سے منہ موڑنا غلط ہے، اُس کا قرآن کا محض درس دینے کی خاطر درس دینا غلط ہے، اُس کا کفار سے موالات رکھنے کی تعلیم دینا غلط ہے، اُس کا غیر مُسلم کے ہاں عزّت کی تلاش کرنا غلط ہے، اُس کی فرقہ بندی قطعًا غلط ہے، اُس کی آپس میں سر پھٹول صریحًا غلط ہے، اُس کی نماز کی فرقہ بندانہ تعلیم غلط ہے، اُس کا روزے کو صرف مقدّس سمجھ کر رکھنا اور اُس کا منتہا نہ سمجھنا غلط ہے، الغرض اُس کی نماز، اُس کا روزہ، اُس کا حج، اُس کی زکوٰۃ سب اصولاً اور معنًا غلط ہیں، وہ ان سب اینٹوں کو جوڑ کر اسلام کی عمارت تعمیر نہیں کر سکتا، اُس کا ذہن اسقدر رسا اس قدر صاحب تدبّر، اسقدر نتیجہ خیز نہیں رہا کہ وہ اسلام کے ان پانچ رکنوں کے اوپر غلبہ اور حکومت کے عظیم الشّان گنبد کی تعمیر کر سکے، اُس کو یاد نہیں رہا کہ رکنوں اور ستونوں کی تعمیر چھت ڈالنے اور عمارت کھڑی کرنے کے لئے ہُوا کرتی ہے، نرے رکنوں کا کھڑا کر دینا کچھ شے نہیں، صرف رکنوں کا کھڑا رہ جانا عمارت کی بربادی کی نشانیاں ہیں، نہ وہ رکن جن پر چھت کا بوجھ نہ پڑے کسی معنوں میں رکن کہے جا سکتے ہیں۔ حدیث نے اسلام کے پانچ رکن گِنا کر اشارہ کر دیا تھا کہ مسلمان کے دُنیا میں غلبہ اور حکومت کی بنیاد ان پانچ ستونوں پر ہے۔ مولوی کو چاہیئے تھا کہ اس انتہائی طور پر مشکل حدیث کو سمجھتا، لیکن بھوک اور ننگ میں روٹی کے سوا سُوجھتا ہی کیا ہے؟ مولوی نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمۂ شہادت، سب کو اپنی روٹی کا سامان بنا لیا، جس جس طریقے سے نماز کے ذریعے سے اُس کی روٹیاں برقرار رہ سکتی تھیں اُسی طریقے کی نماز بنائی، رمضان میں جو ممکن سامان کھانے پینے کا مل سکتا تھا دین کی آڑ میں پیدا

کر لیا، زکوٰۃ کی بیخ اکھاڑ کر اس کو اپنی نفسانی خواہشات کے ماتحت کر لیا، حج کی صورت اس قدر مسخ کر دی کہ اُس سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہو سکے اور فرقہ بندی کی راہ میں حائل نہ ہو، کلمۂ شہادت کو ایک رسمی عقیدے کی صورت دے دی کہ لوگ مولوی اور پیر کے گرد جمع رہیں اور خدا کی عملاً گواہی دینے کی مشکلات پیدا نہ ہوں - اب یہ دین اسلام کے پانچوں ستون کسی بوسیدہ عمارت کے کھنڈروں کی طرح بڑے ستون ہی ستون رہ گئے ہیں، اُن پر عمارت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا!

اِسی حساب سے کہ مولوی اور پیر، پیشہ ور امام اور مسجدی مُلّا کا اسلام غلط ہے، آجکل کے **پیشہ ور لیڈر کا اِسلام بھی غلط ہے۔**
پیشہ ور لیڈر آج بعینہٖ اور ہو بہو اپنے دینی پیشوا اور مولوی کی پیروی کر رہا ہے۔ مولوی نے اگر دین کی آڑ میں روٹیوں کا انتظام کر رکھا ہے تو وہ **قوم** کی آڑ لے کر چندہ طلب کر رہا ہے۔ مولوی اگر دینی اور مذہبی فرقہ بندی پیدا کر کے اپنے گرد روٹی دینے والوں کا ہجوم برقرار رکھ رہا ہے تو پیشہ ور لیڈر سیاسی فرقہ بندی برقرار رکھ کر چندہ دینے والوں کا ہجوم پیدا کر رہا ہے مولوی نے اگر دین اسلام کے منتہا اور سلطنت اور حکومت کے نصبُ العین کو دلوں سے محو کر دیا ہے تو پیشہ ور لیڈر بھی ہندوستان کی آزادی کے خواب کو پرِ کاہ سے زیادہ وقعت نہیں دیتا - اُس کو ہندوستان کی آزادی ایک تمسخر اور مخول سے زیادہ نظر نہیں آتی لیکن وہ قوم قوم کہہ کر آزادی کا راگ الاپنا اپنے پیٹ کے لئے نہایت مفید سمجھتا ہے۔ بہتر درجہ کے پیشہ ور لیڈر بھی اس ہولناک بد دیانتی سے خالی نہیں، کسی کونسل کی اُمیدواری

ہے، کوئی گورنری کے عہدے یا اقل قلیل وزارت کے سرِ دریں پیٹ پر ہاتھ پھیر رہا ہے، کسی کے پیشِ نظر حکومت کے ارکان سے تقرّب اور پھر کچھ ہاتھ رنگنا ہے، کوئی قوم قوم کی ادبی آواز کو سرکار کے ہاں سے خطاب حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ رہا ہے، سب لیڈر مولویوں اور پیروں کی طرح آپس میں دست و گریبان ہیں لیکن سب اس دعویٰ پر متفق ہیں کہ "دینِ اسلام" کی خدمت کر رہے ہیں۔ اب کچھ مدّت سے ایک نئے رنگ کا پیشوا آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کی صُورت میں جلوہ آرا ہے، ایک طرف سے دیکھو تو دین کا پیشوا نظر آتا ہے، قرآن حکیم کی آیتیں بڑے شدّ و مدّ سے پڑھتا ہے اور دوسری طرف سے دیکھو تو اُس کو ہندوستان کی آزادی کی دُھن لگی ہے وہ اسی دُھن کو پُورا کرنے کے لئے کونسل کی ممبری مانگتا ہے! جب پہلے پہل دُنیا میں موٹریں چلیں، حیوانات مثلاً گائے بیل گھوڑے اُن کو دیکھ کر بجا شا بھاگتے تھے، رکتے بے دھڑک بھونکتے تھے، اُن کا خیال تھا کہ یہ کوئی نئی قسم کا حیوان ہے، جس کا مُنہ گیندے کا اور گول چکر لگانے والی ٹانگیں ہیں، ان کو خوف تھا کہ یہ حیوان کہیں مضر ثابت نہ ہو۔ مسلمانوں کی قوم اس قدر ناعاقبت اندیش ہے کہ ان دوغلے لیڈروں سے اتنا بھی نہیں ڈری جتنا کہ گائے اور گھوڑے موٹروں کی آمد سے مدّت تک بھڑکتے رہے!

الغرض خاکسار تحریک کا منتہا اس امر کا پھر کئی قرنوں کے بعد اعلان کرنا ہے کہ مولوی، پیر، مُلّا، مولانا، مجدّد، میرزا، چندہ خور لیڈر، پیشہ ور رہنما سب کا **پچھلے تیرہ سو سال کا اسلام غلط ہے!** اسلام

وہی ہے۔ جو سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والسلام آسمان سے قرنِ اوّل میں لائے اور جو بَیْنَ الدَّفَّتَیْن قرآن میں حرف بحرف موجود ہے، اس اسلام میں ہر فرد کو جانی اور مالی تکلیف ہر شخص کو اپنی اغراض کا فنا کرنا اور قوم کی اغراض کو بنانا، ہر مسلمان کی بیوی، بچے، مال وجان، زر، زمین، جاہ وحشم کے بتوں سے علیٰحدگی، ترکِ وطن، ترکِ اولاد، ترکِ مال الغرض ہر وقت تکلیف ہی تکلیف ہے، اپنے آپ کو اور اپنے نفس کو دُکھ دے کر قوم کو بنانا ہے، سب سے توڑ کر خدائے واحد سے پھر رشتہ جوڑنا ہے! اس تحریک کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو داخل ہوا اُس میں فرقہ بندی نہ رہے گی کیونکہ جب غرضیں اور ذاتی فائدے نہ رہے تو کسی کو کیا غرض کہ اپنے مسلمان بھائی سے اُلجھے، جس کو رسول خدا کی رفع یدین والی ادا پسند ہے وہ رفع یدین کرے گا، جس کو آمین زور سے نہ کہنا بھلا لگتا ہے وہ زور سے نہ کہیگا، مولوی اور پیر کہتا ہے کہ جب مسلمان میں یہ اُخوّت ایثار، یہ خدمتِ خلق کر کر کے رُوحانیت، یہ آپس کا مکمل اور بیغرض اتحاد، یہ رسولِ خدا سے سچی محبت اور اُس کے حکم پر سچا عمل، یہ خدا کی راہ میں جان و مال دینا، یہ جنگی اور سپاہیانہ قابلیت، یہ قلعوں کو فتح کرنے کا زور اور ایک آواز پر سب کا تیار ہو جانا پیدا ہو گیا، جب لاکھوں مسلمان مختلف فرقوں کے معتقد ایک صف میں چست اور تیار نظر آئے تو ہمیں روٹیاں کون دے گا؟ ہمارا چودھرپن کون مانے گا؟ ہمیں فتواؤں کے لئے کون پوچھے گا؟ ابھی تو ہم آپ رب بنے بیٹھے ہیں، مرد اور عورتیں سب ہمارے پاؤں کو چومتے ہیں، ہمارے آگے سجدہ کرنا اور ہمیں مولانا (یعنی ہمارا رب) کہنا روا کر رکھا ہے، کہیں سجدۂ تحریمی ہے،

کہیں تصورِ شیخ ہے، عورتوں میں سے حسب ضرورت جو چاہیں استعمال میں لا سکتے ہیں، زمینیں اور جائدادیں ہماری ہیں۔ الغرض زن، زر، زمین وہ اللہ کے فضل "سے سب کچھ ہے لیکن جب اللہ سے مسلمانوں نے لو لگائی اور ماسوا کو چھوڑ دیا، جب بیٹے سے باپ کی محبت ہی نہ ہوئی اور تعویذ کی ضرورت باقی نہ رہی، جب کفر کے فتوے نہ رہے تو ہماری کیا گت بنے گی، ہم "کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو" کے مصداق بن جائیں گے۔ یہ عنایت اللہ المشرقی عجب آسمانی آفت اور عجب زمینی مصیبت ہے، کئی سو برس کی تکلیف کے بعد ہم نے آہستہ آہستہ کئی قرنوں میں تکلیف دِہ اسلام پر خاموشی اور حکمتِ عملی سے پردے ڈالے تھے، بڑے گول مول طریقوں اور حیلوں سے دین کو کئی صدیوں میں چھپایا تھا، بڑی مشکل کے بعد مدرسوں اور مسجدوں میں قرآن کی جگہ حدیث اور صرف نحو رکھ کر آسانی کی صورتیں پیدا کی تھیں۔ اب اس کافر، ملحد، زندیق نے پھر قرآن کھولا ہے، قرآن کے کھولنے سے تو ہماری قلعی صاف کھل جائیگی، سب مکر و فریب کے بخیئے اُدھڑ جائیں گے۔ بس صرف ایک خالق اور ایک مخلوق رہ جائیں گے، پھر ہم کہاں ہوں گے، مخلوق کی قطار میں کھڑا ہونا ہماری شان کے خلاف ہے، قرآن نے ہٹا کر ہم لوگوں کو صرف نحو اور رسئلہ مسائل کی کتابوں تک لے آئے تھے، ابھی پانچوں انگلیاں گھی میں ہو رہی تھیں کہ اس کافر نے خاکسار تحریک شروع کر دی!

مسلمانو! مولوی اور پیر اور مُلّا کے رونے کی وجہ یہ ہے! مجھے کافر اور ملحد کہتے ہیں یہ راز ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کی ملی بھگت ہے،

پشاور سے راس کماری تک سب اللہ کے چوروں کی آپس میں دوستی ہے، ادھر ہندوستان کے بڑے بڑے مولویوں کی دشمنانِ اسلام سے ساز باز ہے، ہر مسجد کا امام نہ سہی اکثر مسجدوں کے اماموں کے متعلق مشہور ہے کہ خفیہ رپورٹر ہیں، مولویوں کی انجمنیں حکامِ وقت کے ایما سے قائم ہیں، دینِ اسلام کا پیشوا اس قدر اخلاقاً گر گیا ہے کہ چند ٹکلیوں کی خاطر قرآن کی تفسیر انگریز سے پوچھتا ہے، انگریز اُن کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے کیونکہ کوئی بہادر اور بلند نظر قوم غدّارِ قوم کو عمدہ نظر سے دیکھ نہیں سکتی، پہلوان صرف پہلوان ہی کو عزّت سے دیکھ سکتا ہے۔ میرا کسی مولوی سے کوئی ذاتی حساب نہیں میں سب کی فرداً فرداً اور شخصاً عزّت کرتا ہوں، مسلمان کے خلاف ہونا ہمارے اصول میں داخل نہیں، میری جنگ مولوی کے مذہبی تخیل سے ہے، مولوی کی ذات سے ہرگز نہیں۔ میں لکھ چکا ہوں کہ اگر یہ مولوی نہ ہوتے تو دینِ اسلام کی یہ ظاہری صورت بھی کبھی کی مٹ گئی ہوتی لیکن مولوی اور مُلّا کو ہم خاک رد دینِ اسلام کے پہلے رنگ میں لانا چاہتے ہیں، مولوی کا جمود اور غلط عمل ہماری قومی بنیادیں اُکھیڑ رہا ہے، ہم قریب ہیں کہ اُس کے ظلم کے بوجھ سے پس جائیں اس لئے ہم مولوی کی غلامی کا جُوا اتار کر پھینک رہے ہیں۔ مولوی کے پاس تحریک کی مخالفت کرنے کے لئے کوئی اوزار باقی نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ وہ جابجا کہتا پھرے کہ میرے عقاید خراب ہیں اس لئے لوگو مشرقی کے پیچھے نہ لگو۔ میں نے اپنی تصانیف میں کسی عقیدے کے متعلق ایک حرف کبھی نہیں کہا نہ کہونگا، لیکن میں اعلان کر چکا

ہوں اور پھر کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ خُدا ایک اور لاشریک ہے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اسلام کی بنیاد پنج ارکان کلمۂ شہادت، صوم، صلواۃ، حج، زکواۃ پر ہے روز آخرت پر میرا ایمان ہے - پہلی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان ہے، باقی جس عقیدے پر تمام مولوی متفق ہو جائیں وہ میرا عقیدہ ہے - ان صاف اعلانوں کے بعد جو شخص میرا عقیدہ صحیح ہونے میں شک کرے اُس کے اسلام پر آپ شک ہو سکتا ہے - مجھے یقین ہے کہ مولوی کا یہ آخری ادچھا ہتھیار بھی بیکار ہو کر رہیگا - اُس کی میرے خلاف نشر و تبلیغ دو دو پیسوں کے چیتھڑوں اور رسالوں سے ہو رہی ہے، ان چیتھڑوں کے کے بالمقابل تذکرہ، اشارات، قولِ فیصل اور الاصلاح کی عظیم الشان تصانیف ہیں جو چار دانگِ عالم میں پہنچ چکی ہیں گویا ان کا مقابلہ کرنا چاند پر تھوکنا ہے - اِس وقت اگر کوئی صورت مصالحت کی ہے تو یہ کہ سب مولوی اور مُلاّ، پیر اور فقیر قرآنِ حکیم کو پھر کھول لیں، ہمیں جو اس میں لکھا ہے حرف بحرف منظور ہے، لیکن اگر قرآن کو پھر کھولنا منظور نہیں تو اب قوم کی یہ حالت ہے کہ قوم اپنی راہ آپ لے کر رہے گی، مولوی کی سلامتی اس میں ہے کہ ہوا کے ساتھ موافق ہو کر چلے، اب علم و عقل کا زمانہ ہے، وہ زمانہ گزر گیا جب خلیل خان فاختہ اُڑایا کرتے تھے -

اس تمام ناگوار مگر ضروری تشریح کے بعد اے مسلمانو! تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ "خاکسار تحریک" کا ہونا کیوں ضروری ہے - ہم مسلمان مدت تک سمجھتے رہے کہ مولوی ہمیں ٹھیک دین بتاتا ہے، صرف ہمارے اس دین کو ماننے میں کسر ہے، اس غفلت میں کئی قرن گذر گئے لیکن حالت

بدتر ہو گئی، سلطنت کے جانے کے بعد ہماری نااتفاقی وگناہ گاری کیوجہ سے ہماری زمینیں، ہمارے گھر، ہماری تجارتیں، ہماری دولت، ہماری دُنیاوی وجاہتیں سب چھن گئیں، ایک مدت تک ہم عجب مخمصے میں پڑے رہے، مولوی اور مرشد پر ہمارا اندھا دھند اعتقاد تھا، ہم جو وہ کہتا کرتے، سر پھٹول کی طرف ہمیں لے جاتا ہم سر پھٹول کرتے، بحثوں اور مناظروں سے خُون کی ندیاں بہا دیں، ہم اپنے مسلمان بھائیوں کا خون کرتے رہے، ایک ایک عقیدے اور قرآن وحدیث کے ایک ایک لفظ پر بال کی کھال ہم نکالتے رہے۔ اب یہ حالت تھی کہ زمین پر کھڑا ہونا ہمارے لئے محال ہو گیا، سب طرف آہیں اور کراہیں، سب طرف غربت و افلاس، باپ بیٹے سے الگ، ایک کا ایک دشمن، ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کو تیار، اس حالت میں تجارت کہاں رہ سکتی تھی، گھر کہاں کھڑے رہ سکتے تھے، روٹی پسینے بہانے کے باوجود کہاں مل سکتی تھی، زور آور اور متحد قومیں سب کچھ چھین کر لے گئیں، لے دے کر صنعت وحرفت یا دن بھر کی مزدوری رہ گئی تھی، دوسری قوموں نے دیکھ کر کہ مُسلمان کمزور ہیں وہ بھی چند برسوں کے اندر چھین لی، اب مسلمان محض فاقہ مست ہے، روٹی کی خاطر (خاکم بدہن) اپنی عفت اور عصمت بیچ رہا ہے، اس لاچار حالت میں ہم نے قرآن کھولا اور اب معلوم ہوا کہ مولوی کا بنایا ہوا تمام اسلام سر تا پا غلط ہے!

خاکسار تحریک میں خاکسار کو کہا گیا ہے کہ اے مسلمانو! ایک ہو جاؤ، ایک دوسرے سے سچا اور اصلی اتحاد کر لو، تم سب ایک خدا اور ایک رسول کے نام لیوا ہو اسلئے بھائی بھائی بن جاؤ، فرقہ بندیاں چھوڑ دو

عقیدوں کی وجہ سے آپس میں لڑ مر کر اپنی قوتوں کو کمزور نہ کرو۔ بندھی ہوئی ہوا نہ بگاڑو، اپنے اپنے عقیدوں پر مضبوطی سے قائم رہو، عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرو، جب دشمن قوم تم پر حملہ کرتی ہے وہ حنفیوں کو نہیں کہتی کہ اے حنفیو! الگ ہو جاؤ ہم وہابیوں پر حملہ کرنے آئے ہیں، وہ سب مسلمانوں کو مسلمان اور محمدؐ کے نام لیوا سمجھ کر حملہ کرتی ہے، وہ اگر دشمن ہے تو تمام مسلمان قوم کی دشمن ہے اس لئے تم بھی اُس کے حملوں کو روکنے کی خاطر صرف مسلمان بن جاؤ! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی عملی مدد کرے تاکہ اُس کے مال اور اُس کی تجارت میں ترقی ہو، خاکسار جہاں تک ممکن ہو صرف خاکسار سے سودا لے تاکہ بھائی چارہ پیدا ہو اور تجارت بڑھانے کی خاطر ہی مسلمان ایک لڑی میں پروئے جائیں، سب مخلوقِ خدا کی بے مزد خدمت کرو تاکہ تم میں رُوحانیت پیدا ہو۔ سب غیر قوموں سے روا داری رکھو تاکہ وسیع اخلاق کے مالک بنو اور تم تخلقوا باخلاق اللہ کی حدیث شریف کے عامل بنو، سپاہیانہ زندگی اختیار کرو تاکہ تم قرآنی تعلیم کے مطابق سچے مسلمان بن جاؤ۔ خدا کی راہ میں جان و مال دینے کے لئے ہر وقت تیار رہو تاکہ وہی قرونِ اُولے والا ایثار تم میں پیدا ہو، مال و اولاد، جاہ و حشم، زن و فرزند، نفس اور آرامِ جان کے سب بتوں کو توڑ دو تاکہ تم میں سچی توحید اور خُدا کی صحیح عبادت پیدا ہو، ماسوا کے محکوم نہ بنو، نفس پر قابو پاؤ تاکہ شرک کے گناہِ عظیم سے نجات پاؤ، اپنے مقرر کردہ امیر کی بے چون و چرا اطاعت کرو تاکہ ایک لڑی میں پروئے جاؤ تمہاری آواز ایک ہو، ایک آواز پر سب کے سب جمع ہو جائیں۔ الغرض تمہاری قوّت ہو، تمہارا اتحاد ہو، تمہارا غلبہ ہو، تم پھر صالح ہو کر وارثِ زمین

بن جاؤ - یہ وہ سچّی اور اصلی قرآنی تعلیم ہے جس کے باعث مسلمان قرونِ اُولیٰ میں تمام دُنیا کے مالک بن گئے تھے - مسلمانوں انصاف سے کہو کہ اس تعلیم میں کونسی شے ہے جس پر دُنیا کے کسی مولوی کو اعتراض ہو سکتا ہے، اس تعلیم سے کس طرح کسی مسلمان کے عقیدے خراب ہو سکتے ہیں! تخیّل کی بڑی سے بڑی پرواز کیا کسی شخص سے یہ کہلانے کی جرأت کر سکتی ہے کہ یہ تعلیم غلط ہے، یہ تعلیم قرآنی نہیں، یہ وہی تعلیم نہیں جس پر عمل کر کے مسلمان کو دُنیا میں سُرخروئی اور آخرت میں نجات کا وعدہ تھا۔

مسلمانو! خاکسار تحریک میں کوئی چندہ نہیں، کسی مسلمان کے عقیدے سے بحث نہیں، نہ ہم نے کسی خاکسار کو کسی عقیدے کے اچھے یا بُرے ہونے کے متعلق کہا ہے نہ کہیں گے ہم صرف سپاہیوں کی ایک لمبی اور زبردست قطار پیدا کر رہے ہیں جس میں چھوٹے بڑے امیر غریب، عالم جاہل سب میں برابری ہے ہم مسلمان قوم کو خدمت خلق کے ذریعے سے روحانی قوم اور سپاہیانہ زندگی کے ذریعہ سے جنگی قوم بنا رہے ہیں، کیا روحانی اور جنگی بننا گناہ ہے، کیا قرونِ اولےٰ کے مسلمان رُوحانی اور جنگی دونوں نہ تھے، کیا رسولِ خدا صلعم کی ساری عمر روحانیّت اور جنگ دونوں میں نہ کٹی، کیا صحابہ کرام کا بعینہٖ یہی طرزِ عمل نہ تھا، کیا ان کے بعد تابعین مسلمانوں نے کئی صدیوں تک اسی روحانیّت اور جنگی قابلیّت کے زور پر دنیا فتح نہ کی، کیا چُست بننا گناہ ہے، کیا امیر اور غریب میں برابری پیدا کرنا گناہ ہے، کیا قوم سے چندہ نہ لینا اور اپنی جان کا آپ خرچ اُٹھانا گناہ ہے، کیا جب اور ہتھیار میسر نہیں اور تلوار خریدنے کی طاقت نہیں تو بیلچہ کا خدمت خلق کا اوزار اپنے پاس رکھنا گناہ ہے، کیا یہ

بُرا ہے کہ مسلمان سپاہی بن جائیں، کیا بُرا ہے کہ سب کے سب منظم ہوں کیا بُرا ہے کہ اس کے بعد مسجد شہید گنج کا ناگوار واقعہ پھر نہ ہو سکے، کیا بُرا ہے کہ اسلام کی حفاظت کے لئے ہر وقت ایک جتھا جان دینے کیلئے تیار ہو کیا بُرا ہے کہ ہم خدمتِ خلق کر کے سب قوموں کے دل موہ لیں، کیا بُرا ہے کہ ہندو کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے ہم اپنی جان پر مصیبت اسلئے لیں کہ ہندو بھی ہمارے ہی خدا کی مخلوق ہے اور وہ اس کو ہم سے بہتر روزی دے رہا ہے۔ مسلمانو! خاکسار بُرے نہیں، مولوی ہماری تحریک کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ آپ بُرے ہیں۔

لیکن خاکسار سپاہیو! میں ایک ضروری بات تم پر روز روشن کی طرح واضح کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ میری اس تمام تقریر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر پیشہ ور مولوی یا پیر، یا مُلّا یا لیڈر بُرے ہیں اور ہمارے اس نیک کام میں روڑا اٹکا کر ثابت کر رہے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور حق بات کی مخالفت ازل سے چلی آئی ہے، اس لئے تم بھی اُن سے بُرے بنجاؤ، تم اُن سے بُرا سلوک کرو، تم اُن کے مخالف بن جاؤ اور مسلمان قوم کے اندر ایک اور ٹکراؤ پیدا کرو۔ یاد رکھو کہ خاکسار کا پہلا اصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو، تم ان تمام مسلمانوں کی دل سے عزت کرو، جہاں جہاں یہ لوگ موجود ہوں اُن کو خلوص دِل سے سلامیاں دو، اس نیت سے سلامیاں دو کہ تمہارا بلند اخلاق تمہارا رفیع حوصلہ، تمہاری صاف دِلی، تمہاری اسلام دوستی، تمہاری سچّی مسلمانی ان کے دلوں پر گہرا اثر کرے، اس نیّت سے سلامیاں نہ دو کہ یہ سمجھیں کہ ہمارا مذاق اُڑا رہے ہیں، دلوں سے سب کدورتیں اور کینے نکال دو، اس ارادے سے اُن کی عزت

کرو کہ بآخر اُن کو تحریک میں داخل کرنا ہے، یاد رکھو ہزارہا مولویوں اور پیروں، ملّاؤں اور پیشواؤں کے دل ہماری اس تحریک سے متأثر ہو چکے ہیں، وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اس تحریک میں علانیہ شامل ہو جائیں صرف ان کی غلط خودداری" اُنہیں منع کر رہی ہے' اب معاملہ بالکل نزدیک ہے، فتح عنقریب ہے، یہ سب کے سب لوگ تحریک میں داخل ہو کر رہیں گے، صدہا داخل ہو چکے ہیں اور مولویت کا لباس اُتار کر خدا کے سچے سپاہی بن گئے ہیں۔ صدہا کنارے پر کھڑے دیکھ رہے ہیں، ادھر آنا چاہتے ہیں مگر حوصلہ نہیں پڑتا، یہ سب منظر صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ خاکساروں کو ہمیشہ مولویوں اور پیروں اور لیڈروں سے انتہائی حسنِ سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی۔ اِن لوگوں نے منبر پر کھڑے ہو ہو کر مجھ پر نہایت فحش الزامات لگائے، مجھے نہایت نازیبا گالیاں نکالیں، مجھے انتہائی طور پر رُسوا کرنے کی کوشش کی اور کر رہے ہیں، مگر جس کو خدا ذلیل نہ کرنا چاہے اُس کو انسان کب ذلیل کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے عمدہ سلوک کرنے میں نمونہ بن جاؤ، ان کی بے پناہ خدمت کرو، اُن کی اپنے دل کی گہرائیوں سے عزت کرو، اُن کے بتلائے ہوئے دین کو غلط سمجھو لیکن اس خیال سے کہ یہ غلط تعلیم دینا صرف انہی کا گناہ نہیں، کئی پشتوں سے دینِ اسلام کے خوشنما چہرے پر پردے پڑے چلے آئے ہیں اور یہ مجبور ہیں۔ ان سے عمدہ سلوک کرو گے تو یاد رکھو کہ فتح کی منزل بالکل قریب ہے۔ آخری بات جو میں اس کیمپ میں واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک نرا اور ٹھیٹھ خالص اور بیداغ مذہب اسلام ہے، اس کے سوا کوئی مذہب مذہب اسلام نہیں۔ اگر اِس تحریک کو مذہب اسلام سمجھ کر اختیار کرو گے تو فتح یقینی ہے،

کھیل سمجھ کر یا عنایت اللہ کی بنائی ہوئی تحریک سمجھ کر اختیار کروگے تو فتح کی منزل دُور ہو جائے گی ۔ اگر شک ہے تو قرآن کھول کر خود دیکھ لو کہ مذہب اسلام کیا ہے اور کیا عمل چاہتا ہے ! ۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء عنایت اللہ خان المشرقی

پُرانے دوست خدا کی بے نیازیوں اور دشمن نوازیوں کو بار بار دیکھ کر جگر اس قدر زخمی اور سینے اس قدر چھلنی ہو چکے ہیں کہ تنگ گلیوں کے اندر وہ بڑھیا جو اپنی اندھیری کوٹھڑی میں اپنی الٹی کھٹولی پر پڑی سوکھے ٹکڑے پانی سے بیالے سے نگل رہی ہے ، اور جس کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ سورج بھی اس سرزمین پر روشنی دیا کرتا ہے ، اگر اس سے مسلمانوں کے متعلق پوچھا جائے تو کہیگی کہ بیٹا ہوش کرو خدا کا دین بہت عاجز ہو گیا ہے اور پرلو نزدیک ہے !!

ان مولویوں کے بنائے ہوئے
دین کے بخئے ادھیڑ کر دیکھو
تو تمہیں پیاز کیطرح چھلکا
ہی چھلکا نظر آئیگا لیکن
اصلی دین اور اصلی
اسلام کا نشان تک نہیں
ہوگا۔ سب اپنی تن پروری
اور حلوے مانڈے کی غرض
ہوگی۔ سب بے رحمی اور
کمال بیدردی سے امت
کے ٹکرے کرنا ہوگا۔ سب
اپنی پیچدار پگڑی کی
فضیلت مکر و فریب اور خدا
سے دھوکہ ہوگا۔ رسولِ خدا
سے مکر ہوگا۔

سانپ اور بچھّو

میرا مقصد یہ ہے کہ
مسلمانوں کو معلوم ہو
جائے کہ اس امت کے اندر
مولوی کے لباس میں
کیا کیا بچھو اور سانپ چھپے ہیں

سیالکوٹ کے خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! تمہارا دستکار شہر پنجاب کی سرزمین میں ممتاز شہر ہے اور تمہارے ضلع کے باشندے کام کرنے والے مشہور ہیں۔ مَیں تمہیں اس شاندار کیمپ پر جو تمہارے مخلص، خاموش اور بیدار مغز سردار محترم فیروز الدین سالارِ اعلیٰ کی کامیاب کوشش کا نتیجہ ہے، عمل کے صحیح معنے بتانا چاہتا ہوں، تمہارے دلوں میں ڈالنا چاہتا ہوں کہ از روئے قرآن و اسلام صحیح عمل کیا ہے، غلط عمل کسے کہتے ہیں ؟ وُہ کیا شے ہے جسکو کرنے سے خُدا کی جناب سے اچھا عوض ملتا ہے، کیا شے ہے جس کو کرنے کے باوجود خُدا کے ہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ تم نے قرآنِ حکیم میں پڑھا ہوگا کہ " خدا عمل کرنے والوں کو عُمدہ مزدوری دیتا ہے نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ کے الفاظ ضرور سُنے ہوں گے اِسی

قرآن میں لکھا سُنا ہو گا کہ "انسان کو صرف وہی کچھ ملتا ہے جس کے واسطے وُہ بھاگ دوڑ کر کوشش کرے" ایک دوسری جگہ لکھا دیکھا ہو گا کہ "جو کوئی بھی ایک ذرّہ بھر کے برابر عمدہ عمل کرے گا۔ اُس عمدہ عمل کا انجام دیکھ لے گا۔" قرآن حکیم میں جا بجا وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ کے الفاظ ہیں جن سے مُراد ہے کہ خُدا نہایت غور سے دیکھ رہا ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ فرماتا ہے تمہیں زمین کا بادشاہ بنایا کہ ہم دیکھیں تُم کیا عمل کرتے ہو، قرآن کریم کے قریباً ہر ورق پر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے الفاظ لکھے ہیں اور اُس کے معنی ہیں "وُہ لوگ جنہوں نے اپنا یقین پختہ کر لیا اور مناسب عمل کیا"۔ الغرض مَیں تمہیں اس کیمپ میں کئی قرنوں کے بعد پھر بتلانا چاہتا ہوں کہ از رُوئے اسلام عمل کیا شے ہے، کس قطع کے عمل سے خُدا کے ہاں سے جزا ملتی ہے اور کس طرح کا عمل ہے جس کا لازمی نتیجہ خُدا کی سزا ہے! -

مسجد کا مولوی اور مُلّا جو بے چارہ اپنے تنگ و تاریک حُجرے میں روٹی کے غم میں پھنسا ہے اور جس کے داؤ اور جال میں تُم مسلمان کم از کم ایک سو سال سے پھنسے بیٹھے ہو، قرآن کی عظیم الشان کتاب کو جو کوہِ طور بلکہ کوہِ ہمالیہ سے بڑی اور بھاری کتاب ہے۔ کچھ نہیں سمجھتا، گھر گھر اور دَر دَر کے ٹکڑے کی فکر میں اُسے کچھ نہیں سُوجھتا کہ وُہ کیا عمل تھا جس نے مسلمانوں کو تئیس برس کے اندر اندر تمام عرب کا بادشاہ بنا دیا تھا، کچھ نہیں سُوجھتا کہ قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں نے کیونکر سلطنتوں کے تختے اُلٹ دیئے، کیونکر ایک صدی کے اندر اندر مسلمان چار ہزار میل چل کر جھٹ سپین اور فرانس تک جا پہنچے، کیا عمل تھا کہ لاکھوں نے

تین ہزار میل گھر سے دُور سمندر سے پہاڑ پر چڑھ کر کشتیاں جلادیں، کیا عمل تھا کہ ایک طرف مکّہ سے پندرہ سو میل مشرق میں پہنچکر مسلمانوں نے کُند تلواروں سے ہاتھیوں کی ٹانگیں کاٹیں اور قطار توڑ کر شاہِ ایران کو ہتھکڑی لگا دی، دوسری طرف پندرہ سو میل شمال مشرق کو دوڑ کر سندھ کو ملتان تک سر کر لیا۔ مُلّا بے چارہ قسمت کا مارا روٹی کے فکر میں صرف اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کو دیکھ سکتا ہے، اُس کی نظر کی دوڑ صرف اپنے حُجرے کے صحن تک ہے، وُہ پہاڑوں سے بڑے اور سمندروں سے زیادہ عظیم الشان قرآن کو کیا دیکھ سکے، وُہ اپنے باسی ٹکڑوں کی پریشانی اور اندھیرے میں اُس عظیم الشان اور حیرت انگیز رسولؐ کی عظمت کو کیا جان سکے۔ جس کی بابت زمین و آسمان کے بنانے والے خُدا نے کہا تھا کہ "میں اور میرے فرشتے اُس کی حکمت کو دیکھ کر اُس پر ہر دم تحسین و آفرین کے نعرے اور درُود بھیج رہے ہیں"۔ اُس فقید المجد انسان کو کیا جانے جسکی بزرگی کا اندازہ لگا کر کسی ہوش والے انسان نے "بعد از خُدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے الفاظ لکھ دیئے تھے۔ اتنے بڑے رسولؐ کا اندازہ ایک بھُوکا اور پریشان، کم نگاہ اور کم فہم مُلّا کیا لگا سکتا ہے۔ مولوی قرآن میں "اقیموا الصلوٰۃ" کے الفاظ دیکھتا ہے۔ اُس کی بلا جانے کہ اس "قیام صلوٰۃ" کے الفاظ میں اُمّت کی بہتری کا کیا پہاڑ چھُپا ہے۔ وُہ اپنی روزی کی خاطر صرف اپنی مسجد کو بھری ہوئی اور باقی سب مسجدوں کو خالی دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے کہتا پھرتا ہے کہ عقیدے درست رکھ کر نماز پڑھو۔ جو اُن کے پیچھے نہیں پڑھتا اُس کو جھٹ کافر بنا دیتا ہے، جو اُس کے قابو نہیں آتا ناری اور جہنمی بن جاتا ہے! اتنے بڑے رسُول کو جس کے ادنیٰ اُمّتیوں نے کسریٰ اور فرعون کی

سلطنتوں کو پامال کر دیا تھا - سیالکوٹ یا لاہور کی گلی کا مُلّا کیا سمجھے - اُس کی نظر رسولِ کریم کے دِل، دماغ اور جگر تک کیا پہنچے، اُس ہوش اور ادراک کے ناپیدا کنار سمندر تک کہاں پہنچے جسکے سیلاب نے اُمتوں کی سُوکھی ہوئی کھیتیاں آنکھ کی جھپک میں نہال کر دی تھیں - مُلّا اور مولوی کی نظر طرف اُس نبیؐ کی ڈاڑھی اور مونچھوں، مسواک اور تہجد، یا عُمر میں ایک دفعہ کھائے ہوئے حلوے تک پہنچتی ہے - مُلّا کے نزدیک بس یہی چیزیں دُرست رکھنا اسلام کے عمل ہیں - اُمّت کے ایک ایک آدمی سے پُوچھو سب لوگ یہی قرآن کا عمل بتائیں گے - یہی قرآن کا بتلایا ہوا دین کہیں گے، رسولِ خدا صلعم نے اپنی تمام عمر تسبیح ہاتھ میں نہیں لی تھی لیکن اُس کا آج کل کا اُمتی اس تسبیح کو دینِ اسلام کا عمل کہے گا۔ رسولِ خدا صلعم نے اُس مسجد کو آگ لگا دی تھی - جس میں سے نفاق اور فرقہ بندی کی بُو آنے لگی تھی، لیکن مولوی کے نزدیک ایک ایک گلی کے اندر پانچ جمعے علیحدہ علیحدہ پڑھانا عمل ہے، بڑی مسجد کے ہوتے ہوئے اہلحدیث اور اہلقرآن کی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنوانا عمل ہے، مولوی کا الگ الگ روٹی کے سامان پیدا کرنا عمل ہے، ڈاڑھی ایک خاص وضع قطع کی رکھ کر تنخواہ انگریز سے لینا اور تنخواہ لے کر الحمد للہ کہنا عمل ہے، دیوبندیوں اور بریلویوں میں سر پھٹول کے سامان پیدا کرنا عمل ہے، اپنے فرقے کے سوا باقی سب کو کافر کہنا عمل ہے، نہیں سیالکوٹ کے اہلحدیثوں کو ملتان کے اہلحدیثوں سے علیحدہ رکھنا عمل ہے، مسلمانو! کسی مولوی کے وعظ، کسی دینی مناظرے، کسی مذہبی رسالے کو اُٹھا کر دیکھو اُن کے ایک ایک حرف اور لفظ کے اندر یہی سر پھٹول عمل نظر آئے گی - تم اِن درندوں سے جو تمہاری اُمّت کو چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور چیلوں اور

گدّوں کی طرح ہر دم سرمار کی ناک میں لگے ہیں عمل کے معنی کیا سمجھو گے۔
عمل کے اسلامی معنے اگر سمجھنا چاہتے ہو تو جاؤ مصطفیٰ کمال کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے، امان اللہ کو دیکھو کہ اُس نے کیا کیا تھا، رضا شاہ پہلوی کو دیکھو کس دُھن میں لگا ہے، ابنِ سعود اور عبدالکریم کو دیکھو کیا کر چکے ہیں، بھولے مُلّا کو اگر اتنا بھی پوچھو گے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو وُہ بے چارہ یہی کہے گا کہ چار روٹیاں ہوا کرتی ہیں۔

مولویوں اور پیروں سے ہٹ کر یہی حال تمہارے اور رہنماؤں اور پیشہ ور لیڈروں کا ہے۔ دیکھو آج کونسلوں میں جانا اور پارلیمنٹری بورڈ بنانا اسلامی عمل ہے، کل تک انہی کونسلوں کا بائیکاٹ کرنا، انگریز کی ملازمتوں سے استعفیٰ دینا اور گھر بار بیچکر افغانستان میں ہجرت کر جانا اسلامی عمل تھا۔ کل تک قرآن کا فتویٰ تھا کہ انگریز کی نوکری، انگریز سے ادنیٰ تعاون، انگریز سے لین دین حرام ہے، آج قرآن کا فتویٰ ہے کہ کونسلوں میں جانے کے بغیر مسجد واگذار نہیں ہو سکتی! کل تک کشمیر کو واگذار کرنا اسلامی عمل تھا۔ آج تیس ہزار انسانوں کو جیل بھیجنے بلکہ تیس ہزار خاندانوں کو برباد کرنے کے بعد کشمیر میں اغیار کا دخل دلا کر خاموش ہو جانا اسلامی عمل ہے، کل تک خلافت کے قیام کے لئے بچھتر لاکھ روپیہ جمع کرنا اسلامی عمل تھا۔ آج اُس بچھتر لاکھ کو ضائع کر کے خلافت کا نام تک نہ لینا اسلامی عمل ہے، مسلمانو! اگر غور سے دیکھو تو کچھ دال میں کالا کالا کہیں ضرور ہے۔ اتنا دن رات کا فرق قرآن کے بتائے ہوئے عملوں میں نہیں ہو سکتا، اسلام صبح کو کچھ اور شام کو کچھ اور کہہ نہیں سکتا۔ ضرور ہے کہ یا ہمارے پیشوا قرآن سے محض بے خبر ہیں۔ یا قرآن اور اسلام اور تم اور معاذ اللہ تمہارے

خدا سے محض کھیل رہے ہیں!

مسلمانو! اگر عمل کی قرآنی تعریف چاہتے ہو تو وہ صاف اور غیر مشکوک ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان اسلامی عمل کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ صاف تھا کہ چند برسوں کے اندر اندر دُنیا کے مالک بن گئے فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰلِمِیْنَ کی سند اس دُنیا میں ہی مل گئی، جنگِ بدر میں صرف تین سو تیرہ نے عمدہ عمل کیا، نتیجہ صاف مِل گیا کہ عظیم الشان لشکر پر فتح ہوئی اور دشمن کی بیخ اُکھڑ گئی۔ جنگ اُحد میں مسلمانوں نے امیر کے حکم کے خلاف مورچہ چھوڑ دیا، نتیجہ صاف نکلا کہ خدا نے شکست دی لشکر میں بھاگڑ مچ گئی، آسمان سے وحی آئی کہ تم بزدل اور ظالم ہو، خالص ایمان والے نہیں ہو، موت کی تمنائیں یونہی کرتے تھے، جنّت کے حقدار یونہی بنتے تھے، جنّت میدان میں فتح حاصل کرنے کے بغیر نہیں مِل سکتی، اگر ایمان والے بنو گے تو اَعْلَوْنَ بن سکتے ہو۔ ورنہ ہمارا قاعدہ تو یہی ہے کہ کبھی فتح اِدھر اور کبھی اُدھر، جسکا پلّہ بھاری دیکھا اُس کو فتح دے دی تِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ مقصود مُسلمانوں پر واضح کرنا تھا کہ خدا صرف سعی کو دیکھتا ہے، اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اُس کے پیشِ نظر ہر دم ہے، خود رسُولؐ کے ہوتے ہوئے اُمّت کو شکست اس لئے دی کہ مُسلمان رسول کی موجودگی کا غلط اندازہ نہ کریں اسلام کے قانون اور دین فطرت کو غلط نہ سمجھیں۔

مُسلمانو! اسلامی عمل یہ ہے کہ قرآن نے صاف سورۂ محمدؐ میں اعلان کر دیا تھا کہ جن لوگوں نے پختہ یقین رکھ کر مناسب عمل کیا اور قرآن کے قانون کے مطابق چلے اُن کی اور اُن کی دُنیا درست ہو گی، وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ

الحق من ربهم کفر عنهم سیاتھم واصلح بالھم جنہوں
نے قرآن کا عمل سے اقرار کیا اور اچھی مدد آپ کی۔ ان کے قدم مضبوط ہوں گے،
جنہوں نے انکار کیا اُن کو اس دُنیا میں پھٹکار ہے اور اُن کے عمل اکارت
گئے (یاایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت
اقدامکم والذین کفروا فتعسا لھم واضل
اعمالھم) الغرض قرآن کا قانون صاف ہے، جو کروگے سو بھروگے،
جو بیجوگے سو کاٹوگے، خدا کے نزدیک سب مخلوق برابر ہے کوئی لاڈلی لاڈلا
چہیتی نہیں، کسی کی رعائت نہیں، خدا از روئے قرآن خود ہر وقت اور
ہر آن کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے، کل یوم ھو فی شان
کا مصداق ہے۔ بیکار اور معطل خدا نہیں، کبھی تھکتا نہیں، اُس کو
کبھی اُونگھ یا نیند نہیں آتی۔ اس لئے خدا انسان سے بھی کام کا طالب ہے،
انتھک کوشش مانگتا ہے، شبانہ روز عمل چاہتا ہے۔ تتجافی جنوبھم
عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا کہہ کر مسلمان کو
اپنے بستروں پر بھی چین نہیں لینے دیتا، رات کو جی بھر کر سونے کی مہلت
نہیں دیتا، ہر وقت اُمّت کو ہلاک اور مغضوب خدا بن جانے کا خوف
اور بادشاہت اور انعمت علیھم بن جانے کی طمع دلا کر پابہ رکاب
رکھنا چاہتا ہے پانچ وقت روزانہ نماز پڑھ کر چُست و چالاک ایک صف
میں کھڑے ہونے والے سپاہی، سیدھی قطاروں والے بہادر، سینے تنے
ہوئے، مساوات کے رنگ میں رنگے ہوئے، ایک امیر کے مطیع، ایک
آواز پر یکساں حرکت کرنے والے، قواعد دان اور وقت کے پابند، خُدا
کے حضور میں پانچ وقت اپنی اطاعت کا اقرار کرنے والے، مٹی پر ماتھا

رگڑنے والے خاکسار، زمین پر انکساری سے چلنے والے بندے (و عباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا خاطبهم الجٰهلون قالوا سلما) لیکن خدا کے قانون پر نہ چلنے والے جاہلوں اور کافروں سے تن کر چلنے والے مسلمان پیدا کرنا چاہتا ہے ہرسال روزے رکھوا کر میدان میں مہینوں اور برسوں بھوکے لڑنے والے سپاہی، ہر برس حج کروا کر ایک مرکز پر جمع ہونے اور تمام دنیا کو خوفزدہ کر دینے والے سپاہی، کلمہ شہادت پڑھوا کر اللہ کے سب سے بڑے جرنیل ہونے کی گواہی دینے والے سپاہی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ الغرض قرآن کا عمل صرف ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، جنگی اور فوجی عمل ہے، خدا کا بندہ بن کر دنیا پر حکمران ہونے کا عمل ہے، اللہ کا سپاہی بن کر زمین پر غالب ہونے کا عمل ہے (فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ) زمین کے وارث بن کر صالح بلکہ اصلح بن جانے کا عمل ہے، خدا کے بندے اور مطیع قانون بن کر بادشاہ زمین بن جانے کا عمل ہے (اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ) خدا کی یاد اور بڑے جرنیل کا کھٹکا دل میں رکھ کر میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنے اور توپ سے لڑ کر کامیاب ہونے کا عمل ہے۔ (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ)

قرآن کا عمل قرآن کے طول و عرض میں کسی جگہ بھی رہبانیت اور گوشہ نشینی کا عمل نہیں، کسی جگہ بھی۔ تسبیحوں اور چلّوں پھونکوں اور تعویذوں، ذکروں اور تصویروں، مراقبوں اور خوابوں، رودیاؤں اور غیب دانیوں، مکروں اور فریبوں، گنڈوں، وِردوں، نوشتوں کا عمل نہیں، مسلمانوں کے فریب کار ملّاؤں، بھوکے اور

دغابازمولویوں اور چالاک اور دکاندار پیروں نے مسلمان کو دُنیا میں ناکارہ اور اُن کے اپنے مطلب کا آدمی بنانے کے لئے عمل کے معنے بھی گوشوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ جپنا بنالیا ہے تاکہ مسلمان سپاہیانہ زندگی سے ہٹ کر ان کے جال میں پھنسا رہے، تمام دن نماز اور نفل پڑھنا عمل بنالیا ہے تاکہ مُسلمان مسجد کے بیکار اور نابکار مولوی کے ساتھ لَو لگائے رکھے، مولوی کی روٹی سلامت رہے، مولوی اُس کو بے کار کر کے اپنے کام کا بنائے رکھے، مولوی اُس کو دُنیاوی کامیابی کی شہ دے کر ورد پڑھنے کے لئے دیتا ہے تاکہ ورد پڑھنے والا بار بار مولوی کے ساتھ لگا رہے، بار بار مولوی کی بندگی کرے، بار بار مولوی کو اپنا رب بنائے (اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ، وما امروا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین)

الغرض مسلمانو! مولوی اور پیر کی بہ عمل کی تعریف از روئے قرآن قطعاً غلط ہے، نماز نفل، ورد، ذکر، تسبیح، دُعا از روئے قرآن کن معنوں میں عمل نہیں، نماز صرف مسلمانوں کی دُنیا میں ایک ناقابلِ شکست اور عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا ہتھیار ہے، اگر اس اوزار کو تیز کرنے کے بعد تم نے اس اوزار سے ایک زبردست سپاہیانہ جماعت نہیں بنائی تو وُہ اوزار بے کار ہے، نماز بغیر جماعت کے کچھ سے نہیں، لا صلوٰۃ الا بالجماعۃ صاف حدیث میں ہے، اگر نماز پڑھنے سے مُسلمانوں کی ایک دُنیا کو فتح کرنے والی جماعت پیدا نہیں ہوئی تو وُہ نماز اور کچھ بھی ہو لیکن خدا کے ہاں صلوٰۃ نہیں، اقیموا الصلوٰۃ پر عمل نہیں، ملا اور پیر اگر تمہیں اپنی مسجد کے اندر باقی اور مسلمانوں سے الگ ہو کر نماز

پڑھنے پر زور دیتا ہے اور اس بار بار زور دینے کی وجہ سے تمہیں بکری کے لیلے کی طرح نیک نظر آتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ لومڑی کا مکر کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا ہے، اپنی روٹیوں کی سلامتی کی فکر میں ہے، اس کا صاف اور کھلا ثبوت یہ ہے کہ جب تم اُس کی مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دو اور کسی دوسرے مولوی کا دامن پکڑ و وہ فوراً تمہیں بدعقیدہ اور ملحد کہہ دیتا ہے، ہر پگڑ دار مولوی دوسرے پگڑ دار مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا مقتدی بننا اپنی بے عزتی سمجھتا ہے، ان مولویوں نے نے اپنی اپنی روٹیاں اور باسی ٹکڑے برقرار رکھنے کے لئے سال بھر میں صرف دو دفعہ کی عید کی نمازیں بھی الگ الگ کر لی ہیں، ہفتہ میں صرف ایک دفعہ کے جمعے بھی الگ الگ کر لئے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر ”عقیدے“ بنا کر ٹولیاں الگ بنالی ہیں، عقیدے کا ڈھونگ اس قدر رچایا ہے کہ اب اس بات پر بھی عقیدہ ہے کہ فلاں نماز میں کتنی سُنتیں اور کتنے نفل پڑھنے چاہئیں نماز میں سجدے کے وقت پہلے گھٹنے زمین پر لگنے چاہئیں یا ہاتھ، انگشتِ شہادت اُٹھنی چاہیئے یا نہیں، رفع یدین ہونا چاہیئے یا نہیں، آمین زور سے ہو یا آہستہ، سورۂ فاتحہ منہ میں پڑھی جائے یا نہیں مسلمانو! اگر غور سے دیکھو تو مولوی کے یہ کرتب صرف تمہاری جماعت کو توڑنے کے کرتب ہیں، صرف تمہیں ”اقیموا الصلوٰۃ“ سے ہٹانے کے کرتب ہیں، صرف تمہاری جماعتی طاقت کو ریزہ ریزہ کر کے اپنی دکان سجانے کے ڈھنگ ہیں۔ یاد رکھو نماز سے مقصود صرف خدا کے دربار میں حاضری ہے، صرف اس بات کا بندے سے اقرار

ہے کہ میں صبح کے وقت بھی مطیع اور فرمانبردار تھا اور ظہر اور عصر کے وقت بھی مطیع ہوں، صرف اس بات کا اقرار ہے کہ ہم سب اکٹھے ہیں مساوی ہیں ایک امیر کے حکم پر حرکتیں کرتے ہیں تیرے حضور میں حاضری دینے آئے ہیں - ہم سب کو جلد سے جلد اور سیدھے سے سیدھے راستے اُس منزل تک پہنچا جس منزل پر تیری نعمتیں اور تیرے انعام (یہاں تیرے دنیاوی انعام) ملتے ہیں، اُس ٹیڑھے راستے پر نہ لے جا جس پر چل کر تو غضب میں آتا ہے، ذلت اور مسکنت دیتا ہے۔ اجتماعی غریبی اور غلامی دیتا ہے، ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباءو بغضب من اللہ کا مصداق بنا دیتا ہے۔ الغرض نماز کا واحد مقصد اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا خدا کے حضور میں بار بار کرنا ہے تاکہ مسلمان ایک بڑی اور عالمگیر، ناقابلِ شکست اور غالب جماعت بنے رہیں -

مسلمانو! انصاف سے کہو اور غور سے فیصلہ کرو کہ اس نماز کے پنجوقتہ اقرار میں اگر کسی مسلمان نے جوش میں آکر انگشتِ شہادت اُٹھا دی تو کونسا غضب ہو گیا اگر نہ اُٹھائی تو کونسا بڑا جرم سرزد ہوا - اگر بندگی کے ولولے میں اُونچی آواز سے آمین کہہ دی تو نماز میں کیا فتور ہوا اور اگر نہ کہی تو کونسا بڑا قصور ہوا اگر چار نفل زیادہ پڑھ لئے تو کیا ہوا اور اگر بیس کی جگہ دس تراویح پڑھ لیں تو کیا ہو گیا - یہ باتیں اس درجہ کی گناہ کی باتیں ہیں کہ ان کی بنا پر مسلمان اپنی ساٹھ کروڑ کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی تیرہ سو برس کی محنت سے بنائی ہوئی سلطنتیں

تباہ کر دے، اپنے ملک ویران کر دے اپنی بادشاہت کو غلامی سے بدل دے، انگریز کی جوتیاں کھانی قبول کرے، اپنی تجارتیں تباہ کرے، ہندوؤں کی قوم سے ہیٹا ہو، جوتیں اور چپیتھڑے لے، آہیں اور کراہیں مول لے، ساٹھ کروڑ فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ مسلمانو! مولوی اگر سچا ہے تو کیوں جھوٹ بولنے والے نمازیوں کو مسجد سے نہیں نکالتا، کیوں زنا کرنے والوں کو بد عقیدہ کہہ کر اپنی مسجد سے الگ نہیں کرتا۔ کیوں صرف سچوں اور نیکوں اور دیانتداروں کا الگ فرقہ نہیں بناتا۔ کیوں صرف رفع یدین والوں کا فرقہ بناتا ہے؟ کیا جھوٹ بولنا، زنا کرنا، فریب کرنا بدعقیدگی نہیں، کیا قرآن میں صاف ان کے خلاف حکم نہیں۔ کیا رفع یدین اور انگشتِ شہادت کا ذکر تک قرآن میں ہے؟ مسلمانو! ان مولویوں کے بنائے ہوئے دین کے بخیئے اُدھیڑ کر دیکھو تو تمہیں پیاز کی طرح چھلکا ہی چھلکا نظر آئے گا۔ کہیں اصلی قرآن اور اصلی حدیث نظر نہ آئے گی کہیں اصلی دین اور اصلی اسلام کا نشان تک نہ ہوگا۔ سب اپنی تن پروری اور حلوے مانڈے کی غرض ہوگی، سب بے رحمی اور کمال بے دردی سے اُمّت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہوگا، سب اپنی پیچدار پگڑی کی حفاظت ہوگی، سب مکر اور فریب ہوگا، خُدا سے دھوکہ ہوگا، رسولؐ سے مکر ہوگا، رسول کی چوٹی کے برابر وقعت نہ ہوگی، سب کسی دوسرے مولوی کو زک دینا ہوگا سب اپنی کبریائی کو بنانا ہوگا، سب اپنے پکوان کو خوش ذائقہ کرنا ہوگا۔ جو مولوی ایک شہر میں عید کے دن عیدگاہ کے مولوی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا وہ مولوی باغیٔ اسلام ہے، اُس کی سزا از روئے اسلام موت ہے، جو مولوی ایک شہر میں جمعہ کے دن جامع مسجد کے مولوی کے پیچھے اپنے تمام محلے کے نمازیوں

کولے کر نماز ادا نہیں کرتا وہ منکرِ اسلام ہے اور اس پر شرع کی آخری حد ہے
مصطفیٰ کمال نے اگر ان سب کی بیخ اپنی سلطنت میں اُکھاڑ دی تو اس کی وجہ
یہی تھی ، امان اللہ خاں اگران کو ہلاک کرنا چاہتا تھا تو اس لئے کہ یہ لوگ
مسلمانوں کی قوت میں حارج تھے ، سلطنت کی قوت نہ بننے دیتے تھے ،
قرآن اور حدیث کے صحیح معنوں میں منکر تھے خدا اور رسولؐ کے مُنکر تھے ، خدا
اور رسولؐ ، قرآن اور حدیث مُسلمانوں کو دُنیا میں غالب کرنا چاہتی ہے ،
یہ مُسلمانوں کے طفیلیئے مسلمانوں کے خُون پر پلنا چاہتے ہیں ، خدا اور رسولؐ ،
قرآن اور حدیث مسلمانوں کو دُنیا میں غالب کرنا چاہتی ہے ، یہ مُسلمانوں
کے طفیلیئے مسلمانوں کے خُون پر پلنا چاہتے تھے ۔ مجھے ایک مسجد کے خطیب نے
جو تمہارے ہی شہر کا امام تھا باقرارِ صالح کہا کہ مَیں جب تک امام رہا میرے
دل میں نماز پڑھانا صرف روٹیاں اکٹھا کرنے کا سامان تھا ، میرے دل میں
نماز کی کوئی وقعت نہ تھی ، کوئی خدا کا ڈر نہ تھا ، ہم سب بُری باتیں مسجد
میں بیٹھ کر کرتے تھے اور ذرا نہ جھجکتے تھے ۔ ایک دوسرے بڑے مچھندر
مولوی کے متعلق جواب ہندوستان کے مسلمانوں کا بڑا لیڈر بنا پھرتا ہے جہلم کے
ایک شخص نے قبلہ رُو ہو کر اور قرآن ہاتھ میں لے کر کہا کہ مَیں نے خُود اپنی آنکھوں
سے اُس کو اپنے میزبان کے مکان میں ایک نہایت بُرا فعل اُس وقت کرتے
دیکھا جب کہ کئی ہزار مسلمان نصف میل دُور اُس کی تقریر کے انتظار میں مر
رہے تھے ، مَیں بائیسائیکل پر اُن کو بلانے کے لئے آیا اور یہ نظارہ تھا ۔
مولوی جی مجھے دیکھ کر ساتھ کی مسجد میں بھاگ گئے ، اپنے آپ کو صاف کیا
پھر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر آ دھمکے اور قرآن اس قدر بولا کہ لوگوں کی چیخیں
نکل گئیں !

مسلمانو! میرا مقصد سب مولویوں کو بُرا کہنا نہیں، نہ اپنے آپ کو اچھا کہنا ہے میں بھی بُرا ہوں اور کیا عجب کہ روزِ قیامت کو ان سب سے زیادہ پکڑا جاؤں۔ لیکن غرض یہ ہے کہ مولوی کا الگ نمازوں پر زور دے کر اُمت کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور نماز کے مقصد کو باطل کر دینا نیک نیتی سے نہیں یہ لوگ اب مسلمانوں کے دلوں میں یہ ڈالکر کہ نماز کا پڑھ لینا ہی صرف عمل ہے اور اُس کا اجر روزِ قیامت ہی کو ملے گا مسلمانوں کو ہاتھ پاؤں کے عمل سے بے کار کر رہے ہیں۔ اب ایک نیک بخت مسلمان صرف پانچ نمازیں پڑھ کر باقی سب عمل سے غافل ہے، وُہ مسلمان جو کسی زمانے میں، پانچ نمازوں کو (عمل نہیں بلکہ) قوت حاصل کرنے کا بے پناہ ہتھیار سمجھ کر تمام دن ہاتھ پاؤں کے عمل اور سپاہیانہ زندگی میں مصروف رہتا تھا اور اسی ہاتھ پاؤں کے عمل کے باعث دنیا پر سلطنت کرتا تھا، آج کل شل ہو چکا ہے، اُس کے سامنے رسمی نماز کے سوا کوئی مقصد نہیں رہا، عام مسلمان بھی جو نماز نہیں پڑھتا یہی سمجھتا ہے کہ ہماری بے عملی یہی نماز نہ پڑھنا ہے اگر ہم سب آجکل کے مولوی کی طرح نمازی ہو گئے تو خدا چھپر پھاڑ کر سلطنت دے گا، اور پیسے بادشاہت خود بخود برسے گی کیونکہ خدا اس لئے ناراض ہے کہ ہم اُس کو سجدے نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان صرف نماز پر زور دیتے ہیں، اقیموا الصلوٰۃ اور قیام جماعت پر کوئی زور نہیں دیتا، کوئی اس بات پر زور نہیں دیتا کہ مسلمانوں! سب ایک ہو کر نماز پڑھو، سب جمعوں کو ایک کر دو تاکہ قیامِ جماعت اور قیامِ صلوٰۃ کی کوئی صورت پیدا ہو، قوت کی صورت پیدا ہو پھر اس قیام جماعت کے بعد ہاتھ پاؤں

کا عمل پیدا ہو، سپاہیانہ زندگی پیدا ہو، قلعوں کو سر کرنے کا عمل پیدا ہو۔ مسلمانو! یاد رکھو جب تک قوم میں ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا نہ ہو گا، الگ الگ مسجدوں میں جُدا جُدا نمازیں کچھ پیدا نہیں کر سکتیں۔ انگریزوں کو دیکھو اُن میں قیام جماعت موجود ہے۔ اُن کی نماز تمہیں نظر بھی نہیں آتی لیکن خدا کی بخشش کا بے پناہ ہاتھ اُن کو دنیا پر غالب کر رہا ہے۔

سیالکوٹ کے مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں تمہیں عمل کے صحیح اسلامی مفہوم سے اس لئے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم ایک دستکار اور پیشہ ور شہر کے باشندے ہو، تم روزانہ ہاتھ پاؤں کا کام کرتے ہو اور خوب سمجھ سکتے ہو کہ جب تک ہاتھ پاؤں کے دن بھر کے کام سے شام کے وقت کوئی چیز تیار نہ کرو رات کو مزدوری نہیں ملتی، نِرے سارا دن اوزاروں کو تیز کرتے رہنے سے شام کو مالک سے اُجرت مانگنا مخول ہوتا ہے، اسی حساب سے تم تیس ہزار آدمیوں کا پچھلی کشمیر کی تحریک میں جیلوں میں چلے جانا اور پھر کچھ نہ بنا سکنا ایک بے فائدہ عمل تھا۔ تم تیس ہزار جوش میں اپنے پیشہ ور لیڈروں کے کہنے پر چلے گئے اور پھر کچھ نہ بنا۔ یہ امر تمہارے لئے عبرت کا باعث ہونا چاہیئے تم اس لئے کچھ نہ بنا سکے۔ کیونکہ تم جماعت نہ تھے۔ صرف ایک ہنگامے میں علی الحساب شریک ہو گئے۔ اگر تم تیس ہزار بھیڑ ہونے کی بجائے تیس ہزار کی ایک جماعت ہوتے، کسی نظام کے ماتحت ہوتے، کسی مولوی یا لیڈر یا امیر کے حکم تلے ہوتے، عمل کی صحیح تعریف جانتے، ایک مضبوط رشتے میں جکڑے ہوتے، تو تم تیس ہزار بہادر ایک کشمیر کیا

تمام ہندوستان کو سر کرنے کے قابل ہوتے - مجھے تمہاری نادانی پر افسوس ہے کہ دستکار اور پیشہ ور ہو کر تم نے بے فائدہ عمل کیا، اب ہوش کے کانوں سے سنو کہ تمہارے سامنے صرف یہ خاکسار تحریک ہے۔ جس میں قیام جماعت کا راز ہے، صرف اسی تحریک کے اندر نظام ہے، صرف اسی کے اندر ہاتھ پاؤں کا عمل ہے، صرف اسی کے اندر نقدا نقد مزدوری ہے، صرف اسی تحریک کے اندر داخل ہونے سے تمہاری بگڑی بن سکتی ہے، تم اِن آنکھوں سے دیکھ لو کہ تحریک میں کیا طاقت نظر آرہی ہے، ہر شخص سپاہی بن رہا ہے، سپاہیوں کی قوت پیدا کر رہا ہے، نظام میں جکڑا ہوا ہے، ایک رسّی سے بندھا ہے، تم تئیس ہزار کشمیر جا کر کچھ نہ کر سکے اس لئے کہ سب علیحدہ علیحدہ دیتھ، مولویوں کی نمازوں کی طرح الگ الگ نمازیں پڑھتے تھے، راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوا تمہیں اُڑا کر لے گئی اور کچھ نہ بنا ہوش سے سنو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ کافروں کے عمل راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوا کرتے ہیں - ہوا اور تیز آندھی اس راکھ کو اُڑا لے جاتی ہے اور بکھیر دیتی ہے - اس راکھ کے ڈھیر سے کوئی طاقت حاصل نہیں (مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ) دیکھ لو قرآن کس قدر صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ بکھرنے والی جماعت کافروں کی جماعت ہے - قرآن حکیم میں کافروں کی تعریف "تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى"، کی گئی ہے یعنی باہر سے ایک نظر آتے ہیں لیکن اُن کے دل پھٹے ہوتے ہیں - لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ والی جماعت خدا والوں کی

جماعت نہیں، تم چونکہ نقد مزدوری روزانہ لیتے ہو سمجھ لو کہ کیوں تیس ہزار کے کشمیر جانے سے نقد مزدوری نہ ملی۔ چونکہ تم نے کوئی عمل نظام اور انتظام سے نہ کیا تھا کوئی نتیجہ نہ نکل سکا، سب عمل اور محنت راکھ کا ڈھیر بن گئی۔ سب **لو اشرکوا لحبطت اعمالھم** کے تحت میں آگئے یاد رکھو کہ شرک اور فرقہ بندی ایک شے ہے، شرک اور بدنظمی ایک شے ہے! اب تمہارے سامنے ایک نظام پیدا کرنے والی تحریک ہے، تم کو صاف بتلادیا ہے کہ اسلامی عمل صرف ہاتھ پاؤں کا عمل ہے، تم صاف دیکھ رہے ہو کہ خاکسار تحریک ہی صرف ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا کر رہی ہے، اس لئے اگر بگڑی کو بنانا اور جلد مزدوری حاصل کرنی ہے تو سب کے سب خاکسار تحریک میں شامل ہو جاؤ۔ تیس ہزار شامل ہو جاؤ گے اور نظام بنالوگے تو یاد رکھو کہ جلد بیڑا پار ہے۔

○

عنایت اللہ خان المشرقی رحمۃ
۲۹۔ نومبر ۱۹۳۲ء

مصنف۔ ٹھہریئے! اب آپ یک سرے کو چھوڑکر دوسرے سرے کی طرف جارہے ہیں۔ (اپنے دو فیصلے کیئے ہیں)

○

ہماری آنے والی کتابیں

○ انسانی مسئلہ
○ حملہ

آرڈر بک کرائیں

ان بیانات کو معاندانہ
اور مخالفانہ سمجھا جائے
یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت
کی تمہید یقین کی جائے میں
مولویوں اور علمائے دین کا
دشمن نہیں ہوں مجھے
ان سے کوئی ذاتی کاوش
نہیں ۔ میں صرف ان کے
بگڑے ہوئے مذہبی
تخیل اور کم نظری کا دشمن
ہوں اور مسلمان کی ذہنیت
کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں

مولوی کا

آجکل کا بنایا ہوا مذہب

(نادانستہ) غلط ہے۔ میں

اس غلط مذہب

کو روئے زمین سے مٹانے

اور اسکی جگہ نبویؐ اسلام

پھر رائج کرنے کے لیے

اٹھا ہوں۔

ایک لکنتر : علامہ المشرقیؒ

مسلمانو! گجرات کے اس عظیم الشان کیمپ میں جو ہماری پچھلی چار سال کی تاریخ میں خاکسار سپاہیوں کا ایک بیمثال اجتماع ہے اور جس کی کامیابی کا سہرا تمہارے شہر کے نیک نیّت سالارِ اکبر محترم میاں محمد شریف کے سر ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں بے چین کر دوں ، تمہارے اطمینان کہ الحمدللہ تم مسلمان ہو ، الحمدللہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے ہو ، خدائے واحد کے نام لیوا ہو ، جنّت کے حقدار ہو ، اللہ کے لاڈلے ہو ، تم پر دوزخ کی آگ حرام ہے ، وغیرہ وغیرہ ہاں تمہارے اطمینان کو مشکوک کر کے تمہیں سچا اور کھرا اسلام بتاؤں ۔ تم یہاں سے اٹھو تو پریشان ہو کر اٹھو ۔ گھر واپس جاؤ تو لڑکھڑا لڑکھڑا کر چلو ۔

تم پچھلے تین سو برس سے ذلیل ورسوا ہوتے گئے ہو اس لئے کہ تم تسلیوں میں مبتلا ہو، آرام کے کوتے بنا بنا کر مزے سے بیٹھے ہو، تم نے، تمہارے دماغ نے، تمہاری کند ضمیر کی آواز نے، تمہارے نفس نے، تمہارے ذہنی اور دینی پیشواؤں نے کئی قرنوں سے کسی ایسے خطرناک فکر اور سمجھوتے میں پرورش کی ہے کہ اب آنکھیں ہوہوا کہ اس پتلی حالت پر راضی ہو۔ الحمدُ للہ اس لئے کہتے ہو کہ آرام کی کوئی راہ پیدا ہو، خدا کا شکر کرتے ہو کہ کچھ کام نہ کرنا پڑے، شکر ادا کر کے خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہو کہ تمہاری بے محل خوشامد اُسے بھلی لگے اور تم سے کسی عمل کا اُمیدوار نہ ہو، تم خدا کو سمجھاؤ کہ اگرچہ وہ سب کچھ چھین کر لے گیا ہے اور غیروں کو دیا جاتا ہے مگر چھین جانے کا غم تو الگ رہا، ہم تو سرے سے کچھ مانگتے ہی نہیں! جو باقی ہے وہ بھی لے لے پھر بھی راضی ہیں۔ اگر غور سے دیکھو تو یہ اطمینان اور تسلیاں تمہارے کامچور نفس کی پیدا کی ہوئی ہیں، تمہارے دماغوں کا کھلا قصور ہے ورنہ کوئی ہوشمند شخص اس گھاٹے کے بعد جس میں تم ہو شکر گزار ہونا تو در کنار ایک لمحے کے لئے چین سے بیٹھ نہیں سکتا۔

مسلمانو! تمہارے قرونِ اُولیٰ کے باپ دادوں کے متعلق قرآن میں لکھا تھا کہ "خدا اُن سے راضی ہو گیا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے" (رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ) راضی ہونے کا دستور بھی یہی ہے کہ دونوں طرف رضامندی ہو، راضی ناموں میں جو تم دنیاوی عدالتوں میں کرتے پھرتے ہو طرفین راضی ہوا کرتے ہیں۔ دونوں طرف سے پسندیدگی ہوا کرتی ہے۔ آج خدا تم سے سب کچھ چھین چھین کر ناراضگی کا اظہار کر

رہا ہے، تمہیں بار بار کئی قرنوں سے تنبیہ کر رہا ہے کہ میں مسلمانوں کے رویے سے خوش نہیں ہوں مگر تم ہو کہ خدا کے اس چھیننے پر راضی ہو، نہیں بلکہ خود راضی ہو کر نفس کو دھوکا دینا چاہتے ہو کہ اس طرح خدا بھی خوش ہو جائیگا، اپنے نفس کے لئے الحمدللہ کہہ کر آرام تلاش کر رہے ہو کہ سہل چھٹکارا ہو جائے اور کچھ نہ کرنا پڑے۔ یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ خدا شدت سے ناراض ہو، دردناک سزائیں دے رہا ہو، سلطنتوں کے تختے الٹ چکا ہو، گھر سے بے گھر کر رہا ہو، بھوک اور ننگ دے رہا ہو، تجارت دولت، عزت سب کچھ تباہ کر چکا ہو، ہر مسلمان خوف میں گھرا ہو، بھوک سے عاجز آ چکا ہو اور تم چھیننے والے سے یہ امید رکھو کہ وہ لفظوں کی خوشامد سے سزا دینے سے باز آئے۔ اگر غور سے دیکھو تو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا صاف مطلب یہ تھا کہ خدا قرونِ اولٰے کے مسلمانوں کے کام سے راضی ہو گیا اور قرون اولٰے کے مسلمان خدا کے انعام سے راضی ہو گئے ایک طرف کام تھا دوسری طرف انعام جبتک کام ہوتا رہا انعام ملتا رہا راضی دونو طرف تھے، خدا کام لیتا تھا مسلمان انعام لیتے تھے، میرے چھوٹے سے دماغ میں نہیں آتا کہ تمہارے یک طرفہ رضامندی آج مسخرہ پن اور فریب نہیں تو اور کیا ہے۔

مسلمانو! غور سے سنو۔ خدا نے قرآن میں کہا تھا کہ اے مسلمانو! وقت آئیگا جب تم پر تمہارے اپنے کرتوتوں کے باعث غلامی کی بھوک، دشمن کے خوف، دولت میں گھاٹے، تجارت میں نقصان، کمی تعداد قحط الرجال، الغرض اجتماعی ذلت اور مسکنت کا امتحان نازل ہو گا، ایسے اڑے وقت میں ہم آزمائیں گے کہ تم کیا کرتے ہو، دیکھیں گے کہ تم کیا علاج تجویز کرتے ہو، وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (قرآن نے دوسری

جگہ صاف کہہ دیا تھا کہ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا جب کوئی مصیبت آتی ہے۔ بندوں کے اپنے ہی کئے سے آتی ہے۔

اما اصابکم من مصیبۃ فمن انفسکم، الغرض قرآن عظیم نے مسلمانوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ ذلت اور مسکنت کا وقت آنیوالا ہے اور اس وقت تمہارا امتحان ہوگا۔ اسی آیت کے عین ساتھ ہی اس امتحان میں پاس ہونے کا علاج

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ میں لکھ دیا تھا۔ اعلان کر دیا تھا کہ ”اس مستقل مزاج قوم کو خوشخبری دے دو جو مصیبت کے آنے کے وقت پکار اٹھتی ہے کہ ہم تو در اصل خدا کے ہی ہیں اور اسی خدا کے احکام کیطرف پھر رجوع کر کے خدا کو راضی کر لیں گے“ ان آیتوں کا مقصد یہ تھا کہ مصیبت اس وقت آئے گی۔ جب قانونِ خدا سے ہٹو گے۔ مصیبت اس وقت دور ہوگی جب قانون خدا کی طرف لوٹ آؤ گے، جب پھر خدا کا کہنا ماننے لگو گے جب پھر اس کے احکام پر عمل شروع کر دو گے، جب پھر روٹھے ہوئے اور ناراض خدا کو اپنے عمل سے منا لو گے۔ آج تمہاری مکاری اور تن آسانی نے اس عظیم الشان آیۃ کے معنوں کو توڑ مروڑ کر یہ معنے پیدا کر لئے ہیں کہ اے مسلمانو! خدا تمہارا دوست تو ہر حالت میں رہے گا کیونکہ تم ہی دنیا میں اس کے نام لیوا ہو لیکن کبھی کبھی تم میں سے کسی کو ذاتی طور پر بھوک اور خوف یا مالی نقصان یا رشتہ داروں کی موت کی خفیف آزمائش میں ڈال کر معشوقوں کی طرح تھوڑا سا دکھ دیا کرے گا۔ تم اس معشوقانہ آزمائش کو دیکھ کر صبر اور تحمل سے چپ چاپ بیٹھے رہا کرو، دوست کے دکھ دینے پر الحمد للہ پڑھتے

رٹا کرو، اور ساتھ ساتھ انا للہ و انا الیہ راجعون کا منتر دُھرا دیا کرو۔ خدا اس تعویذ کے پڑھ لینے کے بعد تمہیں خود بخود کشائش کرے گا۔ میں تمہیں صرف اس ایک آیت کی زندہ مثال دے کر بتلانا چاہتا ہوں کہ تم اور تمہارے مولویوں نے قرآن حکیم کے معنوں کو کس بدنیتی اور دیدہ دلیری سے بدل دیا ہے۔ عمل سے بھاگنے کے لئے کیا حیرت انگیز معنوی تحریف کلام خدا میں پیدا کر دی ہے آج ہر شخص کسی مسلمان کی انفرادی موت یا ذاتی نقصان پر انا للہ و انا الیہ راجعون کے الفاظ کس تسلی سے دُھراتا ہے، کس تسلی سے ان کا دُھرانا مذہبی فرض سمجھتا ہے، کس اطمینان سے سمجھتا ہے، انا للہ و انا الیہ راجعون کا پڑھ دینا ثواب ہے، کیا غیروں کو سمجھاتا ہے کہ مذہب اسلام چھو منتروں کا مجموعہ ہے، چند کلمے پڑھ لئے، خدا کو راضی فرض کر لیا، خدا لاکھ مصیبت ڈالے، گھروں کے گھر برباد کر دے، سلطنتوں کے تختے اُلٹ دے مگر اُس کو صرف اُس کی (معاذ اللہ) معشوقانہ ادا سمجھ کر چپ چاپ بیٹھ رہے الحمدللہ کے لفظ بار بار دہرا دیتے، گویا معشوق جُوتے مارے اور تم اُس کی ادا کو بے وجہ ناز اور تقاضائے حسن سمجھ کر خوش بخوش جُوتیاں کھاتے ہو۔ سمجھو کہ جوتیاں مخول میں مار رہا ہے اور نہ ویسے تو دل میں راضی ہے۔ انصاف کرو قرآن کے فرضی معنوں سے جو تم نے اپنی کامچوری کے باعث اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں تمہاری کسی مشکل کا حل ہو سکتا ہے؟ انصاف کرو کہ ادھر کروڑوں ستاروں اور آسمان و زمین کے مالک خدا پر افترا باندھ کر اس کو اپنا معشوق بنائے رہو، اُس کو اتنا محتاج اور چھچھورا سمجھو کہ تم سے صرف تمہارے نام لینے پر خوش ہو جاتے، اور اُدھر اُس سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ تمہاری مشکلوں کو گھر بیٹھے آسان کرتا رہے۔ مسلمانو! غور کرو کہ اس دجل و فریب

کو ادنیٰ سے ادنیٰ آقا بھی کیونکر منظور کر سکتا ہے۔

گجرات قرآن دانوں کا گھر ہے، پنجاب کے زندہ دلوں کا مسکن ہے، اس شہر کو اسلام فہمی کا مرکز سمجھا جاتا ہے اس لئے قرآن میں معنوی تحریف کی ایک اور حیرت انگیز مثال بیان کرتا ہوں مسلمانو! تم جانتے ہو کہ دنیا میں تمہاری سب سے جلد اُونچا چڑھ جانے کی وجہ تمہاری توحید تھی وہ شے جس نے تمہیں جلد جلد دنیا کی تمام نعمتوں کا مالک کر دیا تھا۔ تمہارا "خدا کو خدا ماننا" تھا تم نے اگر چھتیس ہزار قلعے اور شہر بارہ برس میں سر کر لئے تھے تو اُس "خدا کے زور" پر کئے تھے۔ اس حیرت انگیز حرکت اور عمل کا راز قرآن کے صرف دو جملوں اعْبُدُ اللّٰہَ اور لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا میں تھا جن کا ترجمہ آج تمہارے مولوی اور دین کے پیشوائیوں کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔ "عبادت کرو" کے معنے یوں سمجھائے گئے ہیں کہ پانچ نمازوں اور روزہ، حج کے علاوہ کونوں میں بیٹھ بیٹھ کر تسبیحیں چلایا کرو، چلے ہوں، ماتھوں پر رگڑ رگڑ کر محراب پیدا کرو، ڈاڑھی کی خاص وضع قطع ہو، ٹخنوں سے اُوپر پاجامہ ہو، مولوی کو کفن کی چادر ضرور ملے، عید کے روز سوِیاں ضرور ہوں، شب برأت کو حلوا ضرور ہو وغیرہ وغیرہ۔ "شرک نہ کرو" کی تشریح یوں کر دی ہے کہ "ہندوؤں کی دیبیوں کے آگے ماتھا ٹیکنا شرک ہے، اس لئے الحمدُ للّٰہ مسلمان شرک نہیں کرتے، قبروں کی پرستش یا پیروں کو سجدہ کرنا یا اپنی عورتوں کو پیروں کی "خدمت" کے لئے بھیجنا، خیر یہ معمولی باتیں ہیں "شرکِ خفی" ہو سکتا ہے، اصل شے شرکِ جلی سے بچتے رہنا ہے، خدا اِن باتوں سے ناراض نہیں ہوتا کیونکہ خدا اپنے نام لیواؤں سے کیونکر ناخوش ہو جائے۔ مولوی کہتا ہے کہ یہ کرو گے تو خدا وہ فضل کرے گا" تمام سلطنتیں انگریزوں سے چھین کر ہم عبادت گذاروں کو دے گا، انہیں تو بادشاہت

اس لئے دی ہے کہ یہ دُنیا مُردار کے پیچھے لگے ہیں "۔ مجھے سردار عبدالعزیز خان گورنر ہرات نے بارہ برس گزرے کہا کہ امان اللہ خان نے اپنے عہد سلطنت میں مسجدوں کے لئے گھڑیاں تجویز کیں کہ نماز وقت پر ہوا کرے۔ ملا بگڑ بیٹھے ایک ہرات کے مُلاّ نے فتویٰ دیا کہ گھڑیوں کی بدعت رائج کرنیوالا امان اللہ خان اور گھڑیوں کو تقسیم کرنے والا جنرل نادر خان دونوں کافر ہیں - نادر خان اس فتوے سے طیش میں آگیا اور حکم دیا کہ ملاّ کو توپ کے آگے اُڑا دیا جائے ۔ سردار عبدالعزیز خان کہنے لگے کہ اگر ہم کئی سردار اس وقت حاضر ہو کر جرنیل نادر خاں کے غصّے کو ٹھنڈا نہ کرتے اور ٹیلیفون کے ذریعے سے اس حکم کو منسوخ نہ کراتے تو غریب ملاّ کے توپ سے اُڑائے جانے میں دو منٹ کی کسر رہ گئی تھی، غریب صرف ٹیلیفون کی برکت سے بچگیا ۔ مولوی کہتا ہے کہ جب مسلمان یوں عبادت گزار ہو گئے تو فضل خدا سے انگریز بھاگ جائیں گے اور اُن کے ساتھ گھڑی اور ٹیلیفون بھی ختم کر دی جائے گی ۔ مسلمان آج عبادت اور شرک کی اس مولویانہ تشریح سے بڑا باغی ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس "عبادت" سے اور اس "شرک" کے نہ کرنے سے بھلا قلعے کیونکر فتح ہوں گے، انگریز کیونکر بمبئی کی راہ سے بھاگیں گے، ٹیلیفون اور گھڑی کو تو وہ اپنی آنکھوں سے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے، گھڑی کو اگرچہ مسلمانوں نے ایجاد کیا تھا لیکن گھڑی کو انگریزی ایجاد سمجھ کر اُس کا معتقد ہے لیکن مولوی کی عبادت کی تشریح پر اس کا اعتقاد کچھ نہیں جمتا ۔ وُہ خود مولوی کو دیکھتا ہے کہ عبادت گذار ہو کر روٹی کے لئے مارا مارا پھرتا ہے، مشرک نہ ہو کر بھی اُس کی بگڑی نہیں بنتی وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ مشرک انگریز ہندوستان پر سلطنت کر رہے ہیں، لیکن مسلمان ہے کہ ایک مسجد شہید گنج کو بھی واگذار نہیں کر سکتا۔

وہ صاف دیکھتا ہے کہ مشرک ہندو کے محلات آسمان سے باتیں کررہے ہیں لیکن مُسلمان کو سفید زمین پر پناہ نصیب نہیں۔ اس تمام تخیل کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان چلّے اور تسبیحیں توخیر خدا کی پانچ نمازوں اور روزہ، حج سے بھی باغی ہورہا ہے، اسلام کی سچائی کا دل سے منکر ہے، قرآن اُس کی سمجھ سے باہر ہوچکا ہے، ایمان کی معمولی خاصیتوں کو بھی خیر باد کہہ رہا ہے۔ یہ سب اس لیئے کہ عبادت کے نتیجوں اور شرک کے نقصانوں کو موٹر اور ٹیلیفون کی طرح آنکھوں کے سامنے صاف نہیں دیکھتا۔

مُسلمانو! اعبُدُ واللّٰہ کے الفاظ کا منشا یہ تھا کہ اے لوگو اللہ کے غلام بن جاؤ، اللہ نے جو حکم دیئے ہیں چوبیس (۲۴) گھنٹے ان کو مانو، چوبیس گھنٹے اُس کی فرمانبرداری میں لگے رہو، جو اخلاق کی تصویر قرآن نے پیش کی ہے چوبیس گھنٹے اُس پر کاربند ہو، جس طرح ایک عبد یعنی غلام اپنی مرضی کو آقا کے حکموں کے بالمقابل بالکل فنا کردیتا ہے، اپنے آرام یا نفس کی خواہشوں کی اُس کے حکم کے سامنے پروا نہیں کرتا، اُسی طرح تم اللہ کی غلامی اختیار کرو، اُس کی بندگی اور رقیت سے ایک لمحہ باہر نہ ہو، قرآن میں حکم ہے کہ میدانِ جنگ سے پیٹھ نہ پھیرو، اس لیئے اس کی عبادت اور غلامی یہ ہے کہ کٹ مرو مگر میدان سے نہ بھاگو، قرآن میں حکم ہے کہ فرقہ بندی نہ کرو اصلی عبادت یہ ہے کہ سب کے سب ساٹھ کروڑ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ایک صف بن کر رہیں، قرآن کہتا ہے کہ نماز پڑھو، روزے رکھو، حج کرو! زکواۃ دو، مالِ یتیم نہ کھاؤ، اپنوں پر رحم کرو، وعدہ وفا کرو، سچے بنو، غیبت نہ کرو، وغیرہ وغیرہ بیسیوں احکام ہیں، اصلی عبادت یہ ہے کہ ان حکموں پر چوبیس گھنٹے غلاموں اور بندوں کی طرح عمل کیا جائے نہ یہ کہ صرف نماز اور تسبیح کو عبادت سمجھا جائے اور باقی سب احکام کی پرکاہ کے برابر پروا نہ ہو۔

صاف دیکھ لو کہ اس عبادت سے کس قدر جلد تمام دُنیا کی بادشاہت مل سکتی ہے، کس قدر جلد یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ کی پیشگوئی پوری ہو سکتی ہے۔

الغرض عبادت کے قرآنی معنی غلام بننا ہے مسلمان جبتک اللہ کے غلام بنے رہے، دُنیا کی سب نعمتیں اُن کو ارزانی ہوئیں۔ جب اس مشکل غلامی کو چھوڑ کر آسان پانچ منٹ کی نماز کو "عبادت" بنا لیا، خدا بگڑ گیا، اسلامی قوت کا شیرازہ اُس اخلاق پر بندھا تھا جو قرآن میں درج تھا، جب مسلمان اُس اخلاق کے عامل نہ رہے شیرازہ بکھر گیا، اِدھر انگریزوں، اور ہندوؤں نے خدا کی عملی غلامی اختیار کر لی خدا انگریز اور ہندو کا طرفدار ہو گیا، انگریز، ہندو، مسلمان سب خدا کی مخلوق ہیں، سب پر اُس کا فیضِ عام جاری ہے وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے، وہ رَبُّ العالمین ہے، پس یاد رکھو جو اُس کا بندہ بن گیا خدا اُس کا ہو گیا۔ "لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا" کے الفاظ میں بھی وہی راز تھا اور ویسی ہی بد دیانتی ان الفاظ کے ساتھ کی گئی۔ خدائے عالم آرا نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ اے مسلمانو! میرے ساتھ کسی شَے کو (غور کرو شَے کا لفظ ہے صرف بتوں اور پتھروں کے الفاظ نہیں، شریک نہ کرو۔ اس کا مطلب صاف تھا کہ میرے سوا کسی شَے کے حکم کو نہ مانو، ماں باپ، بیوی اولاد، فرزند، جاہ، دولت باغیچوں، مکانوں الغرض کسی ماسوا کے کسی حکم کو میرے حکم کے ساتھ شریک نہ کرو۔ یہ اشیاء وہ سچے بت ہیں جو انسان کے ساتھ چوبیس گھنٹے لگے رہتے ہیں اور خدا کے تکلیف دہ حکموں سے ورغلاتے رہتے ہیں، یہ اشیاء سب میری ہی عطا کردہ ہیں اس لئے میرا حکم غالب ہونا چاہیئے۔ لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ اَحَدًا کے الفاظ میں بھی یہی

غیرت تھی اور مطلب یہ تھا کہ خدا اسقدر غیور اور توانا ہے کہ اپنے حکم کے ساتھ کسی دوسرے کے حکم کو شریک کرنا گوارا نہیں کرتا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کے الفاظ میں بھی یہی حکمت تھی اور منشا یہ تھا کہ میں نے دنیا کے جن وانس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس فطرت پر کہ وُہ میرے غلام بنے رہیں، یعنی جب تک میرا حکم مانتے رہیں گے دُنیا میں سربلند رہیں گے

جب ماسوا کا حکم مانا برباد ہو جائیں گے۔ یہ اس لئے کہ ماں، باپ، بیوی بچے، زر، زن، زمین کا حکم ماننے سے تمام قومی قوتیں مفقود ہو جاتی ہیں، ہر شخص اپنے اپنے بُت کی پرستش میں لگا رہتا ہے، قوم، ملک اور جماعت کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کرسکتا سب لوگ الگ الگ ہو جاتے ہیں اور قومی عصبیت کا نشان تک نہیں رہتا۔

مولوی نے آج اس لاتشرک بی شیئاً کے مشکل ترین حکم کو پتھر کے بتوں کا آسان شرک (یعنی لاتشرک بی صنماد حجرا) بنا کر پُوری ساٹھ کروڑ اُمّت کو شرک کے گناہ سے قطعاً مُبرّا کر دیا ہے۔ اب کسی مسلمان کو وہم تک نہیں گزرتا کہ وُہ خدا کو کسی زمینی خدا کے ساتھ شریک ہر دم اور ہر لحظہ کر رہا ہے، اُس کو معلوم نہیں رہا کہ وہ چوبیس گھنٹے ماسوا کا حکم مان کر اور صرف پانچ منٹ زمین پر سجدہ کر کے دراصل خدا کے اُس بڑے سے بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے جس کے متعلق خدا نے قرآن میں کہا کہ "سب گناہوں کو بخش دوں گا مگر شرک کو قطعاً نہ بخشوں گا"۔ آج یہی وجہ ہے کہ مسلمان کو کم از کم اس دنیا میں بخشا نہیں جاتا لیکن دوسری قومیں بخشی جا رہی ہیں۔ دوسروں پر خدا کی نعمتوں کا لگاتار مینہ برس رہا ہے۔ دوسروں کو خدا سلطنتیں بخش رہا ہے لیکن مسلمانوں سے سلطنتیں چھین رہا ہے۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں خدا کی بخشش کا یہ حال ہے تو دیکھ لو کر آگے

چل کر کیا حشر ہوگا۔

اس تمام توضیح سے گجرات کے مسلمانو! میرا یہ مطلب ہے کہ ہمارے پیشوایانِ دین نے کئی قرنوں سے قرآن حکیم پر وُہ خطرناک پردے ڈال دیئے ہیں اور ان پردوں پر اِس ضد سے اڑے ہیں کہ اب قرآن کی اس تشریح میں جو اِن کے پاس ہے مسلمانوں کی صاف ہلاکت ہے۔ مولوی اس لئے اڑا ہے کہ اُس کو قرآن کی صحیح تشریح اُس کی اپنی روزی کی صاف موت نظر آرہی ہے، اگر وہ قرآن کو کھول کر صاف بتلائے تو اس میں اُس کی اپنی دکانداری کی قبر ہے، وُہ اگر مسلمانوں کو ماسوا سے ہٹائے تو اپنے دن رات کے تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش کیونکر کر سکتا ہے۔ مجھے ایک بہت بڑے مولوی اور ایک مذہبی فرقے کے مشہور لیڈر نے نہایت شوخ چشمی سے ابھی تھوڑی مدّت ہوئی کہا کہ تم قرآن اور اسلام کو بے حد ننگا کر کے دکھاتے ہو، اسقدر صحیح اسلام بتاتے میں تمہاری جان کو خطرہ ہے، انگریز اس کو برداشت نہ کر سکیں گے، تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم اپنے مضامین کو شائع کرنے سے پہلے میرے پاس بھیج دیا کرو تاکہ میں اُس کو اشاعت کے قابل بنا سکوں۔

مسلمانو! اگر اس پگڑ باندھے ہوئے مولوی کا نام تمہیں بتا دیتا تو تم حیران ہو جاتے اور میری کہانی کو کبھی یقین نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدّت ہوئی نواب بہادر یار جنگ نے حیدر آباد دکن میں مجھے ایک خط مسلمانوں کے ایک بہت بڑے کتب فروش رہ نما کا دیا یہ خط نواب بہادر کی اُس دعوت کے جواب میں تھا کہ خاکسار تحریک میں شامل ہو جاؤ۔

محترم رہ نما نہایت دیدہ دلیری اور بیحیائی سے نواب موصوف کو لکھا کہ " تمہارا مہدوی فرقہ میں ہی جو چار سو سال سے کام کر رہا ہے رہنا درست ہے۔ تمہیں خاکسار تحریک میں شامل ہو کر کیا فائدہ ہوگا۔

مجھے بھی علیحدہ ہی کام کرنے دیجئے۔" ایک اور ہندوستان کے باہر کے پگڑ دار مولوی سے جو ہر دم اتحاد اتحاد کا ڈھونگ رچاتا ہے، جب تحریک میں شامل ہو کر کام کرنے کے لئے کہا گیا تو کئی ہفتوں تک دعوت دینے والوں کو نرے دھوکے میں رکھا، جب بیلچہ اور وردی پہننے کا وقت آیا تو مکر گیا، اب صاف مخالف ہے بلکہ خاکساروں کو ورغلا کر اپنے فرقے میں شامل کر رہا ہے! ان بیانات کو شاید معاندانہ اور مخالفانہ سمجھا جائے یا مولوی سے کسی ذاتی مخالفت کی تمہید یقین کی جائے میں مولویوں اور علمائے دین کا دشمن نہیں ہوں، مجھے اُن سے کوئی ذاتی کاوش نہیں ہے، بلکہ صرف اُن کے بگڑے ہوئے مذہبی تخیل اور کم نظری کا دشمن ہوں اور مسلمان کی ذہنیت کو جلد از جلد بدلنا چاہتا ہوں۔

مسلمانو! اگر قرآن کو [illegible] زمین پر آج پھر عملاً دیکھنا چاہتے ہو تو قرآن کی صحیح مگر دھندلی سی تصویر "خاکسار تحریک" ہے۔ یہ تصویر اسلام کے سچے اور مخلص کارکنوں مثلاً ہمارے شہر کے سالارِ اکبر محترم محمد شریف کی شبانہ روز سعی سے روز بروز بہتر اور تیز تر ہو رہی ہے۔ ہم خاکسار کے متعلق قرونِ اولیٰ کے ادنیٰ ترین مسلمان کے برابر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ خاکسار سپاہی آج اس وقت، ہاں اس روحانیت اور مذہب کے فقدان کے زمانے میں اپنے خلوص، اپنی خدمتِ خلق، اپنی محبت اپنی نا فرقہ بندی، اپنی سپاہیانہ قابلیت، اپنی انسانی ہمدردی اپنی اطاعت امیر، اپنے نظم و نسق، اپنی انتظامی قابلیت، اپنی لیڈرانہ استعداد، اپنے خدا سے لگاؤ، اپنی سچی بُت شکنی، اپنی اصلی توحید کے باعث اور مسلمانوں سے ہزار درجے بہتر مسلمان بن رہا ہے۔ وہ بیچارا غریب ہو یا امیر، صف میں کھڑا ہے، اُس میں غرور نہیں، اُس میں آرام جان کا بُت نہیں، اُسکو دھوپ میں کھڑا کر دو، کھڑا ہے، زمین پر بٹھا دو، بیٹھا ہے اس

کے سامنے سب مسلمان عملاً برابر ہیں، اس کی کسی مسلمان سے عداوت نہیں۔ وہ اپنے اپنے عقیدے پر مضبوطی سے جما ہے لیکن بااینہمہ اس کو کسی دوسرے فرقے کے مسلمان سے عناد نہیں، وہ دوسروں کے آرام کی خاطر فرہاد کو کٹھن سا عمل کرتا ہے، دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی خاطر جان پر کھیل جاتا ہے۔ تمام ہندوستان میں پشاور سے راس کماری اور لاہور سے رنگون تک ایک ہوا ہے۔ خاکساروں کی یکساں رُوحانیت ہے ابھی ابھی پشاور کے سلیم بہادر اور بشیر احمد صدیقی نے، لاہور کے فیروز بہادر اور صدیق بہادر نے، موہڑہ دینس کے ایک اولیا صفت خاکسار محمد خان نے کوہاٹ کے خاکسار جمعہ خان اور ان کے علاوہ بیسیوں خاکساروں نے وُہ زہرہ گداز خدمتیں کی ہیں کہ ہم ان پر فخر کر سکتے ہیں۔ یہ سب مسلمان قرآن کے زندہ اشتہار ہیں، قرآن پر زندہ یقین رکھتے ہیں، قرآن کے نفع مند ہونیکے قائل ہیں، ٹیلیفون، موٹر وائرلیس اور انجن سے زیادہ اس کے ہوتے قائل ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ مسلمان کی نجات عمل میں ہے، قرآن کو چومنے میں نہیں۔ قرآن حکیم پر عمل کی تصویر جو تم آج اس کیمپ میں دیکھ رہے ہو اور جو صرف ایک نیک نیت سردار کے عمل کا نتیجہ ہے روز بروز زیادہ مؤثر ہوتی جائیگی روز بروز منزل مقصود نزدیک تر ہوتی جائیگی، روز بروز خدا متوجہ ہوتا جائے گا، بشرطیکہ تم سب کے سب اس تحریک میں شامل ہوتے جاؤ، تمام شخصیتوں کو فنا کر دو، نہ دیکھو کہ تمہارا اس وقت سردار کون ہے، کس جاہ کا مالک ہے عنایت اللہ کی شخصیت کو فنا کر دو، محمد شریف کی شخصیت کو نہ دیکھو، صرف یہ دیکھو کہ مسلمانوں کی ایک قطار بن رہی ہے، دائم اور قائم قطار بن رہی ہے، نتیجہ خیز قطار بن رہی ہے منزل تک پہنچانے والی قطار بن رہی ہے۔ ہنگامی مجلسوں اور بلند بانگ انجمنوں کی طرف

جو تالاب کے کھمبوں" مشروم[1] کی طرح الیکشن اور شہید گنج کے مسئلوں پر اُٹھ رہی ہیں، آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو۔ ان بانیانِ قوم کا بارُود ختم ہو چکا ہے، ان کے اندر ہمارے ادنٰے سے ادنٰے سپاہی کی رہنمائی کی قابلیت نہیں، ان میں ہمارے چھوٹے سے چھوٹے خاکسار جتنی طاقت تحمل و برداشت نہیں یہ سب مِٹ جائیں گے اور خاکسار تحریک ہے گی کیونکہ بے غرض اور بغیر چندہ کے چل رہی ہے، کیونکہ خدا کے سچے اور مخلص بندوں کا اجتماع ہے نہ کونسل میں جگہ لینے کی غرض ہے، نہ مسجد شہید گنج کو آڑ بنا کر فائدہ حاصل کرنے کا مُدعا ہو نہیں، خواہ تم بڑی عمر کے ہو یا چھوٹی عمر کے، امیر ہو یا غریب، عالم یا جاہل اس تحریک میں شامل ہونے کا حجابٔ ہونا چاہیئے۔ یاد رکھو کہ قرونِ اولٰے میں محمد بن قاسم جو ہندوستان آکر سندھ فتح کر گیا سترہ برس کا نوجوان تھا۔ اس کے نیچے کم و بیش بیس ہزار فوج تھی، اس بیس ہزار فوج میں کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ سب کے سب سترہ برس سے چھوٹے سے چھوٹے تھے، کیا سب کے سب محمد بن قاسم سے کم تجربہ کار تھے، نہیں، مساوات اور عشق دونوں میں آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں کوئی نہیں دیکھتا کہ کون سردار ہے، کس عمر کا ہے، کس قابلیت اور وجاہت کا مالک ہے، فاروق اعظم رض جب اپنے غلام کو اونٹنی پر سوار کر کے یروشلم میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے مساوات کے نشے میں سرشار تھے، وہ نہ دیکھ سکتے تھے کہ غلام سوار ہے اور امیرالمومنین پیادہ پا، ان کو اس عشق میں کچھ سوجھتا نہ تھا۔ اس لئے مسلمانو! سب کے سب شامل ہو جاؤ، مسلمانوں کی ایک قطار پھر بنا دو، نہ دیکھو کہ یہ تحریک گناہگار اور رُو سیاہ عنایت اللہ کی ہے یا نیک بخت اور کارکن محمد شریف کی۔ صرف دیکھو کہ خدا کی تحریک ہے، مسجد شہید گنج کے دکھڑوں سے مسلمانوں

---

[1] مشروم:- کلاہ باراں جو برسات میں جھٹ پٹ گر پڑتی ہیں۔

کو ہمیشہ کے لئے آزاد کرانے کی تحریک ہے۔ مسجد شہید گنج کا زخم یاد رکھو ہم
خاکساروں کو بھی اسی طرح لگا ہے، ہم اسے کبھی نہ بھولیں گے۔ ہم نے
اس مسجد کے سلسلے میں عظیم الشان قربانیاں کی ہیں۔ ہمارے چار خاکسار
گولی کھا کر شہید ہوئے، ہم نے ڈھائی سو اسیرانِ قید کو عدالت میں جا
کر رہا کرایا، تین سو زخمیوں کی مرہم پٹی کی بیسیوں مردوں کو دفن کیا،
لاہور میں مارشل لاء کے زمانے میں علانیہ مسجدوں میں نماز پڑھتے
رہے، امیرِ ملت بنانے کا تخیل مسلمانوں میں پیدا کیا، پیروں کی پیری
کی حقیقت کو واضح کیا۔ الغرض جو کچھ کیا خدا کے لئے کیا، کسی پر احسان
دھر کر نہیں کیا۔ اب بھی اس مسجد کے بارے میں جو ہو سکے گا کرینگے،
جب کوئی موقعہ مفید نظر آئیگا، میدان میں کود پڑیں گے، لیکن سعی
لاحاصل کرنا اور ناحق سر کٹوانا ہمارے پروگرام میں داخل نہیں، مسجد
کو آڑ بنا کر اپنے لئے کچھ پیدا کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو جس قدر
جلد خاکسار تحریک میں داخل ہو گے، جسقدر جلد دس لاکھ باوردی
اور بابیلچہ سپاہی پیدا کر دو گے، اسی قدر جلد تمہاری بگڑی بن
جائے گی۔

عنایت اللہ خان المشرقی رح

۱۰ راگست ۱۹۳۶ء

میرے نزدیک مسلمانوں کو کسی حقیقت کے منوانے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ اُن
سے بحث نہ کیجائے۔ حقیقت کو کھلے الفاظ میں پیش کر کے اُنکو اپنا چھوڑ دیا جائے، وہ خود اُس کو
اپنے طور پر اور سب سے پہلے لیں گے، اُسکو اپنی ملکیت اور جائداد بنالیں گے، اُسکی مخالفت
میں ایک حرف کہنے سے بچیں گے۔ اسکو اپنی زندگی کا شعار بھی بنالیں گے، ایک ہزار برس میں ختم
نہ ہونے والی بحثیں اسطرح چند برسوں میں ختم ہوسکتی ہیں۔ لیکن اگر مقابلہ اور لڑائی یا نمائش اور خودستائی
ہے تو مسلمان سورج کو بھی روشن ماننے کے لیے تیار نہیں۔

علامہ المشرقی رح

مصنف کی اسٹاک میں موجود کتب

١۔ مقالات مجلد قیمت -/۴۲ روپے

۲۔ حدیث القرآن " -/۳۳ "

۳۔ ارمغانِ حکیم " عام کاغذ ۲۴/ و اعلیٰ ۴۰

۴۔ دہ الباب " " " "

۵۔ حریم غیب " " " "

۶۔ اشارات " " اعلیٰ ۱۵/۶ "

۷۔ خطاب مصر -/۱۰ روپے

التذکرہ (پبلی کیشنز)

اب صحیح راہ یہ ہے کہ
مولویوں کی اس تعلیم کے خلاف
بے پناہ جہاد کیا جائے
ان کے مکر و فریب کا صاف
پول کھول دیا جائے - ان کی
خطرناک تعلیم کے بخیے
ادھیڑ دیئے جائیں - انہیں
اپنی شرمناک غلطیوں کا
احساس دلایا جائے
ان کے قرآن پر فریب ایمان کو
یا جن تسلیوں میں یہ
مبتلا بیٹھے ہیں -
ان کو قرآن پر سے پردے
ہٹا کر متزلزل کر دیا جائے
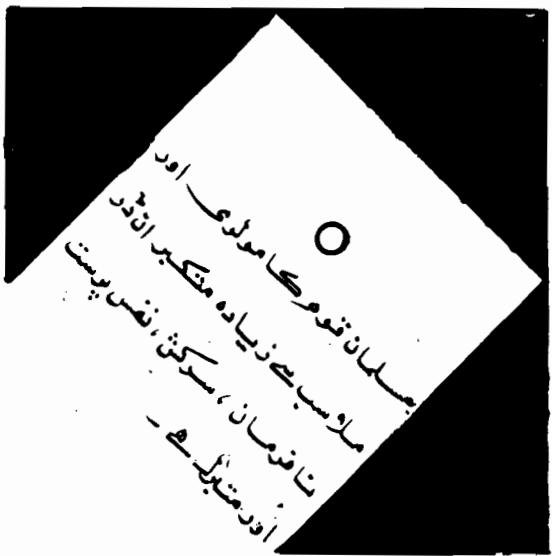
مسلمان قوم کا مولوی اور
ملا سب سے زیادہ متکبر، نڈر
نافرمان، سرکش، نفس پرست
اور متکبر ہے۔

لاھور کے خاکسار سپاہیو! خاکسار جانبازوں کے مرکزی کیمپ سے پہلے جو عنقریب ۲۵ سے ۲۸ مارچ تک دارالسلطنت دہلی میں ہونے والا ہے تمہارا یہ مقامی جنرل کیمپ بعض خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے جو پہلے کیمپوں میں موجود نہ تھیں۔ میں نے تمہارے ایک کیمپ پر لاہور کو سخت بُرا بھلا کہا تھا۔ اس شہر کو گہرا اخلاقی اور اجتماعی بُرائیوں کا مرکز اور اس کے سرداروں کو خاکسار تحریک کے سب سے بڑے سردار کہا تھا۔ لاہور کے متعلق جہاں مجھے اپنے پہلے بیانات سے انکار نہیں وہاں اس بات کا اقرار ضرور ہے کہ لاہور نے میری سخت فہمائش اور ناملائم تنبیہ کو جلد قبول کرلیا، لاہور کی رگِ حس اس سخت گیری پر جلد سے جلد پھڑک اٹھی، لاہور کو اس امر کا احساس ہو رہا ہے کہ اگرچہ خاکسار تحریک کا رُوحانی مرکز خدا اور قرآن ہے، اگرچہ ہندوستان کے مسلمان

صرف خدا اور قرآن کو پھر دیکھ کر اپنی غفلتوں اور درماندگیوں کا جائزہ لینے کے لئے اٹھے ہیں، اگرچہ تحریک کو دھکیلنے اور مسلمان کو نیند سے اُٹھانیوالی طاقت مسلمان کے اپنے ضمیر کی آواز اور اپنے ہوش وخرد کی پکار ہے لیکن لاہور تحریک کا کم از کم جغرافیائی مرکز ضرور ہے، لاہور کی طرف ہندوستان کی ظاہری آنکھیں ضرور لگی ہیں، لاہور تحریک کا جسمانی قالب ہے، لاہور رُوح نہ سہی کچھ نہ کچھ گوشت پوست بے شک ہے۔ اس احساس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تمہارا سردار محترم عبدالرشید جانباز مرکزی کیمپ کے سلسلے میں دہلی میں حکماً حاضر ہے اور تم یہاں ایک پُر رونق کیمپ کر رہے ہو۔ تمہیں اب اپنے غائبانہ سردار کی عزّت بھی ملحوظ ہے۔ محترم شاہ دین اسلم نے جو قائم مقام مقرر ہوا ہے تحریک میں ایک نیا اور ہنگامی دوران خون پیدا کر دیا ہے، اُس کو نہ صرف اپنی عزّت اور خودداری کی پچ ہے بلکہ اپنے سردار کی عزّت پیش نظر ہے۔ مسلمان میں اب اس چار سال کی کھینچا تانی اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کرنے کے بعد اس قدر سلیقہ بلکہ عزّتِ نفس پیدا ہو چکی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کی عزّت کو اپنی عزت سمجھنے لگا ہے۔ سینوں سے کینے اور حسد نکل رہے ہیں، جمعیت اور جماعت پیدا ہو رہی ہے وحدت کی ہوا بندھ رہی ہے۔ مسلمان نے جس دن جماعت کی عزّت کو اپنی عزّت سمجھ لیا اور اس عزّت کو برقرار رکھنے کی ہٹ پیدا کر لی، ایک ناقابل شکست جماعت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ جماعت کا تعلق، یاد رکھو، دل سے ہے، دلوں کی فراخی اور کشادگی سے ہے، شرح صدر سے ہے جس وقت قوم کے سینے کھل جاتے ہیں، جس وقت دلوں کی تنگیاں اور سیاہیاں محبّت اور رواداری کے میدانوں اور نوروں سے بدل جاتی ہیں، ہاں جس وقت خدا کی رحمت کا نرم نرم ترشح دلوں

کی سنگلاخ زمینوں کو یکسر نرم کر دیتا ہے، اور کسی کو کسی سے کچھ دریغ، کسی کی کسی سے کچھ غرض، "کسے را با کسے کارے" کسی کی کسی سے کچھ لاگ نہیں رہتی تو "جماعت کا بہشت" پیدا ہو جاتا ہے، میرزا غالب نے اپنے معشوق کی تعریف میں "جنت نگاہ" اور فردوس گوش" باندھا تھا، میں کہتا ہوں کہ سینوں کی فراخی سے "بہشت عمل" پیدا ہو جاتا ہے، اس وقت ہر شخص عمل کے سرور میں مست، اتحاد کے کیف میں مخمور نہیں طاقت اور زور کے خمار میں بے چین الغرض رس بھرے اور محبت کے رسیا دلوں کے مساموں سے طاعت اور تسلیم کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہیں اور جماعت پیدا ہو جاتی ہے۔ تم کسی زندہ قوم کے دلوں کو چیر کر دیکھو، حمیت کے خون اور اطاعت کی بوندوں سے بنے ہونگے ہر شخص اپنے سوا باقی سب کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوگا۔ ہر شخص اپنے نفس کو دکھ دے کر ہر دوسرے کی مدد کے لئے تیار ہوگا۔ ہر ایک اپنے آپ کو فنا کر کے جماعت کی بقا چاہے گا اپنے آپ سے دشمنی اور اپنے سوا سب سے سچی دوستی ہوگی، اپنے غم کو بڑھا کر باقیوں کا غم غلط کر رہا ہوگا، بے مزد اطاعت اور بے اجر محبت ہوگی، اشاروں سے حکم جاری ہوں گے، پلکوں کے اشاروں سے ان کی تعمیل ہوگی، انگلیوں سے حرکتیں ہوں گی، آنکھوں سے ان حرکتوں کا جواب ہوگا۔ غور کرو کہ سب زندہ قومیں سنجیدہ اور خاموش کیوں ہیں؟ اس لئے کہ طاعت اور تسلیم کے سوا کچھ نہیں جانتیں، اس لئے کہ عمل کے بہشت میں بس رہی ہیں نَزَعْنَا فِی صُدُوْرِھِمْ مِنْ غِلّ کی مصداق ہیں، کینے اور دلوں کی میل ان کے سینوں سے نکل چکی ہے! اب ایک جنت کا عالم ہے جس میں سب طرف سے سلام سلام کی آواز آ رہی ہے۔ مُردہ قوموں میں کیوں چھچھورا پن ہے، ان میں کیوں پاکھنڈ مچا ہے، ہاں اس لئے کہ کوئی

کسی کی نہیں سُننا، اِس لئے کہ سب کے نفس موٹے ہیں، سب اپنے آپ اور اپنی ذات کو بنانا چاہتے ہیں، سب اپنی سُنانا اور کچھ سُننا نہیں چاہتے، یاد رکھو جو قوم سُن رہی ہے خاموش اور طاقتور ہے۔ جو سُنا رہی ہے کمزور ہے اور اُس کے اندر شور مچا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی نقطۂ نظر سے "بدترین حیوان (شَرّالدواب) اُس قوم کو کہا ہے جو نہیں سنتی۔ اسی نگاہ سے انسانیت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کی قوم خاموش رہے اسی تقاضے سے حدیث میں خاموشی اور تسلیم کو ایمان کہا ہے۔ بہشت کا سامان خدا نے قرآن میں بتایا ہے کہ وہاں کسی کی کسی سے لاگ نہ ہوگی، سب سینے پاک صاف ہوں گے، سب طرف سے سلام سلام کی آواز آئے گی کامل خاموشی اور امن ہوگا، برخلاف اس کے جہنم میں زفیرٌ و شہیقٌ کا سماں ہوگا۔ اس میں کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی، بلند صداؤں کا کہرام مچا ہوگا، بحثیں اور ایک دوسرے کو طعنے ہوں گے، ہر ایک دوسرے کو ملزم اور مجرم گردانتا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانو! صاف دیکھ لو کہ قرآن کا دوزخ اور بہشت کیا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی قرآن کو دیکھ کر کئی سو سال بعد کہا:۔

"بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را باکسے کارے نباشد"

خاکسار سپاہیو! میں خوش ہوں کہ تمہارے سینے فراخ ہو رہے ہیں، خوش ہوں کہ تم غیر حاضر سردار کی عزت کو اپنی عزت سمجھ رہے ہو، خوش ہوں کہ تمہارا حاضر اور قائم مقام سردار اس نیت سے کام کر رہا ہے کہ جماعت کی عزت بنی رہے، خاموشی، اطاعت اور امن تم میں ضرور پیدا ہو رہے ہیں، جو سردار ادارۂ علیہ کے حکم سے نگاہوں

سے اوجھل کر دیا جاتا ہے تم اُس سے نگاہیں ہٹا لیتے ہو، جو سامنے آ جاتا ہے اس کے اشاروں کے منتظر رہتے ہو، سردار کے عہدے کی تمہیں قدر ہونے لگی ہے، سردار کی ذات سے بحث کم ہو رہی ہے۔ یہ سب امور اس کی دلیل ہیں کہ تم عمل کے بہشت میں رفتہ رفتہ بس رہے ہو، تمہاری نیت قوم کو بلند کرنے کی ہو رہی ہے، ہاں جماعت صحیح معنوں میں جماعت بن رہی ہے۔ تھڑدلیاں بے شک کم رہی ہیں، حسد اور ذاتیات گھٹ رہی ہیں، کیریکٹر بلند ہو رہا ہے، یاد رکھو جماعتیں سامانوں اور مکانوں دفتروں اور خزانوں سے نہیں بنتیں، صرف کیریکٹر اور بلند اخلاق سے بنا کرتی ہیں، وہی جماعت سب سے زیادہ زور آور ہے جس کے اندر سب سے زیادہ امن، سب سے زیادہ خاموشی اور اطاعت، الغرض سب سے زیادہ بلند کیریکٹر اور اخلاق موجود ہے، پچھلی جنگ عظیم میں انگریز جرمنوں پر کیوں بازی لے گیا اور درآنحالیکہ جرمن کے پاس ایک کے مقابلے میں دس توپیں تھیں، یہ اس لئے کہ انگریز کا کیریکٹر نسبتاً بدرجہا بلند تھا، انگریز اپنے سردار کی کامل اطاعت کا نمونہ تھا، انگریز انتہائی طور پر خاموش تھا، بک بک کر کے اپنے قوم کے راز کو، قوم کی آن کو، قوم کی شان اور خودداری کو رسوا نہ کرنا چاہتا تھا، انگریز کے ماتھے پر کبھی بل نہ پڑا، وہ خوش بخوش کام کئے جاتا تھا انگریز مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (یعنی تمہیں وہ لوگ ہو کہ عمل میں ہم نے تمہارے ماتھے پر کوئی تنگی نہیں رکھی) کی صحیح تصویر تھا، انگریز انتہائی مصیبت کے وقت بھی اپنے بادشاہ سے نہیں بگڑا، ناشکر گذار جرمن قوم نے اُسی بادشاہ کو تخت سے اتار دیا جس نے اس قوم میں خطرناک طاقت اور عسکریت پیدا کر دی تھی، انگریز کا بادشاہ اگرچہ برائے نام بادشاہ تھا مگر انگریز اُس کے

وقار قائم رکھنے میں سرگرم تھا، انگریز کو ضد اور غیرت تھی کہ اس
برائے نام بادشاہ کی رسوائی اس قوم کو غیر کی نظروں میں رسوا نہ کرے۔
جرمن بے غیرت تھا کہ تیر زنی سکھانے والے پر تیر مار گیا۔ مجھے تعداد
یاد نہیں لیکن ایک بڑے ماہر جنگ جرمن نے اپنی قوم کی برائیاں گناتے
لکھا کہ اتحادی جنگ عظیم میں جرمنی سے اس لئے جیتے کہ ان کے سپاہیوں
میں بے حد اطاعت امیر تھی، انگریز کی اپنے امیر کی اطاعت جرمنوں کے
بالمقابل دس گناہ زیادہ تھی، گویا اس ہولناک جنگ میں اگر نافرمانی

کی وجہ سے انگریزوں نے اپنی فوج کے چار ہزار سپاہیوں کو گولی سے اڑا
دیا تو جرمنی میں چالیس ہزار جرمن، اسی جرم کے بدلے موت کے گھاٹ
اتار دیئے گئے۔ جس قوم میں حکم امیر پر یہ شور و شر ہو وہ خدا کی نگاہوں
میں کیونکر سرفراز ہو سکتی ہے؟ جس قوم کے دلوں کی زمینیں سخت
ہوں خدا اُن سے کیا نرم سلوک کر سکتا ہے۔؟

قرآن حکیم میں کائنات کی

عام اطاعت

خدائے عزوجل نے قرآن عظیم میں اطاعت پر ہر جگہ وہ بے پناہ
زور دیا ہے کہ قرآن کا ہر ورق اس جہاں کشا تعلیم کا عکس آئینہ ہے
" وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ " کہہ کر صاحب غور و فکر
کو جتلا دیا ہے کہ ستارے اور درخت (گویا آسمان کی مخلوق اور زمین
کی مخلوق) خدا کے قانون کے آگے جھک رہی ہے، دَابَّۃ اور

ملئکۃ یعنی حیوانات اور فرشتوں کے متعلق حیرت انگیز انکشاف کیا کہ ان میں سے ہر ایک کو خدا کی اطاعت کا مکمل علم ہے، لیکن انسان اس اطاعت اور تسلیم کو نہیں سمجھتا۔ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ولٰکن لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ۔ اسلام کا لفظ قرآن میں **اطاعت** کا صحیح ہم معنی ہے، اس بنا پر قرآن نے اعلان کر دیا کہ زمین اور آسمان میں جو کچھ موجود ہے "مُسلمان" ہے گویا مطیع قانونِ خدا ہے، فرمانبردار ہے:۔ لَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اور وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا۔ ان عام محاکموں کا دائرہ ذرا تنگ کر کے قرآن نے جنّ و انس کی تخلیق اور دنیا کی ہر ذی رُوح شے کے وجود کی لِم اور توجیہ صاف اور بے گمان الفاظ میں فرما دی کہ دنیا کی سب ذی ہوش اور ذی عقل مخلوق پیدا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ میرے (یعنی خدا کے) غلام بن کر رہیں، خدا کے قانون کی پوری تعمیل کریں۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ؁ (میرے زیرِ حکم رہیں)، گویا اطاعت اور عبدیت ان کی مٹی میں خمیر کر دی گئی ہے، یہی ان کی وجہ تخلیق اور یہی ان کے وجود کا باعث ہے۔ جنّ و انس سے قطع نظر زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد پہلا سوال جو خدائے برتر نے آسمان و زمین سے پوچھا نہایت دلچسپ اور عبرت انگیز ہے، پوچھا گیا کہ اے آسمان اور اے زمین وجود میں آنے کے بعد اب کیونکر میرے سامنے آیا کرو گے؟ خوش بخوش اور مطیع بن کر یا تنگ دل اور ناراض ہو کر؟ (طَوْعًا اَوْ کَرْھًا) آسمان اور زمین دونوں سے جواب آتا ہے کہ اے خالقِ کائنات! ہم خوش بخوش اور مطیع ہو کر آیا کریں گے! خوشی اور ناراضگی کی یہاں کیا گنجائش ہے۔ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ

اِئۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا قَالَتَا اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ ۴۱ : ۱۸

یہ تمام اس لئے کہ قرآنِ حکیم کی نگاہوں میں اس زمین و آسمان کی چار دیواری کے اندر مالک اور خالق کے قانون کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں، فرار ہونے کا کوئی رستہ نہیں، بھاگ کر نکل جانے کے لئے کوئی رخنہ، کوئی سوراخ، کوئی فتور باقی نہیں۔ قرآن نے صلائے عام اور جنرل چیلنج دے دیا کہ اگر اس کون و مکان کے اندر کسی خوش اسلوبی سے رہنا چاہتے ہو تو خدا سے گذارہ کی واحد صورت یہ ہے کہ قانونِ خدا کی اطاعت کرو، اطاعت اور تسلیم اسلام اور انقیاد کے بغیر اس جہانِ سعی و عمل کے اندر کوئی جائے پناہ نہیں! يَا مَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ۔

اقوام کی اطاعت اور اطیعوا الرسول

کے معانی

عالم آراء اطاعت اور تسلیم کے ان عام اشاروں سے گزر کر قرآن خالص حکموں کی طرف آتا ہے، زمین آسمان، دَآبَّہ اور مَلٰٓئِکَۃ، جن و انس سے گزر کر قوموں اور انسانی گروہوں کی طرف توجہ کرتا ہے تو اطاعت کے متعلق پھر وہی تاکید اور اصرار حتیٰ کہ تکرار ہے۔ قوموں کو سرفراز کرنے کے لئے رسول آتے رہے؛ قرآن کی نصِ صریح کے مطابق ہر قصبے، ہر قریے ہر اُمت میں رسول آئے انہوں نے اجل زدہ اُمتوں کے سامنے خدا کا قانون پیش کیا، قانون خدا کو اُمتوں کے

سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ اُمتوں اور بستیوں میں وہ کیریکٹر اور بلند اخلاق پیدا ہو جائے جو اس دُنیا میں فتح و ظفر کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے لیکن قرآن انسانی اُمتوں کے بارے میں اطاعت خدا کیساتھ اطاعتِ رسُول بھی ضروری اور لابدی قرار دیتا رہا۔ یہ اس لئے کہ رسول جب تک زندہ تھا اُس انسانی گروہ زندہ امیر تھا اُس زندہ امیر کے منہ سے دیئے ہوئے حکموں کی اطاعت ہی اُس قوم کا شیرازہ باندھ سکتی تھی، جس انسانی گروہ کا ایک ناطق اور بولنے والا فرمانروا موجود نہیں اور جس قوم میں اُس بولنے والے اور مُنہ سے حکم دینے والا امیر کے حکموں کی تعمیل کی اہلیت پیدا نہیں ہوتی وہ قوم صرف قانون خدا اور آیئن فطرت پر چل کر جماعت کے رتبے پر ہرگز نہ پہنچ سکتی تھی۔ قرآن نے اعلان کر دیا، کہ نہیں، اطاعت خدا کے ساتھ ساتھ رسول کے منہ بولے حکموں کی اطاعت بھی اُسی قدر لازمی ہے۔ ہم رسول بھیجتے ہی اسی مطلب کے لئے ہیں کہ اُس کے دیئے ہوئے فوری حکموں کی فوری اطاعت کیجائے۔ مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ)

جس قوم نے اُس زندہ امیر کے حکموں کی اطاعت کی اُس نے گویا خدا کی اطاعت کی (مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ) الغرض زمین و آسمان، دَابَّۃ اور مَلٰٓئِکَۃ جن و انس اور کل کائنات سے قطع نظر، انسانی اُمتوں کے لئے قرآن نے "اطیعوا اللہ"، کے ساتھ ساتھ انسان کی زبانی حکموں کی متابعت "اطیعوا الرسُول"، کے الفاظ میں لازم و ملزوم کر دی۔ اِتقوا اللہ کے حکم (یعنی خدا کے قانون سے ڈرتے رہو) کے ساتھ ساتھ بار بار "اطیعون" (یعنی میرے بھیجے ہوئے انسان کے منہ بولے ہوئے حکموں کی تعمیل کرو)

کا حکم لازماً لف کر دیا ہر اُمت اور ہر قریہ اور ہر قوم کو ایک انسانی
حکمران دے کر اعلان کر دیا کہ جب تک وہ بھیجا ہوا انسان زندہ ہے،
اُس کے منہ سے دیئے ہوئے وقتی اور ہنگامی حکموں کی اطاعت
انسان پر واجب اور لازم ہے تاکہ انسانی اُمتیں ایک شیرازے میں
بندھ کر جماعت کی صورت اختیار کر لیں اور بے مُزد رسول اُس
اُمت کو اپنے حکمِ ناطق کے ماتحت لا کر تمام کمزور اور منتشر اُمتوں پر
چھا جائے! ہاں فساد کے بعد امن اور کمزوری کے بعد غلبے کی صورت
پیدا ہو۔ انی لکم رسول امین ہ یعنی میں وُہ پیغمبر ہوں جو تمہیں
خوف اور شامت کے ماحول سے نکال کر امن دینے آیا ہوں۔

فاتقوا اللہ و اطیعون انھم لھم المنصورون
دیکھی نبیؑ دنیا میں غالب آیا کرتے ہیں۔ وان جند نا لھم الغالبون
یہی ہمارے قانون پر چلنے والے سپاہی فتحمند ہوا کرتے ہیں، لاغلبن انا
رسلی ریں اور میرے بھیجے ہوئے رسول ہی سب پر چھا جاتے ہیں، یہ
سب قرآنی الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئے انسانوں
کے آنے کا مقصد قیام جماعت اور غلبہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

امیر کی اطاعت کا صحیح مفہوم

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! قرآن کے "اَطِیْعُوا اللّٰہَ" اور
اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے بعینہٖ یہ معنے ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ مُلّا اور
مولوی جو فریب ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے اس کا پول ابھی کھول
کر رکھ دونگا لیکن اطاعت خدا کے معنے خدا کے قانون
بلکہ قانون فطرت کی عملی اطاعت اور اطاعتِ رسول

کے معنے رسول کے وقتی، زبانی، ہنگامی، مصلحتی، فوری اور بالمشافہا احکام کی تعمیل بہ حیثیت اُمت کے زندہ امیر ہونے کے ہے، اس کے سوا حتماً اور لازماً طبعتاً کچھ نہیں۔ ہاں، لیکن آج رسولوں کا زمانے مدّت ہوئی گزر چکا، نبوّت پر مہر لگ چکی، قانون خدا مکمل اور مفصل ہو چکا، سب رسول جو کسی زمانہ میں اُمتوں کے زندہ اور ناطق (یعنی بولنے والے) امیر تھے گذر چکے، سب "مَاتَ اَوْ قُتِلَ" کے ماتحت آ چکے، اب رسولوں کے بعد انسانی اُمتوں میں جماعت کے قیام کی کوئی صورت ماسوا اس کے نہیں کہ ان کے بعد بھی ایک زندہ امیر ہر وقت موجود ہو جس کے مُنہ سے نکلے ہوئے حکم اسی شدت سے مانے جائیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ: قرآن حکیم نے قیام جماعت کی اس ضرورت کو ان حکیمانہ الفاظ میں ادا کیا ہے کہ رہتی دنیا تک ہر منظم اور مضبوط، ہر غالب اور خدا پرست جماعت کا اس پر عمل ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ غور کرو خدا کے رسول خدا کا پیغام لاتے تھے، اس پیغام کے متعلق ایمانداری سے پہنچانے کی سخت تنبیہ قرآن میں تھی۔ اس تنبیہ کو پیش نظر رکھ کر رسول کے ہر آسمانی یا زبانی اور وقتی حکم کے متعلق کسی بد دیانتی یا غلطی یا جھگڑے کا گمان نہ ہو سکتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول کے حکم کی تعمیل قرآن عظیم نے ناطق ٹھہرا دی۔ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ کہہ کر لازم کر دیا کہ رسول کے ہر حکم کی اطاعت بہر نوع اور بہر حال واجب ہے۔ اس میں حاکم اور محکوم کے درمیان نزع اور اختلاف کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ لیکن جوں جوں اسلام پھیلتا گیا عرب میں رسول صلعم کو ضرورت ہوئی کہ

نظام قائم رکھنے کے لئے ہر جگہ امیر مقرر کرے۔ آسمان سے حسب ذیل حکم ملا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ؕ

آیۂ اولی الامر کا صحیح مفہوم

نفس پرور اور خود غرض مولوی نے اس آیت کا غلط مفہوم بیان کرکے پچھلے تین سو برس کے مسلمانوں کی جماعت میں جو شرارت، جو ناقابلِ یقین فساد، جو حیرت انگیز بدنظمی اور بے مثال فتنہ پیدا کر دیا ہے اُس کو ابھی بیان کروں گا، لیکن اے مسلمانو اس آیت کا صحیح اور ناقابلِ تردید ترجمہ یہ تھا۔

کہ "اے ایمان والو! خدا کے احکام کی جو تم پر صورتِ قرآن اُترے ہیں، کامل متابعت کرو (اطیعوا اللہ) رسول کے بالمشافہ

ترجمہ:۔ یعنی اے مسلمانو! محمد تو صرف ہمارا ایک پیغام لانے والا ہے اس سے پہلے کئی پیغام لانے والے گذر چکے۔ تو کیا اگر یہ اپنی موت سے مرجائے یا فرض کرو قتل کیا جائے تو تم پھر الٹے پاؤں اپنی پہلی بدنظمی کی حالت پر پھر جاؤ گے۔ گویا رسول کے بعد رسول کے بنائے ہوئے نظام اور جماعت کو قائم رکھنا مسلمان کا فرض عین ہے۔ فتدبر!

اور وقتی حکموں کی وہ جو تم کو بہ حیثیت امیر جماعت دیتا ہے۔ فوری تعمیل کرو (اطیعوا الرسول) اور ان حاکموں کے حکموں کی تعمیل کرو جو تم میں سے ہی رسولِ خدا نے تم پر نظام قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے ہیں: (اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ)[1] (مثلاً جہاد کے وقت تمہاری سپاہ کے جرنیل یا مضافات کے حاکم جن کے ماتحت تم روزانہ زندگی بسر کرتے ہو) پھر اگر کسی معاملے میں تم میں اور تمہارے مقرر کردہ حاکم میں کسی دیئے ہوئے حکم کے بارے میں کوئی کھینچ (نزاع) یا نارضامندی، یا رنجش بھی پیدا ہو جائے۔ (تَنَازَعْتُمْ) تو اس معاملے کو اس حاکم سے بڑے اور اعلیٰ حاکم یعنی خدا اور رسول پر چھوڑ دو (رُدُّوهُ) وہ معاملہ انہی کے سپرد رکھو (رُدُّوهُ)۔ خدا اور رسول اُس حاکم سے سخت یا ناروا یا غلط حکم کے بارے میں خود نبٹ لیں گے۔ یہ نبٹنا اُنہی کا منصب ہے، اس معاملے میں جو خالص انتظامی ہے دخل دے کر اپنے امیر کی نافرمانی کرنا تمہارا منصب ہرگز نہیں: فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ) تمہارا اپنے امیر کی نافرمانی کر کے اطاعت میں فتنہ پیدا کرنا، کسی حالت

---

[1] غور کرنے کا مقام ہے کہ جب اطیعوا اُولی الامر منکم کے معنے صاف یہ ہیں کہ اپنے حاکموں کے منہ بولے اور روزمرّہ حکموں کی اطاعت کرو تو، اطیعوا الرسول کے معنے بھی رسولِ خدا صلعم کے منہ بولے اور وقتی حکموں کی اطاعت ہی ہے، ورنہ اطیعوا الرسول کے مروج معنے تسلیم کر کے (معاذ اللہ) شک عائد ہوتا ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا قانون کچھ اور ہے اور رسول کا بھیجا ہوا قانون کچھ اور حالانکہ رسول کا ہر حکم خدا کے حکم سے مختلف ہو ہی نہیں سکتا اس آیت کا سیاق از سباق ہی ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کے سوا رسول اور اولی الامر دونوں کے زبانی احکام کی اطاعت لازم ہو۔ فتدبّر۔

میں روا نہیں۔ اور یہ مکمل اور غیر مشروط، یہ ناطق اور بہر نوع اطاعت
بھی ہو سکتی ہے، بشرطیکہ تم خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھو اس
بات کا یقین رکھو کہ خدا اُس حاکم کے ناروا حکم کو بغور دیکھ رہا ہے اور
روزِ جزاء کو اس سے ضرور بالضرور گرفت کرے گا : اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) اے ایمان والو! یاد رکھو کہ یہی
طرزِ عمل تمہاری اجتماعی بہبودی کے حق میں بہترین ہے : (ذٰلِكَ
خَيْرٌ) اور یہی کامل اور غیر مشروط اطاعت وہ شے ہے جس کی تہ
اور بنیاد میں تمہاری بھلائی ہی بھلائی ہے (وَاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا)
جس کی اصل اور جڑ (تاویل) تمہارے حق میں بہتر
ہی بہتر ہے : (وَاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا) ۔

مولوی کی فتنہ انگیز تشریح

مسلمانو! اُمت کی بہتری کے اس آسمانی حکم پر اوّل سے
آخر تک غور کرو، تمہیں اس اوپر کے بتائے ہوئے مفہوم
کے سوائے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ ملے گی، مولوی کی بدنیتی اور
نفس پروری سے پیدا کیے ہوئے مطلب کو چھوڑ کر غور کرو۔ کہ اگر
اس آیت کا یہی مقصد تھا کہ " اپنے امیر کے غلط یا ناروا یا سخت یا خلاف
مرضی حکم کو دیکھ کر اُس امیر سے جھگڑا پیدا کرو اور اس جھگڑے کو نبٹنے
کے لئے قرآن کی تفسیریں اور حدیث کی تشریحوں کے دفتر کے دفتر کھول دو
تاکہ روزِ قیامت تک جھگڑا نہ مٹ سکے اور دونوں طرف سے خون کی
ندیاں بہہ جائیں، سب طرف جماعت میں فتنہ و فساد نظر آئے وغیرہ
وغیرہ، تو اللہ پر ایمان رکھنے کی شرط اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے

کی شرط کرنے نہیں ، اللہ پر ایمان رکھنے کا واسطہ اور جزا اور سزا
کا واسطہ دینے کی خدا کو کیا ضرورت تھی ؟ کیا ضرورت اس بات کے
کہنے کی تھی کہ "یہی تمہارے حق میں بہتر ہے" ؟ "تاویل"[1]، کے قرآنی معانی
کسی شئے کو اُس کے اوّل ، اُس کی اصل اس کی آخری حد بیخ و
بنیاد کھوج تک پہنچانا ہے ۔ خدا کو "احسن تاویلا" کے الفاظ کہنے کی
کیا کہنے کی ضرورت تھی کہ درحقیقت اور دراصل یہی طرز عمل بہترین ہے
قرونِ اولےٰ میں جب کہ رسُول خدا صلعم خود موجود تھے یہ جھگڑے خدا
نہ سہی رسول تک پہنچ سکتے تھے اور وہ اِن کا فیصلہ کر سکتے تھے ،
لیکن اس وقت کہ نہ خدا سامنے ہے ، نہ رسول بذاتِ خود فیصلہ دے
سکتے ہیں ، کیا ممکن ہے کہ وہ خُدا جو فتنہ و فساد کو قتل سے بھی بُرا
سمجھتا ہے ، جو "الفِتنَۃُ اَشَدُّ مِنَ القَتلِ الا تفسدوُ
فِی الاَرضِ بَعدَ اِصلاحِھَا ، اور وَاللہُ لا یُحِبُّ الفَسَاد
کہتا ہے ، یہ کہے کہ امیر کے غلط یا سخت یا خلاف مرضی حکم دیکھ کر جھگڑا پیدا
کرو ، قرآن اور حدیث کھول کر اُس حاکم کو اپنی حسبِ پسند تاویلوں کا سبق
پڑھاؤ اور جب تک وہ تمہارے حسب منشا حکم جاری نہ کرے ، یا اپنے
حکم کو واپس نہ لے اُس کی نافرمانی جاری رکھو اور جماعت کو جہنم
کے گھاٹ اُتار دو ۔ مسلمانو ! مولوی کی یہ غلط بیانیاں اور قرآن سے
مکاریاں اُس کے نفس کے اپنے بنائے ہوئے فریب ہیں ، غور کرو کہ
حدیث کی پہلی مستند کتاب رسولِ خُدا صلعم کے بعد کئی قرنوں تک
مدّون نہ ہوئی ، پھر اتنے سو برس تک مسلمانوں کے اپنے امیر کیسا تھ

---

[1] وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہٗ اِلَّا اللہُ صاف قرآن میں ہے ۔ یعنی ان
آیتوں کی اصل حقیقت خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔

جھگڑے کیونکر حدیث کے بغیر فیصلہ ہوئے ؟ غور کرو کہ اگر نارواحکم کا کا فیصلہ قرآن اور حدیث کھول کر ہی ہونا تھا تو ادھر حاکم اپنے حکم پر اڑا ہوا ہے، اپنے حکم کو قرآن کے مطابق سمجھ کر اس کو صحیح سمجھتا ہے، اُدھر مخلوق اپنی ضد پر ہے اور اس کو قرآن کے خلاف سمجھتی ہے ایسی حالت میں تیسری کونسی طاقت آسکتی ہے جو ان دو اڑے ہوئے فریقوں میں فیصلہ کرے گی ؟ اُدھر حاکم کے پاس فوجی طاقت ہے، وہ لامحالہ یہ دیکھ کر کہ رعیت اس کی نافرمانی کر رہی ہے۔ **فوجی طاقت کا استعمال** کرے گا۔ اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اس خانہ جنگی کو دیکھ کر کوئی خارجی طاقت اس ملک کو آدبوچ لیگی اور رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گا!

یمن کی چادروں والے قصے سے مسلمانوں کا مکر

مُسلمانو! آج کل کے مولوی اور مقتدی دونوں نے قرآن کی ہر آیت کی تشریح میں اپنے نفس کے لئے آسانیاں مدنظر رکھ لی ہیں، مسلمان نے قرآن اور حدیث کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اپنا نفس مٹا ہو سکے۔ نفسِ امارہ کو ہر ممکن آسانی مِل سکے! مسلمان آج حضرت عمرؓ کی یمن کی چادروں والا قصہ بار بار اس لئے دُہراتا ہے کہ ہر شخص کو ہر وقت اپنے امیر پر **بیجا** اور **جھوٹ** نکتہ چینی کا موقع ملے، شیطانی جذبوں کا بھڑکاؤ ہر وقت ہوتا رہے، عین بھرے مجمع میں دیانتدار سردار پر بھی تھوکنے کا موقعہ مِل جائے، نفس کی خُوب پرورش ہو، دل کو خوب تسلّی ہو، امیر کو سرِعام رسُوا

کر کے اس کی گت بنائی جائے، گت بنا کر بظاہر اُس کو "اسلام کی خوبی" جتایا جائے، لیکن بباطن اُس سردار سے ذاتی انتقام لیا جائے یا اپنے خبثِ باطن کی فساد انگیز طاقت کا مظاہرہ کیا جائے۔ یاد رکھو قرآن کبھی ایسا فتنہ انگیز حکم نہیں دے سکتا، اسلام میں فتنہ و فساد سب سے زیادہ مکروہ شے ہے، اسلام امن اور صلح کے مترادف ہے۔ یمن کی چادروں کے متعلق حضرت عمرؓ پر سرِ عام اعتراض کرنے والا اعرابی انتہائی طور پر بدبخت اور بد نیت تھا، اگر کسی بُرے آدمی سے خبر ملنے کے بعد اس کی نیت نیک ہوتی تو اِذَا جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا کے قرآنی حکم کے ماتحت وہ سب سے پہلے علیحدہ ہو کر حضرت عمرؓ سے سوال کرتا کہ یہ چادریں کہاں سے آئیں، کسی سے حقیقت پوچھتا، آپ انفرادی طور پر تحقیق کرتا، اتنے بڑے اور دیانت دار سردار پر جو امیر المؤمنین ہو کر بوڑھی عورتوں کا پانی روزانہ بھرا کرتا تھا، ایسا کمینہ اعتراض کرنے سے صاف جھجکتا، وہ اعرابی آپ بد دیانت تھا۔ اس لئے اس کو صرف بد دیانتی کی سُوجھی، وہ سمجھتا کہ اتنا بڑا امیر ایسی کمینی اور ادنٰے بات نہیں کر سکتا، صرف خاموش رہتا، اُس کی نیت صاف خراب تھی جو اس نے مسلمانوں کو ناحق حضرت عمرؓ کی نافرمانی پر اُکسایا، وہ آپ ایک کی بجائے دو چادریں لینا

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فتنہ پرداز شخص تمہارے پاس (تم میں پھوٹ ڈالنے یا سنسنی پیدا کرنے والی) کوئی خبر لائے تو اس خبر کو لوگوں میں مشہور کرنے سے پہلے اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

چاہتا تھا اور حسد کے مارے جل گیا، اُس کی فطرت فتنہ پسند تھی جو خاموش نہ رہ سکا!

اِسلام میں امیر کی اطاعتِ مطلق

اور بلا قید شرط ہے

الغرض اے مسلمانو! امیر کی نافرمانی کی سند نہ یمن کی چادروں والا قصہ ہوسکتا ہے، نہ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ والی آیت کے وہ فتنہ انگیز معانی جو مولوی نے اپنے نفس کو پالنے کے لئے اپنی طرف سے بنا لئے ہیں، "رُدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْل" کا مفہوم قرآن کھول کر اپنے امیر سے جھگڑنا ہے، نہ رُدُّوْہُ "اِلَی الرَّسُوْل" کا مطلب حدیثوں سے استدلال اور تفسیروں اور تشریحوں کے دفتر کھولنا یا اپنے امیر سے مناظرہ کرکے قرآن اور حدیث کے اپنے مطلب اور نفس کے موافق معنے بنانا ہے۔ جماعت کے امیر کی حیثیت بالعموم اس قدر بلند ہوتی ہے کہ اس کا غلط

ﷺ رُدُّوْہُ الی الرسُول کے قرآنی معانی صرف اس قدر ہیں "اس شے کو رسولؐ تک پہنچا کر تمام باقی معاملہ اُس کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے" نہ یہ کہ رسول کے پاس لے جا کر اُس بات کا فیصلہ خود کرایا جائے اور مقدمہ بازی کرکے ثبوت بہم پہنچائے جائیں اور بحث کی جائے۔

اس کا ثبوت قرآن کے اندر ذیل کی آیت میں ہے۔ وَاِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

یا" خلافِ شرع " یا خلافِ معمول یا نا قابلِ برداشت حکم دینا شاذ و نادر کا حکم رکھتا ہے، امیرِ جماعت کی ذمہ داریاں ہی اُس کو کسی ایسے حکم دینے

بقیہ

والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلا (۴ : ۹۳)

یعنی اُن (فتنہ پرداز لوگوں کے پاس جب کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو سب میں اڑا دیتے ہیں اور اگر اُس خبر کو رسول اور اپنے مقامی حاکموں تک پہنچا کر معاملہ کو اُن کے فیصلہ پر چھوڑ دیتے تو اصلیت کو کھود نکالنے والے اس کی حقیقت کو معلوم کر لیتے اور غلط خبر مشہور ہوتے تک نوبت نہ پہنچتی اور مسلمانو! اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے اکثر شیطان کے پیرو بن جاتے ۔"

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ردّوہُ کا مفہوم اُس معاملے کو حکّام بالا تک صرف من و عن پہنچا کر خود اس معاملے سے الگ تھلگ ہو جاتا ہے اڈریس معاملے کی کھوج لگانا یا اس کی اصل حقیقت دریافت کرنا صرف حاکموں کا کام ہے ۔ قرآن حاکم کی اجازت کے بغیر کسی افواہ کے اڑانے تک اجازت نہیں دیتا ، افواہ اڑانے والوں کو شیطان کا پیرو کہتا ہے، علم حاصل کرنے اور تحقیق کرنے کا منصب صرف حاکموں کو دیتا ہے غور سے دیکھو کہ خاموش رہنے کی کس قدر تاکید ہے، پھر یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ اگر حاکمِ اعلیٰ سے کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو قرآن اور حدیث کی تفسیریں کھول کر دونوں فریق عدالت لگائیں اور فیصلہ کرنے والے قاضی خود فریق ہی ہوں ! جج کی کرسی خالی ہو اور جس طرف شور زیادہ ہو

(بقیہ اگلے صفحے پر)

سے باز رکھتی ہیں جو رعیّت کے ناپسند خاطر یا خلافِ حکم خدا اور رسُولؐ ہو لیکن **اسلامی تاریخ** اِس امر کی صاف شاہد ہے کہ صدرِ اسلام سے ہی مسلمانوں کی اُمّت نے اپنے امیر کے ہر حکم کی بے چون وچرا اطاعت کی، اُس کو بار ہا ناگوار احکام بھی طوعاً وکرہاً ماننے پڑے، بڑے سے بڑے جائز اور جابر حاکموں کے سامنے بھی اُمت نے اُف تک نہ کی اور راضی بہ رضائے خدا حکم مانتی رہی۔ اُن کے بیت المال میں مسلمان زکواۃ داخل کرتے رہے۔ خطبوں میں ان کے نام بصد اکرام لیتے رہے، ان کے ہاتھوں پر اسلامی اور شرعی بیعت کرتے رہے، جہاد کے سخت ترین حکموں کی تعمیل کرتے رہے تمام تاریخ اسلام میں **ادنےٰ سی مثال** اس امر کی موجود نہیں کہ اُمّت نے کسی خلیفۃُ المسلمین یا ماتحت حاکم سے عام بغاوت کی ہو یا اُس کو قرآن

بقیہ

وہ جیت جائے! افسوس مسلمانوں نے قرآن سے کیا مخول کیا ہے!

ضمناً اس آیت کے الفاظ **رُدُّوہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ** سے صاف ثابت ہو گیا کہ نبیؐ کے علاوہ امت کے معاملات اور فیصلے دُنیاوی حاکموں کے سپرد از روئے شرع اسلام ہو سکتے ہیں بلکہ مولوی کے اس دعوے کی تغلیط بھی نہایت مضحکہ انگیز طریقے سے ہو گئی کہ رُدُّوہُ الی الرّسُول کے معنی حدیثوں کے دفتر کھولنا ہے، کیونکہ اگر رُدُّوہُ الی اللّٰہ کے معنی قرآن کھولنا اور رُدُّوہُ الی الرّسول کے معنی حدیث کھولنا ہے تو پھر رُدُّوہُ الی اولی الامر کے معنے یہ ہوئے کہ دُنیا کے تمام اسلامی بادشاہوں اور حاکموں کے قول بھی جمع کر کے ایک بہت بڑی لاکھوں جلدوں والی کتاب بنائی جائے۔ اور جھگڑے کے وقت اُس کی طرف رجُوع کیا جائے! افسوس مسلمانوں نے قرآن سے کیا مخول کیا ہے فقط

اور حدیث کا سبق پڑھا کر اپنے احکام واپس لینے پر مجبور کر دیا ہو۔
یہ سب اس لئے کہ اسلام نے ہمیشہ اور ہر تعلیم میں جماعتی بہتری
کو انفرادی اصلاح پر مقدم رکھا، کبھی اس بات کو گوارا نہیں
کیا کہ ایک بڑے امیر کی شخصی اور ذاتی اصلاح کرنے کے لئے
اُمت کے اندر خانہ جنگی کی جائے یا قوم کے امن کو خراب کیا
جائے!

اُمرائے اِسلام کا اختیارِ ناطق

اسلام کے تمام امیر صدر اسلام سے لے کر زوال اسلام تک
ہمیشہ مختار ناطق یا دوسرے لفظوں میں ڈکٹیٹر ہی رہے اگرچہ ڈکٹیٹر کے
انگریزی لفظ کا پورا اطلاق اُن پر نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں شاورھم
فی الامر اور امرھم شوریٰ بینھم کا حکم ہے، لیکن صدر
اسلام سے ہی ان احکام کا یہ متفق علیہ مطلب رہا کہ امیر جماعت
مشورہ کر سکتا ہے، رائے پوچھ سکتا ہے، اُس کو مشورہ لے لینا
چاہیئے، اس کا مشورہ لینا ضروری ہے، ایمان کی
بات ہے، مستحسن ہے، مستحب ہے، لیکن مشورہ کے
بعد بھی امیر کا حکم آخری اور قطعی ہے، کوئی طاقت اُس کو
اپنے حکم کی تعمیل کرانے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ مسلمان کا امیر در
اصل رسول خداؐ کا جانشین ہے، اسی لفظ نظر سے اس کا
نام خلیفۃ النبی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب نبیؐ کے دیئے
ہوئے حکموں اور اعمال پر خدا کے سوا کسی کی گرفت نہیں تو اسلام کا امیر
اور خلیفۃ النبی بھی مسلمانوں کے تمام مواخذے سے باہر ہے۔ یہ جب

تک نہ ہو۔ کسی جماعت میں ایک لمحے کے لئے نظام پیدا نہیں ہو سکتا
ہر امیر لمحے لمحے کے بعد اُمت کی گرفت میں آسکے گا، اُس کو اپنے
ہر حکم کی تشریح کرنی پڑے گی، وہ اُمت کی اجتماعی رائے کے بالمقابل
ایک ڈرپوک اور بزدل حکمران ہوگا اور اس کو ہرگز ہرگز کسی بلند
مقام پر پہنچا نہ سکے گا۔ مسلمانوں کے امیر اور خلیفے اسلام کو بلند
کرنے کی خاطر اُمّت کو دردناک مصیبتوں میں ڈالتے رہے، اُمّت
کی مجال نہ تھی کہ اُن کے سامنے اُف کرے، اُن کا حکم، اُن کے افعال،
اُن کی تجویزیں اور تدبیریں ہمیشہ ناطق اور ناقابلِ اعتراض رہیں،
کسی کو ان کے بظاہر بڑی سے بڑی تجویز کے خلاف دم مارنے کی
مجال نہ تھی انہوں نے اپنی امارت کی تمام مدّت میں کسی کی نہ سُنی اور
جب اُمّت کی بہتری کے لئے مفید موقعے نظر آئے احتجاج کے باوجود
اپنی چلائی اور سب سے بے نیاز ہو گئے۔

صدرِ اسلام کا اختیارِ ناطق

امراتے اسلام کا یہ اختیارِ ناطق اسلام کی ابتدا سے ہی اس قدر
ظاہر و باہر رہا ہے کہ اس میں کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ میں
صدہا تاریخی واقعات دُھرا کر ذہنوں کو پریشان کرنا نہیں چاہتا
صرف مشہور واقعوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ
پر رسول صلعم نے صحابۂ کرام کے سخت ترین احتجاج کے باوجود وہی کیا
جس کا انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ جب تک قرآن نے صلح حدیبیہ
کو فتح مبین (فتحاً مبیناً) نہ کہا صحابہ دِل برداشتہ ہی رہے، رسول
کریمؐ نے مسلمانوں کی مرضی کے خلاف مسجد ضرار کو آگ لگا دی، حالانکہ

وہ مسجد انہوں نے بڑے شوق سے بنائی تھی - اور خدا نے قرآن میں صرف اس قدر حکم دیا تھا کہ اس کی امامت نہ کرو آگ لگانے کے متعلق ایک حرف نہ کہا تھا - (لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا[1]) فتنۂ ارتداد میں جبکہ تمام عرب نبیؐ پاک کی تعلیم سے بگڑ گیا سب اصحابؓ کرام بالاتفاق نرم سلوک کی رائے دیتے تھے، بلکہ بعض اس حد تک گئے تھے - کہ دین اسلام میں ترمیم کا اعلان کر دیں لیکن خلیفہ اوّل نے کسی کی نہ مانی اور مرتدین کے خلاف تنہا تلوار لے کر کھڑا ہو گیا - حضرت عمرؓ نے بیعت الرضوان کے درخت کو لوگوں کی اس طرف عام رغبت کے باوجود، اور اسی رغبت کو دیکھ کر علی الاعلان اُکھڑوا دیا! مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دخل الجنّۃ کی حدیث کی غلط روح بیان کرنے والے کے مُنہ پر بیدھڑک تھپڑ دے مارا حالانکہ یہ حدیث رائج تھی، خالدؓ بن ولید کو بظاہر ادنیٰ سے جرم پر سپہ سالاری سے موقوف کر دیا، سعد ابن ابی وقاص کو چھوٹے سے گناہ پر پگڑی گلے میں ڈال کر دربارِ خلافت میں حاضر ہونے کا حکم دیا، لاکھوں کی اُمت میں سے ایک فرد واحد اِن بظاہر قابل اعتراض (بلکہ آج کل کے مسلمان کے نقطۂ نظر سے "خلاف شرع") اعمال پر ادنیٰ اعتراض نہ کر سکا - حضرت عمرؓ نے برسرِ عام حجرِ اسود کو چُومتے وقت آج کل کے مولوی کی اصطلاح میں "خلاف شرع" باتیں کہیں، اگر آج کوئی امیر اس کی جُرأت کرتا ہنگامہ مچ جاتا اور مولویوں کے کفر کے فتواؤں سے اس کی گت بن جاتی - حضرت طارق مجاہدین اسلام کا ایک جم غفیر ہسپانیہ کو فتح کرنے کی غرض سے سمندر

---

[1] (لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا) یعنی اے پیغمبرؐ اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھانا) کے اَبَدًا (کبھی) کے الفاظ سے فتنہ پرداز لوگ یہ نتیجہ نکال سکتے تھے کہ خدا کا منشا اس مسجد کو آگ لگانے کا ہے ہی نہیں - اور یہ مسجد ہمیشہ رہے گی -

پا پسپا ہو کر گئے، جبل الطارق کے سامنے اس مقتدر اسلامی جرنیل کے دماغ میں آیا کہ ہسپانیہ کو فتح کرنا خالہ کا گھر نہیں۔ فوراً تمام کشتیوں کو جلا دینے کا حکم دیا۔ سپاہی حیران تھے کہ کیا حکم ہے؟ صدائے احتجاج بلند کرنے اور اپنی زعم میں "مشورہ" دینے لگے، طارق نے ایک نہ سنی اور سب جہازوں کو خاکستر کر دیا! محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے، اس کی فوج کئی دفعہ بد دل ہوئی، اس کے متعلق عام مشہور رہا کہ بڑا جابر فاتح ہے، مگر محمود نے کسی کی نہ سنی اور حملوں پر حملے کرتا گیا۔ اور بات ہے کہ کمزور اور بزدل خلفا کو رشوت خوردہ علماء نے خلافت سے معزول کر دیا لیکن جب تک اسلام کا نظام آہنی نظام رہا امت حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف بھی کچھ نہ کر سکی! الغرض مسلمانوں کا امیر امیر ناطق ہے، امت کی ہر گرفت سے آزاد ہے اس کا معاملہ صرف خدا اور رسول سے ہے، صرف خدا اور رسول ہی اس سے نبٹ سکتے ہیں، اس کو چاہیئے کہ مشورہ کرے لیکن خود خدا کی مانند وہ لا یشرک فی حکمہ احدا کا مصداق ہے، لا شریک حاکم ہے، صرف اللہ، شریعت، رسول، سنت کا پابند ہے اور وہ پابندی بھی امت کی رائے سے نہیں، خود اس کی اپنی تمیز سے ہے! چونکہ وہ خود مسلمان اور اولی الامر منکم ہے اسلئے اس کو بھی اپنی آخرت کی فکر ہے! روزِ جزا و سزا کا ڈر ہے۔ اسی بنا پر اس سے کسی خلافِ شرع حکم کے نافذ ہونے کا امکان لے حد شاذ و نادر بلکہ کالعدم ہے! امت اس سے ہرگز ہرگز یہ مواخذہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے ہر حکم کی تشریح کرے اور جبتک تشریح کر کے تسکین نہ کر لے روٹھی رہے، یہ ہوتا تو تیرہ سو برس کیا تیرہ دن تک اسلام کا حیرت انگیز نظام نہ چل سکتا، بدبخت

اور خبیث باطن لوگ آئے دن اور ذرا ذرا سی بات پر خلفائے راشدین اور اسلام کے اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے بادشاہوں کو تنگ کرتے اور فساد کی آگ ان کی حکومتوں کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھیلا دیتے۔ یاد رکھو قوم کی زندگی اسی میں ہے کہ امیر قوم کی بے چون وچرا اطاعت ہو، اُسے اُمت کی بہتری کا کامل ذمہ دار سمجھ کر اُس کے ہر فعل اور ہر حکم پر اعتماد ظاہر کیا جائے۔ ہر فعل اور ہر حکم کی مکمل مسل اُسی کے پاس ہے وہی اُس حکم اور فعل کی لم سمجھ سکتا ہے، پھر اس سے بات بات پر نزاع پیدا کرنا صرف فتنہ پرداز قوم کا کام ہے۔ دور کیوں جاؤ انگریز قوم کا ایک مسلم قانونی مسئلہ ہے کہ انگریزوں کا بادشاہ قانون کی ہر گرفت سے آزاد ہے، خطا اور گناہ کرنے کے ناقابل ہے (INFAHIABLE) ہے مسلمانو! جبتک کسی قوم کے امیر میں کم از کم یہ خدائی خاصیتیں، یہ ربّانی اوصاف، یہ الٰہی تحکم، یہ اخلاق خدا سے تخلق فرض نہ کر لیا جائے، قوم اُس امیر کی قیادت میں کسی بلند مقام، کسی ادنٰے سے ادنٰے نظام، کسی معمولی سی طاقت تک نہیں پہنچ سکتی

ابتدائے اسلام میں اطاعت کا مفہوم

صدرِ اسلام اور اس کے بعد کے مسلمانوں نے کئی سو برس تک امیر کے صحیح مفہوم کو اس قدر صحیح سمجھا تھا کہ مسلمانوں کے اندر کوئی خانگی فتنہ پیدا نہ ہو سکا، بادشاہانِ اسلام نے اپنے زعم میں بڑے بڑے خدا رسیدہ اشخاص اور علمائے وقت کو اپنی سلطنت کے لئے خطرناک یا عام اُمت کے لئے باعث فتنہ و فساد سمجھ کر قتل کیا، ان کی آنکھیں نکلوا دیں، اُن

کو زہر دلوادیا لیکن اُمت نے کبھی عام بغاوت نہ کی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ جیسے بزرگان دین کی ایذاؤں کے بعد بھی اُمت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ خاندانِ تغلق کے بادشاہوں نے اسی ہندوستان کے اندر اپنے سکوں کی پشت پر بخوف وخطر "من اطاع السّلطان فقد اطاع الرّحمٰن" کے الفاظ لکھ دیئے تھے یعنی "جس نے بادشاہ کی فرمانبرداری کی اُس نے خدا کی اطاعت کی"۔ سلطان کو خدا کا سایہ اور ظل اللہ کہنا اسلام میں مشہور بات ہے اور غالباً کسی نے اس کو حدیث بھی کہہ دیا ہے، اگر اسلام میں بادشاہ کا درجہ اس قدر بلند نہ ہوتا تو مسلمان اس بے چون وچرا اطاعت کو کب گوارا کرتے۔ یہ نفس پسند اور نفس پرور مولویوں اور خودغرض اور کامچور مسلمانوں کی بدبختیٔ قرآن دا اسلام ہے کہ "شریعت کی پابندی" یمن کی چادروں" قرآن اور حدیث سے استصواب"، "مجلسِ شوریٰ"، "جمہوریت اسلام" کا ڈھونگ رچا کر اپنے ناپاک نفس کو اسلام کی سپاہیانہ پابندی سے آزادی کرانا چاہتے ہیں، اپنے نفسِ امارہ کو آزاد رکھنے کے لئے اسلام میں کوئی نظام پیدا ہونے نہیں دیتے، ہر شخص پر جو نظم پیدا کرنا چاہتے ہیں کیچڑ اچھالتے ہیں، اطاعت کے متعلق باریک نکتے اور مکروفریب کے پیدا کئے ہوئے حیلے ڈھونڈھتے ہیں اور اپنے پلید نفس کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیا مکر پیدا کر رہا ہے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اس تمام شرح و بسط سے جو میں نے اطاعت کے اسلامی معانی کے متعلق قرآن کے حوالے دے دے کر اس کیمپ میں کی، تمہیں یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ اسلام میں کامل اور مکمل اطاعت کے سوا ہرگز چارہ نہیں، اسلام سرتا پا اطاعت ہے، مطلق اور مجرد اطاعت ہے، بلاقید شرط اطاعت

ہے، کل کائنات اور موجودات کا ہر ذرّہ اطاعت کر رہا ہے، خدا کے آگے غیر مشروط جھک رہا ہے، اُس کے بتائے ہوئے قانون پر چل رہا ہے، اعطیٰ کل شیٔ خلقہ ثم ھدیٰ کا مصداق ہے! مَا تَسْقُطُ مِن وَّرَقَةٍ (یعنی ایک پتہ بھی حکم خدا کے بغیر نہیں گرتا) پر عامل ہے، نجم و شجر، شمس و قمر، دابّۃ اور ملٰئکۃ، جن و انس سب کے سب اُس کے بتائے ہوئے قاعدوں پر چل رہے ہیں، سب اس کے مطیع اور اُس کے آگے سربسجود ہیں، سب یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (یعنی وہی کرتے ہیں جس کا حکم ہے) کے ماتحت میں ہیں، کائنات کا ایک گوشہ، ایک ذرّہ اس اٹل اور اَمِٹ قانون سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتا، جو ہٹا اُس کے لئے لازماً شکست ہے، قطعی اور آخری بربادی ہے۔ کائنات اور مخلوق کی عام اطاعت کے بعد انسانی اقوام کی اطاعت ہے، اس اطاعت کا پہلا مرحلہ پھر وہی قانونِ فطرت یا دینِ فطرت کی اطاعت یعنی "اطیعوا اللّٰہ" ہے، دوسرا مرحلہ انسانی حاکم اور امیرِ جماعت کی غیر مشروط اطاعت ہے، جب تک انسانی اقوام میں رسول رہنما تھے پیغمبروں کی اطاعت غیر مشروط رہی پیغمبروں کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت بلند شرط رہی، اب رسولوں کے بعد امیرِ جماعت کی اطاعت بلا قیدِ شرط ہے۔ مسلمان کو اختیار نہیں کہ اپنے امیر پر حرف زنی کر سکے، جماعت میں فتنہ و فساد پیدا کرے، اصلاح کے بعد زمین پر فساد مچائے، مسلمان کا خلیفۃ المسلمین اسلام میں مختارِ ناطق ہے، نبی کا جانشین ہے، اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے قانونِ فطرت کی اطاعت ہے دینِ فطرت کی اطاعت ہے مسلمان کا امیر اگر کوئی خلافِ مرضی بات کرے تو مسلمان کا منصب صرف

اس قدر ہے کہ اس معاملے کو خدا تعالیٰ اور رسولؐ پر چھوڑ دے،
اُس حاکم کی مطلق اطاعت کرے، جماعت میں فساد پیدا ہونے نہ
دے، اگر ادنیٰ حاکم بُری بات کرے اس کی شکایت افسرِ اعلیٰ
تک پہنچا دے اور بس خود فساد کرنے سے الگ تھلگ رہے،
وہ افسرِ اعلیٰ خود اُس ماتحت افسر سے نبٹتا رہے گا، قوم کو کسی چھوٹے
یا بڑے افسر کے خلاف دم مارنے کی مجال نہیں، مسلمانو! یہ سچا
اسلام ہے، یہ دینِ فطرت ہے، یہ قانونِ خدا ہے، اسی قانون سے
نظام پیدا ہوتا ہے، اسی سے جماعت پیدا ہوتی ہے اسی سے بے پناہ
طاقت کسی قوم میں پیدا ہو سکتی ہے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ ہر
زندہ قوم یہی کر رہی ہے، کسی انگریز
کسی جرمن، کسی جاپانی، کسی ترک کو دیکھو اسی قاعدے پر عمل کر رہا
ہے، مولوی کی بنائی ہوئی بدمعاشی پر کہ "قرآن اور حدیث سامنے
رکھ کر خود ہی قاضی بن جاؤ"، کوئی عمل نہیں کرتا، دُنیا کے سب کامیاب
محکمے اور دفتر اسی قاعدے پر چل کر کامیاب ہو رہے ہیں، دُنیا کی
فوجیں اِسی نظام پر چل رہی ہیں، ماتحت افسر کی شکایت افسرِ بالا
کے پاس پہنچ جاتی ہے اور باقی تمام معاملہ افسرِ بالا پر
چھوڑ دیا جاتا ہے، کوئی ماتحت شخص معاملے کو اپنے ہاتھ
میں نہیں لیتا۔ مسلمانو! دینِ اسلام کے سچّے اور دینِ فطرت
ہونے کی قطعی اور ناقابل انکار دلیل یہی ہے کہ اُس کے ہر حکم پر
روزمرّہ ان آنکھوں کے سامنے عمل ہوتا نظر آئے، ہر قوم کا
اُس پر عمل ہو، کسی شخص، کسی قوم، کسی جماعت کو اس حکم پر عمل
کرنے کے سوا چارہ نظر نہ آئے، جو قوم یا شخص اس سے گریز کرتا ہے
اُس کو فوری اور قطعی سزا مل جائے، انگریز اُس حکم پر لاچار

عمل کر رہے ہوں، جرمن اور جاپانی کر رہے ہوں، چور اور ڈاکو بھی اُسی پر چل کر فائدہ حاصل کر رہے ہوں نکوکار اور ابرار کو اُس سے مُفر نہ ہو۔ صاف دیکھ لو چالیس چور آپس میں مل کر ایک شخص کو "علی بابا" بنا لیتے ہیں، اُس علی بابا کی مکمل اور غیر مشروط اطاعت کرتے ہیں، اُس کے حکم کے بالمقابل ہر چور اپنی رائے فنا کر دیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدائے برتر اس مکمل اطاعت کے بدلے میں اس گروہ کو ہزاروں روپیہ کا چوری کا مال عطا کر دیتا ہے! (کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا) پھر جب ان چوروں میں سے ایک اُس نظام کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کے درمیان پھوٹ پڑ جاتی ہے، سب کو وہی خدا ہتھکڑی لگا دیتا ہے! یاد رکھو قرآن کا قانون مطلق ہے، ہر شخص، ہر قوم، ہر گروہ پر اس قانون کا اطلاق ہے۔ انہی معنوں میں قرآن ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ (یعنی ساری دُنیا کے لئے نصیحت اور عبرت) ہے، لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِينَ نَذِيرًا (یعنی ساری دُنیا کو ڈرانے والا) ہے كَافَّةً لِّلنَّاسِ (بحیثیت مجموعی دنیا کیلئے) ہے انہیں معنوں میں رسول رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ، بَشِيرًا وَّنَذِيرًا (یعنی قرآن پر چلنے والے کو خوشخبری دینے والا اور قرآن سے ہٹنے والے کو ڈرانے والا ہے) دین اسلام کو محض عقیدے کی بنا پر یا خوش عقیدگی سے دینِ فطرت کہہ دینا کچھ شے نہیں، کوئی دوسری قوم اس شیخی بگھارنے سے متاثر نہیں ہو سکتی کسی کی توجہ قرآن کی طرف نہیں ہو سکتی دین فطرت کا وہ پروگرام ہونا چاہیئے جو ان آنکھوں کے سامنے فطرت کی ہر شے کرتی نظر آتے! نہیں بلکہ میں تیس ۳۰ برس تک قرآن پر غور کرنے کے بعد آج صرف چند ماہ ہوتے اس حیرت انگیز مگر سیدھے سادھے

نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خدا کی میز پر تمام دُنیا کے فیصلوں کے لئے صرف قرآن رکھا ہے، اگر اس زمین پر انگریزوں اور جرمنوں کی جنگ ہو رہی ہے تو قرآن کھولا جاتا ہے، اگر اٹلی اور حبشہ آپس میں لڑ رہے ہیں تو اُس آخری اور مکمّل الہامی قانون کے ورق الٹائے جاتے ہیں۔ اسی کتاب سے فردِ جرم تلاش کیا جاتا ہے! اسی سے دفعہ لگتی ہے، اسی کے مطابق سزا ملتی ہے، اسی کو دیکھ کر انعام کی مقدار مقرر ہوتی ہے، دیکھا جاتا ہے کہ از روئے قرآن جرمنی بہتر ہے یا انگریز، کون زیادہ بُت شکنی کر رہا ہے؟ کون توحید پر زیادہ عامل ہے؟ کون خدا کا عملاً بندہ ہے؟ کون زیادہ مطیع ہے؟ کون خاموش ہے؟ کون میدانِ جنگ میں زیادہ ضدّی ہے؟ کون پیٹھ نہیں پھیرتا؟ کس کی قوّتِ یقین زیادہ ہے؟ کس کا ایمان زیادہ ہے! وغیرہ، وغیرہ، تلاش کی جاتی ہے کہ اٹلی اور حبشہ میں سے کون قرآن پر زیادہ پورا اترتا ہے، دیکھا جاتا ہے کہ فلاں شخص، فلاں تاجر، فلاں پہلوان، فلاں کھلاڑی، فلاں محنتی، فلاں بیکار، فلاں مزدور، فلاں پیشہ ور کا فرداً فرداً قرآن پر کس قدر عمل ہے، اُسی کے مطابق سزا اور جزا اس دنیا میں دے دی جاتی ہے!

قرآن کا خدا کے فیصلوں کی میز پر ہونا کوئی میرے مذہبی عقیدے یا وہم کی بات نہیں، تیس۳۰ برس کے غور و فکر کے بعد میرا حسابی اندازہ ہے، (MATHEMATICAL CAL-CULATIONS) ہے یہ اس لئے کہ قرآن اپنے سچ ہونے کا ثبوت تمام دُنیا کو اس سے پہلے دے چکا ہے، قرآن پر چلنے والے لوگ چشم زدن میں تمام عالم پر چھا گئے، قرآن سے ہٹنے والے مسلمانوں کو آج انتہائی ذلّت اور مسکنت نصیب ہو رہی ہے، یہ دونوں

تاریخی واقعات قرآن کے عالم آرا قانون ہونے کے ناقابلِ انکار ثبوت ہیں۔ میں سب مذہب کی الہامی کتابوں کو خدا کی طرف سے ماننے والا ہوں، ہر قریہ، ہر اُمت، ہر قوم میں خدا کے بھیجے ہوئے پیغامبر کے آنے کو تسلیم کرتا ہوں ان من اُمہ الا خلا فیہا رسولؐ صاف قرآن میں لکھا ہے، مَا اُنزِلَ الیکَ و مَا اُنزِلَ من قبلِک پر ایمان رکھتا ہوں، سب پیغمبروں کو خدا کے بھیجے ہوئے سمجھ کر لا نفرق بین احدٍ منھم کا سچا قائل ہوں، سب کو خدا کے ایک پیغام کا حامل سمجھتا ہوں ”تذکرہ“ میں ان اُمور کا اقرار سترہ برس پہلے کر چکا ہوں، ہندو، سکھ انگریز، پارسی، عیسائی اور اچھوت میرے نزدیک سب خدا کی برابر اور مساوی مخلوق ہے، سب پر خدا کا فیضان عام ہے، لیکن قرآن تاریخی لحاظ سے سب سے آخری مکمل اور ”ترمیم شدہ“ الہام اس کے سب سے آخری اور (LATEST EDITION) ہونے میں کسی کو شک کرنے کی مجال نہیں تمام دنیا کی عدالتوں میں حکومت کے قانون کا آخری اور ترمیم شدہ (NEWEST اور LATEST) ایڈیشن رائج ہوتا ہے، وہی جج کی میز پر ہوتا ہے، پُرانے ایڈیشنوں کو کوئی نہیں پوچھتا، اس بنا پر میرا حسابی یقین ہے کہ اگر خدا اپنے روزانہ فیصلے کسی قانون کے مطابق کرتا ہے تو خدا کی میز پر قرآن کے سوا کوئی اور کتاب ہو نہیں سکتی مجھے افسوس ہے کہ میرا کُند دماغ اس سیدھے سادے مگر حیرت انگیز اور تعجب خیز فیصلے پر اس سے پہلے کیوں نہ پہنچ سکا۔ اس اعلان کی سچائی کا خارجی ثبوت

یہ ہے کہ جو قوم آج جس قدر خدا کے قرآن پر عمل کر رہی ہے اُسی قدر جزا اور سزا اس کو ان آنکھوں کے سامنے اس دنیا میں مل جاتی ہے۔ جس کو شک ہو خود پرکھ کر دیکھ لے۔

مسلمانو! عبرت کی نگاہوں سے دیکھو کہ تم نے اس کتاب کو ریشمی جزدانوں میں باندھ کر "بالائے طاق" رکھنا اور بالائے طاق رکھ رکھ کر خدا کو عبث دھوکہ دینے کے وہم میں مبتلا ہونا اپنا شعار بنالیا ہے۔ آج سے قرآن کو اس نظر سے دیکھنا شروع کرو۔ کہ وہ تمام اقوامِ عالم کا قانون ہے اور سب فیصلے اسی کے مطابق ہو رہے ہیں!

مسلمانو! مولوی کی قرآن کے متعلق اکثر تشریحیں غلط ہیں، اکثر اپنے نفس کی خواہشوں کے مطابق ہیں، اکثر مکر و فریب سے پُر ہیں، مولوی نے قرآن کے حکموں کو چھپانا اور شیرِ مادر کی طرح قرآن کے احکام کی روح کو ہضم کر جانا اپنا شعار بنالیا ہے، مولوی نہ صرف قرآن چھپا رہا ہے بلکہ قرآن کے خلاف آہستہ آہستہ ایک ایسے نئے دین کی عمارت کھڑی کر رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ اُمت کی کامل تباہی ہے۔ اُمت کے ایک ایک مفید اور کارکن عضو کی بیکاری ہے، اُمت کو مکمل شکست ہے، اُمت کو ذلت اور مسکنت کی موت ہے، مولوی اور امام جہاں

آپ باسی ٹکڑوں، بیکار زندگی، سردارِ قوم نامزد ہونے کے باوجود اپنے ماتحتوں کی غلامی، عاجزی اور ذلت میں ڈوبے تھے قوم کو بھی اسی ماحول میں لے ڈوبے ہیں۔ اب صحیح راہ یہ ہے کہ ان کی اس تعلیم کے خلاف بے پناہ جہاد کیا جائے اُن کے مکر و فریب کا صاف پول کھول

دیا جائے، ان کی خطرناک تعلیم کے بخیئے اُدھیڑ دیئے جائیں، ان کو اپنی غلطیوں کا شرمناک احساس دلایا جائے، اُن کے قرآن پر پُرفریب ایمان کو یا جن تسلیوں میں یہ مبتلا بیٹھے ہیں ان کو قرآن پر سے صاف پردے ہٹا کر متزلزل کر دیا جائے۔ یاد رکھو ہزارہا مولویوں اور اماموں کا اپنی ناقص تعلیم پر ایمان اس تعلیم سے جو خاکسار تحریک دے رہی ہے قطعاً متزلزل ہو چکا ہے، وہ جوق درجوق ہم میں شامل ہو رہے ہیں اور کوئی دن جاتا ہے کہ اس اُمت میں سپاہی مسلمان کے سوا کوئی مرد اور عورت باقی نہ رہے۔ مسلمانو اور غیر مسلمانو! خاکسار تحریک میں سب کے سب شامل ہو جاؤ اس میں کوئی شے کسی کے خلاف ہرگز نہیں۔

۱۴، مارچ ۱۹۳۷ء
علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ

میری خاموشی سے آپ ناخوش تھے۔ میرا خیال تھا کہ آپ نئے رنگ کے ادیبوں کی ایک جماعت میں جو چٹخارے لینے کے بعد "کچھ اور فرمایئے" کی درخواست لیکر آئے ہیں۔

تقدیر کا نوشتہ

اب وقت ہے کہ تم اپنی
قسمت اپنے ہاتھ میں
لو اب خوب سمجھ لو
کہ ساٹھ کروڑ امت
کی تقدیر ان جاہلوں کے
ہاتھ میں نہیں
دی جا سکتی۔ تقدیر کا لکھا
مٹ نہیں سکتا لیکن تمہارا
اس وقت اپنے وقت اپنے معاملے
کو خود ہاتھ میں لے لینا
اور اندھوں کو مزید اپنا
رہبر بنانے پر رضامند
نہ ہونا بھی تقدیر کا
نوشتہ ہے۔

قرآن کو مولوی اور مفسر نے
اپنی ناپیدا مثال جہالت سے
مضحکہ خیز افسانوں کا
مجموعہ بنا کر مسلمان کے
دل میں کلام خدا کی خلاف
ایک نامحسوس عدم یقین
بلکہ نفرت اور غیر کی زبان
پر ایک شرمندہ کر دینے
والا طعنہ بلکہ تمسخر
پیدا کر دیا ہے۔

میں مسلمانوں کے کسی فرقہ
کے عقائد کو نہیں چھیڑتا
اس اعتقادی آزادی کو
ہر مسلمان کا مذہبی
حق سمجھتا ہوں لیکن
سب فرقوں میں اتحادِ عمل
پیدا کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوں

ایک نکتہ : علامہ المشرقی

ہندوستان کے جانباز سپاہیو! آج کا عظیم الشان تاریخی کیمپ جس کی قابلِ رشک قیادت کا سہرا مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اللہ کے سچے بندے اور جانباز بلکہ پاکباز محترم میر نور حسین تالپور سالار ٹانڈو باگو حیدر آباد (سندھ) کے سر بندھا ہے اور جس میں ہندوستان کی پچھلی دو سَو برس کی افسوسناک تاریخ میں پہلی دفعہ ہم مسلمان بلا لحاظ فرقہ و نسل اپنی جانیں خدا کی راہ میں ہتھیلیوں پر رکھ کر جمع ہوئے ہیں، ہندوستان کے لئے ایک بے حد شاندار اور بے مثال مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ دو سو برس میں پہلی دفعہ ایک غلام، عاجز اور نادار قوم میں جو اپنی وجاہت کی تمام خوبیاں، دولت، عزت، تجارت، علم، اور ہندوستان گیر سلطنت اپنی برائیوں اور نافرمانیوں اور نااتفاقیوں کے سبب سے کھو بیٹھی ہے ہاں ایسی قوم میں دو سَو برس کے بعد

پہلی دفعہ اس امر کا احساس ہو چکا ہے کہ خدا کی راہ میں جان کی قربانی دینا ضروری ہے ۔ دو سو برس میں پہلی دفعہ خدا سے بھٹکے ہوئے آٹھ کروڑ انسانوں میں سے چند صد اشخاص اس غرض سے نکلے ہیں کہ ایک میدان میں کھڑے ہو کر اپنی جان حاضر کرنے کا جان پیدا کرنے والے اللہ سے اقرار کریں، جان دینے کا ابتدائی معاہدہ جان دینے والے خدا سے باندھیں ۔ پہلی دفعہ قرآن حکیم کے اس حکم پر نظر لگی ہے کہ خدا نے مومن سے اس کی پوری جان اور پورا مال جنّت کے بدلے میں خرید لیا ہوا ہے،" پہلی دفعہ مسلمان اس ہوش میں آیا ہے کہ مولوی کا مسلمان کے لئے جنّت کے ٹھیکے کا مسئلہ غلط ہے، بے دلیل ہے، قرآن کی حکمت کاملہ کے خلاف ہے، مکر و فریب ہے، نفس کو دھوکہ ہے، تکلیف و عمل سے بچنے کا ایک حیلہ ہے ! پہلی دفعہ معلوم ہوا ہے کہ امتحان طلب اور صبر آزما خدا سے جو اپنے بڑے سے بڑے دوست ابراہیم علیہ السلام سے بھی اشد شدید قربانی کا طالب ہوا، جو اپنے بڑے سے بڑے، حبیب اور ختم الرسل صلعم کو بھی تیئیس برس زہرہ گداز تکلیف کے بغیر کامیاب کرنے سے باز رہا ! ہاں ایسے خدا سے جنّت کی طلب کرنا کچھ آسان اور گھر کی بات نہیں، نہیں پہلی دفعہ جنّت کی صحیح معنوں میں طلب اور پکار پیدا ہوئی ہے، وہ جنّت جو مولوی اور ملّا اس قدر سستے داموں پر بے دھڑک قرنوں سے بانٹ رہا تھا کیونکہ اس کا اپنا مال نہ تھا ۔ اُس جنّت کی قدر پہلی دفعہ معلوم ہونے لگی ہے جنّت کی کی قیمت کا احساس ہوا ہے، جنّت کی عافیت کا حسن دل میں خلجان پیدا کرنے لگا ہے، آنکھیں کھلنے لگی ہیں کہ جنّت کی قرآنی اور اسلامی شرط

تمنائے موت نہیں، اللہ کی راہ میں کٹ مرنے کی سچی آرزو ہے، انہیں اس تمنائے موت کے بعد فی الحقیقت میدانِ جنگ میں اپنے سردار کے حکم پر گاجر مولی کی طرح ایک ایک کے بدلے دس دس کو مار کر کٹ مرنا ہے، یہ سب شرطیں قرآن میں صاف اور بے گمان الفاظ میں لکھی ہیں، ہاں ہوش آنے لگی ہے کہ جب اس دنیا میں چار آنے مزدوری تمام دن ٹوکری اٹھانے کے بغیر نہیں ملتی تو خدا سے اس اشد شدید قربانی کے بغیر جنت کی ہوس رکھنا خیال خام ہے!

جانبازی کی لِم کیا ہے

جانباز سپاہیو! تمہاری جانبازی کی یہ شان ہے کہ تم اس رسمی اور سطحی مظاہرے کے بعد جان دینے کے کیفیت کو سمجھو، جان پر کھیل کی لِم سمجھو، سمجھو کہ جانیں کس طرح اور کیوں دی جاتی ہیں سوچو کہ زندہ قوموں کے کروڑ در کروڑ افراد میدانِ جنگ میں گاجر مولی کی طرح کٹ جاتے ہیں، ایک ایک بم، ایک ایک توپ چشم زدن میں بے دھڑک کشتوں کے پشتے کے پشتے لگا دیتی ہے، کروڑوں روپیہ کی سر بفلک عمارتیں، غمزدہ ماؤں کے بے شمار بیٹے، بیاہی بیٹیوں اور سہاگنوں کے جوان خاوند منگیتروں کے شرمیلے دُولہے عاشقوں کے سوہنے پیا، معشوقوں کے موہنے دوست، الغرض انسانی تعلق اور جذبے کے سب دھاگے اور رشتے توپ و تفنگ کی دھنک کے سامنے آنکھ کی جھپک میں روئی کے گالوں کی طرح اڑا دیئے جاتے

ہیں! زندہ قوموں کی مائیں خاموش طور پر بیٹیوں کو اس جلاّد منظر کی طرف خود روانہ کرتی ہیں، بیویاں آخری نظر بھر کر اور خشک آنسوؤں سے خود الگ ہو جاتی ہیں، قرونِ اولےٰ میں عرب عورتیں گیت گا گا کر اور طعنے دے دے کر خاوندوں کو جنگ میں بھیجا کرتی تھیں، عرب اور غیر عرب سب غازی پھولوں کے ہار اور آنکھوں میں سرمہ لگا کر ہتھیار کسا کرتے تھے، سرحد پار کے آفریدی اور مہمند آج تک اسی شان سے غزا کے لئے نکلتے ہیں۔ پچھلے جنگ عظیم میں مشہور تھا کہ شاہِ یونان لڑائی میں کودنا نہ چاہتا تھا، ملکۂ یونان کو غالباً اس بات کی پیچ تھی کہ یورپ کی سب رانیوں کے خاوند خون کے چراغان کر رہے ہیں اور اس کا خاوند بزدل بنا بیٹھا ہے، بادشاہ کے ساتھ ہم بستری چھوڑ دی، اس کے پاس اور حربہ نہ تھا، خاوند عورت کے تعلقات قطع کر دیئے اور روٹھ کر بیٹھ رہی: شاہِ یونان کو بالآخر اعلانِ جنگ کرنا پڑا! جانباز سپاہیو! تم نے سوچا کہ زندہ قوموں میں موت اور قتل کے ساتھ یہ عشق کی بازی کیوں ہے؟ کیوں موت اور قتل کو زندگی سمجھا جاتا ہے، کیوں موت میں حیات سمجھی جاتی ہے کیوں زندہ قوموں کے مرد اور عورتیں اس ہولناک کھیل پر متفق ہیں! عورتوں کو اکثر تھڑ دل، رحیم، نرم، لچک کھا جانے والی سمجھا جاتا ہے، کیوں زندہ قوموں کی عورتیں جلاّدوں اور ظالموں سے زیادہ مرد منش اور مضبوط دل ہیں؟ پچھلی جنگِ یورپ میں اگر زیادہ نہیں تو دو کروڑ جانوں کا نقصان ہوا، دو کروڑ اشرف المخلوقات کٹ گئے اور کروڑ دل بھنگوں اور مچھروں کی طرح مٹا دیئے گئے، اس تمام ذبح

عظیم کا باعث بوسینا کے علاقہ میں صرف ایک معمولی شہزادے کا قتل
تھا۔ کیوں ایک جان کے بدلے یورپ نے دو کروڑ جانوں کی بازی
لڑا دی وہ دو کروڑ نفوس کیوں خوش بخوش قتل ہوئے ؟ کیوں یورپ
کی چالیس کروڑ اور دنیا کی بہترین دماغ والی آبادی کے ایک فردِ
واحد نے بھی اس صاف ٹوٹے کی بازی کو بڑی سے بڑی احمقیت
نہ کہا اور چار سال تک برابر سب کے سب متفق ہو کر فنا کا بازار گرم کرتے
رہے، کیوں ویلز (H. G. WELLS) اور شا
(G. BERNARD SHAW) ، جیسے فلسفی مصلح جن کی انگلیوں
کے اشاروں، بلکہ تمسخر سے کہے ہوئے قولوں پر بھی تمام انگریز قوم جھٹ
متوجہ ہو جاتی ہے، کامل چار برس چُپ رہے، سب رہنماؤں نے چُپ
سادھ لی، سب کے سب اس قتلِ عام کا تماشا دیکھتے رہے! زندہ ہونے
کی آرزو رکھنے والے مسلمانو اور جانبازو! یہ سب عجیب اور افسانہ
اس لئے ہے کہ تمہیں قوموں کی زندگی کے عنوان یاد نہیں رہے، زندہ
ہونے کی آن یاد نہیں رہی، زندگی کی شان بھول چکی ہے، یورپ کی
جنگ عظیم میں جو ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی صرف ایک جان کے بدلے
دو کروڑ انسان اس لئے قتل ہوئے کہ یورپ کی اکثر قوموں اور
سلطنتوں کو سائنس کی نئی ترقی اور سالہا سال کے جمود اور آرام کے
باعث مردہ اور شل ہو جانے کا خطرہ تھا۔ جنگ کریمیا اور فرینکو
جرمن وار کے بعد تمام یورپ قریباً پچاس برس سے تالاب کے
کھڑے پانی کیطرح متعفن ہو رہا تھا، قوموں کی پوشیدہ علمی اور
جنگی قابلیتیں ظاہر نہ ہونے کے باعث فنا ہو جانے کے قریب ہو

گئی تھیں۔ ایک قرن کے کامل امن و سکون نے غیر مستعمل لوہے کی مانند قوموں کی قوت و استعداد پر جمود کا زنگار چڑھا دیا تھا! آزمائشوں اور امتحانوں کے انتظار کی مدّتیں گزر چکی تھیں اور ڈر تھا کہ اگر کوئی بڑا "فتنہ" نہ اٹھا تو تمام یورپ اندر ہی اندر بھر جائیگا! سب قومیں صبر و انتظار کی حد پر کھڑی تھیں، سب کا پیمانۂ

سکون لبریز ہو چکا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شہزادے کا قتل عالم آرا قتال کا کھلا بہانہ ہو گیا! چشم زدن میں اقوام کے دو خطرناک گروہ ہو گئے! پھر ایک گروہ دوسرے سے اس دھماکے سے بھڑا اور ٹکرایا کہ تختۂ زمین ہل گیا کرۂ زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے اور قطب سے قطب تک دنیا کی سب آبادی لرز گئی! الغرض اس بھونچال کا جو رُوئے زمین پر چار برس سے زیادہ دیر تک رہا اور جس میں نسلِ انسانی کے ویران باغ کی تراش و بُرید نہایت بیرحمی سے ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی مجاہدانہ قوتیں پھر بیدار ہو گئیں۔ آج بیس برس کے بعد اس زلزلۂ عظمےٰ اور امتحانِ کبیر کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جہاں ایک طرف اتحادی فاتحین جنگ میں سے انگریزوں اور فرانسیسوں کو روئے زمین کے بڑے بڑے کئی نئے ٹکڑے مسلمان کے کمزور جسم سے کاٹ کر سلطنت کرنے کے لئے خدا نے دیئے تھے وہاں دولِ ثلاثہ میں سے دو خطرناک سلطنتیں جرمنی اور اٹلی ہٹلر اور میسولینی کی خطرناک قیادت میں اس آب و تاب سے نکلی ہیں کہ سب پرانے فاتحین دم بخود بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ اٹلی کے پہلے وار نے ہی دو ہزار برس پرانی سلطنت حبشہ

کو تہس نہس کر دیا اور کسی دشمن کے کان پر جوں تک نہیں رینگی جہاد کی زندہ کن آزمائش نے یورپ میں نئی زندگی نئی توان، ہی امنگیں نئے ارمان پیدا کر دیئے - روما کی سلطنت کم از کم ایک ہزار سال سے مردہ ہو چکی تھی، روما پھر جی اٹھا ہے اور ابھی نہ جانے اس نئی زندگی کا نسلِ انسانی کے حق میں کیا انجام ہوتا ہے - !

قتال کے ذریعے سے

قوم میں بیداری

جانباز سپاہیو! بنی اسرائیل میں معلوم ہوتا ہے بعینہٖ اسی ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم کے اسباب کئی ہزار برس پہلے پیدا ہوتے تھے، بعینہٖ اسی طرح اس قوم میں ایک شخص اتفاقاً قتل ہوا، اس اتفاقی قتل پر یکدم فساد کا پہاڑ اٹھا اور گرداگرد کے سب انسان آپس میں مختلف اور دو ٹکڑے ہوئے، ایک فریق قاتل کی حمایت پر کھڑا ہو گیا دوسرا مقتول کا بدلے لینے کے لئے جم گیا، بنی اسرائیل میں میں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عام امن وسکون کے باعث جمودِ عمل اور قساوت قلب پیدا ہو چکی تھی، قوم کی تمام مخفی قابلیتوں پر بے حسی اور کم ہمتی نے پردے ڈال دیئے تھے، آرام پرستی اور تن آسانی قوم کا شعار بن گئے تھے، تمام ماحول مردنی اور جمود

کا تھا، الغرض سب قوم مردہ تھی اور اس کے پھر زندہ ہونے
کی بظاہر کوئی سبیل نظر نہ آتی تھی، خدائے عظیم نے اس اتفاقی قتل
کو ایک عظیم الشان ٹکراؤ کا بہانہ بنا دیا، ایک گروہ کو دوسرے گروہ
سے بھڑا کر عام بیداری پیدا کر دی، سب قوم تلوار ہاتھ میں لے
کر پا بہ رکاب ہو گئی، سب مخفی قوتیں بیدار ہو گئیں، پوری قوم پھر
زندہ ہو گئی، جہاد اور قصاص کے طلسم نے قوم کے اندر ایک حیات
تازہ پیدا کر دی۔ اِنَّ لَکُم فی القصاص حیواۃ یا اُولی
الالباب کا محاکمۂ قرآنی صاف سامنے آگیا۔ خدائے عظیم نے قرآن عظیم
میں اس واقعہ عظمیٰ کا ذکر بنی اسرائیل کو اپنے احسانات جتلانے
کے ضمن میں حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے، یہ آیتیں قرآن کے عین
شروع میں ہیں اور ہر شخص کو معلوم ہیں۔

وَ اِذْ قتلتم نفسًا فادّٰرتم فیھا ط واللہ مخرجٌ مّا
کنتم تکتمون ج فقلنا اضربوہ ببعضھا ط کذالک
یحی اللہ الموتٰی ویریکم اٰیتہٖ لعلکم تعقلون ؏
ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فھی کالحجارۃ
اَوْ اشدُّ قسوۃ ط وَان من الحجارۃ لما یتفجر منہ
الانھرُ ط وَان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماءُ
وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللہِ ط وَمَا اللہُ بِغَافِلٍ
عمّا تعملُونَ ہ

آیۂ قتلتم نفساً کا صحیح مفہوم

قرآن کو مولوی اور مفسر نے اپنی ناپیدا مثال جہالت سے مضحکہ خیز افسانوں کا مجموعہ بنا کر مسلمان کے دل میں کلامِ خدا کے خلاف ایک نامحسوس عدم یقین بلکہ نفرت اور غیر کی زبان پر ایک شرمندہ کر دینے والا طعنہ بلکہ تمسخر پیدا کر دیا ہے ۔ پہلی آیت کے مفہوم کے متعلق جو لچر اور بے سر و پا کہانی مُلّا نے مدّت سے وضع کی ہوئی ہے مشہور ہے اور غالباً دُنیا کی کسی قوم کے پاس اِس سے زیادہ مضحکہ انگیز افسانہ موجُود نہیں ، اس تقریب پر جو جانبازوں کے کیمپ میں حیاتِ قومی کے اظہار کے ضمن میں پیدا ہو گئی ہے ان آیات کا ترجمہ کرتا ہوں اور مُلّا کو شرم دلاتا ہوں کہ اُس نے کلامِ خدا کے ساتھ کیا شرمناک سلوک کیا ۔ ہاں مفہوم یہ تھا کہ "اے بنی اسرائیل کی قوم! میرا وہ احسان بھی یاد کرو جب تم میں ایک متنفس کے قتل کا واقع ہوا اور اس مقتول کی خاطر تمام گرد اگرد کے انسانوں میں عظیم الشان اختلاف رُونما ہو گیا ، تمام گرد و نواح میں ایک دوسرے کے مخالف دو گروہ پیدا ہو گئے (فادّٰرَءتُمْ فیھا) ، تم اس قتل کے باعث اپنے شیطانی جذبوں کو بھڑکا کر اختلافِ عظیم میں سرگرم ہو گئے لیکن خدا کسی اور ہی تجویز میں مشغول تھا خدا یہ چاہتا تھا کہ تمہاری تمام مخفی قابلیتوں خوابیدہ اہلیتوں اور جمود زدہ استعداد کو باہر نکال کر رکھ دے وہ سب قوتیں جو قرنوں کی آرام پسندی اور تن آسانی کے باعث شل

ہوچکی تھیں پھر بیدار کر دے (وَاللّٰہُ مُخۡرِجٌ مَّا کُنۡتُمۡ تَکۡتُمُوۡنَ)
پھر اے بنی اسرائیل کے جمود زدہ لوگو اور اے آج کل کے نئے ایمان
والے مسلمانو! جو نئے ایمان کے باعث گرما گرم ہو! ہم نے تجویز
کی (فَقُلۡنَا) کہ اس فریق کا رگڑ) اس قوم کے دوسرے گروہ سے
(بِبَعۡضِهَا) ٹکراؤ پیدا کر دو (اِضۡرِبُوۡهُ) اُس حصے سے اُس حصے کو بھڑا دو
(اِضۡرِبُوۡهُ) اُس قوّت کو اس قوّت سے لڑا کر تمام قوم میں ایک
عظیم الشان انسانی زلزلہ، ایک ولولہ خیز ہنگامہ، ایک جمود شکن بیداری
پیدا کر دو (فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا) اے لوگو! یاد رکھو کہ خدا مُردہ
قوموں کو یونہی زندہ کیا کرتا ہے، جمود زدہ اور بے حس، ساکن اور
جامد قوموں کے اندر انہی طریقوں سے نئی زندگی پیدا کرتا ہے (کَذٰلِکَ
یُحۡیِ اللّٰہُ الۡمَوۡتٰی) نفسانی اور شیطانی جذبات ہی کو بعض دفعہ بھڑکا
کر الوہیت اور صحیح روحانیت پیدا کر دیتا ہے (کَذٰلِکَ یُحۡیِ اللّٰہُ
الۡمَوۡتٰی) اور پھر اس نئی زندگی، اس حیاتِ تازہ، اس نئے ولولے
کو پیدا کر کے تمہیں اپنے خلافِ اُمید معجزے اور اپنی عظیم الشان نشانیاں
دکھلاتا ہے کہ تم اس حیرت انگیز کائنات کے قانونِ حیات و ممات
کو سمجھ سکو (وَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ)

اگلی آیت کا ترجمہ اور ربط صاف ظاہر ہے: لیکن اے بنی اسرائیل
کے لوگو! اس ہنگامۂ عظمیٰ کے واقع ہونے کے بعد بھی جس نے تمہیں
نئی زندگی دے دی تھی اور جس کا اثر کئی قرنوں تک تم میں علی الاعلان
عیاں ہونا چاہیئے تھا، تم اس قدر بدبخت نکلے کہ تمہارے دل پھر سخت
ہو گئے (ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ) تمہارے اندر اس جنگِ عظیم کے

بعد بھی جس کا روحانی اثر مدتوں تک رہتا تھا، تمہارے قلب ساکن ہو گئے، تمہاری عملی قوتیں مرگئیں، اعضا ڈھیلے ہو گئے، دلِ پتھر ہو گئے (ثم قست قلوبکم) اور وہ دل سخت کیا ہوئے بالکل پتھر کی مانند بے حس (فھی کالحجارۃ) بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت نہ قومی غیرت، نہ وطنی حمیت، نہ جماعتی عصبیت، نہ شوقِ عمل نہ ذوقِ یقین، الغرض تم میں کچھ باقی نہ رہا جو تمہاری قومی زندگی کو برقرار رکھتا، (او اشد قسوۃ) لیکن وہ دل پتھر کہاں تھے؟ پتھروں میں سے بھی بہت سے پتھر ایسے ہیں کہ اُن کے اندر سے چشموں کے چشمے پھوٹ بہتے ہیں، ایسے بھی ہیں کہ خارجی اثرات کے دباؤ سے خود پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے نرم نرم اور شفاف پانی نکلتا ہے، ایسے بھی ہیں کہ خدا کے قانون سے خوفزدہ ہو کر اپنے بلند مقاموں سے خود بخود گر پڑتے ہیں، مگر تمہارے پتھر سے سخت تر دلوں کے اندر کوئی نرمی اور عاجزی، کوئی ذوقِ عمل، کوئی باہمی رحمت و لطف کا آبِ رواں، کوئی اتحادِ عمل کی نہر سبیل، کوئی بلند مقاموں سے گر کر خاکساری اور تسلیم کا جذبہ، الغرض قوم کو پھر بلند کرنے کا کوئی سامان پیدا نہ ہوا۔ اور اے بنی اسرائیل! یاد رکھو کہ آج بھی جو کچھ تم کر رہے ہو۔ خدا اسے بغور دیکھ رہا ہے، تم سے غافل نہیں ہوا یا تمہیں نظر انداز نہیں کیا۔ آج بھی اگر کچھ عمل کرنا شروع کر دوگے تو اسی وقت سے اس کا اجر ملنا شروع ہو جائے گا: (وما اللہ بغافل عما تعملون)

افراد کی موت میں قوم کی حیات ہے

مولوی اور مُلّا نے جو ستیاناس خُدائے عظیم کے ان عظیم الشان الفاظ کا پچھلے تین سَو برس میں کر کے اسلام کو بے مثال نقصان پہنچایا اس کا بدلہ خدا نے قوم سے کافی لے لیا ہے لیکن جانباز سپاہیو اور تحریک کے سردارو! میں تمہیں واقعات حاضرہ میں سے یورپ کے جنگ عظیم کی ایک مثال دے کر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ زندہ قوموں میں جانبازی اور جان سپاری کی لِم کیا ہے زندہ قوموں کے افراد اپنے آپ کو فنا کر کے صرف قوم کی حیات چاہتے ہیں، وہ ہلکی سی آواز امیر پر ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بے دھڑک کٹ جاتے ہیں لیکن اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی جماعت کی ادنیٰ بے عزّتی گوارا نہیں کر سکتے، ان کے قلوب زندہ ہیں، ان کے دل نرم ہیں، ان کے دلوں کے اندر خشیت خدا اور خوف قانون خدا کی ایک نرماہٹ ہے جو اعضا کو ہر دم چُست اور چالو رکھتی ہے۔

ایک سینوں میں فراخی اور شرحِ صدر ہے جس کی وجہ سے دلوں کے مساموں سے باہمی محبّت، اتحادِ عمل، اطاعت امیر کے دریا پھُوٹ پھُوٹ کر بہتے ہیں، اُن کے مردوں اور عورتوں بوڑھوں اور جوانوں میں یکساں احساس موجزن ہے، دنیادی محبتیں اور جسمانی رشتے اِس ربّانی احساس کے سامنے ہیچ ہیں، علائق کی رکاوٹیں اس کے بالمقابل پانی ہو کر بہ جاتی ہیں، کبر اور غرور، خود غرضی اور

فساد، انانیت اور منی کے بڑے سے بڑے لات و مناتِ اس قدوسی ماحول میں گر پڑتے ہیں اور خدا اور قوم کی راہ میں شہداء کی موت قوم کو سر بسر زندہ کر دیتی ہے! جس قوم نے مار کر مرنا نہیں سیکھا اُس کی زندگی کیا ہے۔ قوموں کی زندگی دراصل اس کے افراد کی موت کی تیاری میں ہے، جس قدر تعداد مارنے مرنے کے لئے تیار ہے اُسی تناسب سے وہ قوم اس دُنیا میں سربلند ہے!

جانبازی کا سچّا مفہوم

جانباز سپاہیو! تم نے بے شک قوم کو زندہ کرنے کے لئے اپنا عہد خُدا سے باندھا ہے، بے شک تمہارا شیوہ خدا اور اسلام کی راہ میں مرنے کا ہے، تم نے خنجر کی نوک سے خون نکال کر یا اور طریقے سے خدا کو گواہ بنا کر بے شک اس بات کا تحریری اقرار بلکہ اعلان کیا ہے کہ تم غلبۂ اسلام کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو اور اگر تم ادارۂ علیہ کے کسی حکم کے خلاف کرو تو خدا تمہیں جہنم نصیب کرے، لیکن بڑی سوچ اور بڑے غور کی بات یہ ہے کہ تمہاری چند جانوں کو خدا کی راہ میں کسی دشمن کی تلوار یا توپ سے لڑوا کر اسلام کو کامیاب کرنے کی ظاہراً کوئی سبیل اس وقت موجود نہیں اس لئے سرِ دست ادارہ علیہ سے ایسے حکم کی توقع عبث ہے۔ اُدھر جب تک تم فی الحقیقت اپنی جانیں خدا کی راہ میں نہ لڑا دو گے تمہارا خدا سے عہد ہرگز پورا نہیں ہوتا اور تم خدا سے اپنا عہد پورا نہ کرنے کے بدلے جہنم کے مستحق ٹھہرتے ہو۔ اگر اس باریک

نکتے کو یکدم نہیں سمجھتے تو پھر غور کرو اور سوچو کہ تم نے غلبۂ اسلام حاصل کرنے کے لئے جان دینے کا عہد کیا ہے، اب اگر جانیں فوراً توپ کے سامنے کر دو تو غلبۂ اسلام حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ چند جانیں کیا کر سکیں گی، اور جان دے کر بھی جان دینے کی شرط پوری نہ ہوگی، ادھر جب تک عہد کے مطابق اپنی جان غلبۂ اسلام کے لئے لازماً نہ دو گے، عہد پورا نہ ہوگا اور ہمیشہ کے لئے آخرت میں جہنم کی سزا کے مستحق ٹھہرو گے، ایسی پیچیدہ حالت میں تمہاری خدا سے سرخروئی اور جہنم سے چھٹکارے کی صرف ایک سبیل باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ تمہارا ہر لمحہ ہر منٹ، ہر دقیقہ اسلام کی جماعت کو مضبوط کرنے میں صرف ہو تم اپنی جانوں کو میدان جنگ میں نہیں، میدانِ عمل میں خرچ کرو، تم اپنی زندگی کو فی الحقیقت اسی کام میں ملیا میٹ کر دو کہ اسلام کی ایک منظم اور مضبوط جماعت پشاور سے راس کماری تک اور کراچی سے رنگون تک بنتی جائے، قطرہ، قطرہ جمع ہو کر دریا بنے، تمہاری زندگی کا ہر حصہ اس دریا بنانے میں صرف ہو، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تم اپنی جانوں کو میدان جنگ کی طرح دُکھ میں ڈالو، اس لئے میدان جنگ کی طرح مارچ ہوں، جہاں جماعت بننے کی اُمید ہو وہاں تک سفر ہو میدان جنگ کی طرح کئی جماعتیں بناتے بناتے کئی کئی راتوں تک پوری نیند نہ ملے، عمدہ غذا میسر نہ ہو، روزانہ تم اپنے کام کا حساب لو کہ آج تم نے غلبۂ اسلام کے لئے کیا کیا، کتنی جان صرف کی، جان کو کتنا دکھ دیا، اس دُکھ کے بعد غلبۂ اسلام کی طرف کسقدر بڑھے، تمہارا روزانہ بہی کھاتہ صاف بتائے کہ ایک چھٹانک جان صرف کی اور ایک پاؤ کام ہوا، جب

تک تمہارا روزانہ بلکہ ہر لمحہ کا حساب کتاب دیانتداری سے یہ نہ ثابت کروگے کہ تم اپنی جان کو ذرّہ ذرّہ کرکے اعلائے دین اور راہِ خدا میں صرف کر رہے ہو۔ ہوش کے کانوں سے سُن رکھو کہ تمہارا جانبازی کا معاہدہ ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوسکتا۔ جانبازی کا عہد کرنے والو! اس امر کو آج سے اپنی زندگی کے کسی لمحے میں اور مرتے دم تک نہ بھولو کہ اتنے بڑے اور اہم اعلان کے بعد جو تم نے کیا ہے خدائے عظیم تمہارے عمل کو نہایت غور سے دیکھ رہا ہے، اس کو نہ بھولو کہ خدا ہے اور وہ زندہ خدا ہے، اس کو نہ بھولو کہ دنیا کے چھوٹے سے چھوٹے حاکم کے سامنے اگر تم کوئی اقرار کرو تو اس اقرار کی پچ ہوتی ہے اس پچ میں اس خوف سے کہ حاکم ناراض نہ ہوجائے تم اپنی جانیں لڑا دیتے ہو، پھر کائنات کے سب سے بڑے احکم الحاکمین سے اقرار کی پچ کس قدر ہونی چاہیئے، اس کو نہ بھولو کہ تمہارے خونی یا قلبی یا قرآنی معاہدوں کی خدا کے سامنے کوئی تاویل ہرگز ہو نہیں سکتی، اس کو نہ بھولو کہ تم نے معاہدہ اِدارہ علیہ یا عنایت اللہ المشرقی یا کسی انسانی طاقت سے نہیں کیا، اس کو نہ بھولو کہ اِدارہ علیہ کا ہر حکم ماننے کے یہ معنی نہیں کہ وہ حکم کاغذ پر لکھا ہوا تمہارے پتہ پر بذریعہ ڈاک پہنچے بلکہ ادارہ علیہ کا پہلا عام اور صاف حکم یہ ہے اور اگر اب تک نہیں سُنا تو آج اس وقت سربازار علی الاعلان علی الرؤس الاشہاد اور خدا گواہ کرکے سُن لو کہ جانباز اپنی زندگی کا ہر لمحہ مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرونے اور خاکساروں کی عملی جماعتیں بنانے میں صرف کررہے، اس مقصد کے بالمقابل وہ اپنی تمام ذاتی اغراض

فنا کر دے، گھر بار بیوی بچے، جان و مال، جاہ و جائداد کے حکموں اور دو مفلسی" بیماری" "مجبوری" کے عذروں کی اس حکم کے سامنے کوئی وقعت نہ ہو ادارہ علیہ کا آج سے عام اور صاف حکم ہے کہ ہر جانباز سب سے پہلے بہترین خاکسار ہو، اپنے افسر علاقہ کی اطاعت عام خاکساروں سے دس گنا زیادہ کرے اپنے افسر علاقہ کو ہر ممکن مدد جماعت کے مضبوط کرنے میں دے، اپنے افسر علاقہ کا دست راست ہو المختصر افسر علاقہ یہ سمجھے کہ میرے علاقے میں عنایت اللہ المشرقی سے بہتر اتنے آدمی ہیں اور اب مجھے مشرقی کی ضرورت نہیں رہی، ہوش سے سن رکھو کہ جب تک کم از کم یہ نہ کرو گے تمہارا خونی یا قلبی یا قرآنی معاہدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔

جانباز سپاہیو! آخری کلام یہ ہے کہ تمہارا خدا کی راہ میں جان دینے کا عہد ہے، جان تم فوراً اور یک لخت دے کر اسلام کو بلند نہیں کر سکتے، اس لئے اسلام کو بلند کرنے میں اپنی جانیں صرف کرنا فوراً شروع کر دو، روز حساب لو کہ اس قدر جان خرچ کی ہے، اس قدر جان کو گھٹایا ہے، تمہاری نیندیں حرام ہو جائیں، دکھ اٹھا اٹھا کر تمہارے جسم کم ہو جائیں، تم اپنی جان کو قوم کا غم لگا لو، اس غم میں اپنی جانوں کو پگھلا دو حتے کہ بستر مرگ پر لوگ گواہی دیں کہ اسلام کا جانباز تھا، اسلام کی راہ میں جان دے گیا۔

۲۴، مارچ ۱۹۳۷ء عنایت اللہ خان المشرقی

تمہارا اسلام کی غلط
تصویر ایک مدت سے
پیش کرنا تمہارا اپنا
فعل نہیں یہ صدیوں کی
بداعمالی اور غفلت کا
نتیجہ ہے یہ آباؤاجداد
کے گناہوں کا ورثہ ہے
قرنوں کی درماندگیوں کا
مجموعہ ہے ۔ اس میں
کسی ایک مولوی یا ایک
پیر یا ایک پیشوائے
دین کا قصور نہیں ۔
سب امت اور پیشوایانِ امت
کا مجموعی قصور ہے ۔

○

مولوی کے گرد جہالت اور
سیاہی نے اس قدر اندھیرا
ڈال رکھا ہے کہ آنکھیں
اس سفیدی کو دیکھ نہیں
سکتیں - غرور اور تکبر
نے ان کو دھوکہ دیئے رکھا
ہے کہ وہ عالم ہیں
جاہل کو اندھیرے سے
روشنی میں لایا جاسکتا
ہے لیکن پھر خود غلط عالم
سے جہالت نہیں چھینی
جا سکتی -

○

علامہ المشرقیؒ

ماخوذ از مُلا کی مذہب
سے بے خبری

لائل پور کے خاکسار سپاہیو! تمہاری محبت نے مجھے آج یک لخت مجبور کر دیا کہ سب کام چھوڑ کر تمہیں ملوں اور اس شان دار کیمپ میں جو تمہارے جوان ہمت سالار محمد افضل اور اس کے قابلِ رشک مددگاروں یعنی سالار شاہ محمد عزیز اور محترم سعید کے جنون کا نتیجہ ہے تمہیں کچھ بات بطورِ یادگار کہوں۔ محبّت اور جنّون نے پوچھ لو آج تک دُنیا کے کیا چہرے بدل دیئے ہیں۔ پوچھ لو کیا کیا رنگ جمائے ہیں، پوچھ لو سلطنتوں اور طاقتوں کے کتنے تختے اُلٹ دیئے ہیں، تم دنیا کی کوئی تاریخ اٹھا کر دیکھو، سب انقلاب، سب اصلاح، سب طاقت، سب آسمانی برکتیں، سب زمینی اچھائیاں قوم میں اِسی دلوں کے آپس میں میل، اسی قلوب کی آپس میں صفائی، اسی رحمت اور رافت کی باہمی لہروں، یا دردمند لوگوں کے مستقل ارادوں، ان کی ہوشربا اور زہرہ گداز محنتوں، ان کے ہمتوں کو پانی پانی کر دینے والی کوششوں، نہیں ان کے حیرت انگیز بلکہ اکثر اوقات

مضحکہ خیز جنونوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ خُدا کی نگاہِ لطف و عاطفت بار بار بلکہ ہمیشہ اُسی قوم کی طرف ہوئی ہے جس نے محبت، اور محبت کے ساتھ ساتھ جذبات میں لطافت اور رافت پیدا کی، جس کے دو لفظوں میں دل مل گئے۔ جس نے سینوں کی کدورتیں نکال پھینک دیں، جس نے شیطان کو کعبۂ دل سے نکال کر خدا بسایا، جس نے دل کے بتوں کی بندگی سے منہ موڑ کر اللہ سے لَو لگائی!

ایک انسان کے دوسرے انسان سے عشق پر غور کرو کیا رنگ جم جاتا ہے، عاشق کے ادنےٰ اور معمولی عشق سے بدن میں کیا کیا بجلیاں دوڑتی ہیں، سینے میں کیا سوز و گداز ہوتا قلب میں کیا کیفیت، اعضا میں کیا حرکت، جوڑوں میں کیا اضطراب، ذہن میں کیا تصورات، آنکھوں کے سامنے کیا نقشے، خیال میں کیا تصویریں یک دم پیدا ہو جاتی ہیں۔ عاشق کو معشوق کے تخیل کے سوا کچھ نہیں سوجھتا، وہ دنیا کی ہر شے کو اپنے معشوق کے رنگ میں دیکھتا ہے۔ دوسرا کوئی رنگ اس کو پسند نہیں آتا۔ بس یہی تصویریں اور نقشے، یہی اعضا میں حرکت اور اضطراب اس کو بالآخر معشوق تک پہنچا دیتی ہیں۔ کٹھن اور مشکل منزلیں اس قدر آسان نظر آتی ہیں کہ گویا وہ اِن سے گزرا ہی نہ تھا۔ بعینہٖ اسی طرح بلکہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر قومی محبت اور جنون نے دنیا میں کرشمے کر دکھائے ہیں۔ قوموں نے اسی وقت سے اپنے سالہا سال کے پرانے چولے بدلنے شروع کر دیئے ہیں، جب سے محبت اور جنون ان کے دلوں میں کارفرما بن کر چکے۔ یاد رکھو محبّت اخلاقِ الٰہی کا جُز ہے، عیسائیوں کا مشہور مقولہ ہے "خدا محبت ہے"۔ نفرت، بغض، کینے بغاوت، شیطنت کے آثار ہیں، جنونِ محبت کی شدّت کی آخری منزل ہے۔ قرآن میں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ کا درجہ ایمان کا بہت بڑا اور آخری درجہ ہے، جس قوم کے کارکن اور کارفرما طبقے میں یہ دونوں پیدا ہو گئے، اس قوم کا بیڑا پار ہے۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میں تمہیں اس کیمپ میں ذرا وضاحت سے بیان

کرنا چاہتا ہوں کہ مولوی کا پچھلے سو سال کا مذہب کیوں غلط ہے۔ مولوی میرے اس "غلط مذہب" کے الفاظ پر بے حد سیخ پا ہوتا ہے۔ وہ کچھ سناٹے میں ہے کہ یہ ازغیبی اور آسمانی گولہ اس کے کئی سو برس کے وقار پر کس نے پھینکا۔ بڑا کھسیانا کھسیانا ہے کہ اُمت کا "عالم" ہو کر ایک اُمتی نے کیونکر اس کی دو سو برس کی غفلت اور سو برس کی ملی بھگت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ سفارشیں کراتا پھرتا ہے کہ اس قرانی تعلیم اور اسلامی تخیل کو جو تم پیدا کر رہے ہو، کچھ کہو مگر خدارا اس کو "مولوی کا غلط مذہب" نہ کہو، مولوی کے مذہب کو غلط کہنے سے مولوی کا رہا سہا وقار خاک میں مل جائے گا۔ وہ اُمت کو کچھ کہنے کے قابل ہرگز نہ رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں، میں تمہیں بتلانا چاہتا ہوں کہ مولوی کے مذہب کو غلط کہنے میں کیا اشد تشدید مجبوریاں اور کیا عظیم الشان فائدے اُمت کو مل سکتے ہیں۔ سب سے پہلے مولوی نے پچھلے دو سو برس سے دینِ اسلام کو صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ شہادت کے رسمی طور پر ادا کر لینے کو پورا اسلام سمجھا کر تمام باقی قرآن کو مسلمان کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اب ہر نیک مسلمان کو دین اسلام کا خلاصہ یہی پانچ فعل نظر آتے ہیں جن کو وہ بے چارا اپنے زعم میں پورے طور پر ادا کر لینے کے بعد تسلّی پا جاتا ہے کہ مسلمان ہے۔ بڑا مسلمان ان پانچ میں سے ایک دو یا اگر اور کچھ نہیں تو صرف کلمۂ شہادت پڑھ لینے کے بعد خوش بخوش ہے کہ اسلام میں داخل ہے، جنّت کا مستحق ہے، دنیا کے تمام کافروں سے بہتر ہے۔ اس تخیّل کا عام نتیجہ اُمّت کے حق میں یہ ہوا ہے کہ اُمّت کے سامنے کوئی نصب العین نہیں رہا، اسلام کے معنی چند مقدس افعال یا رسموں کو ادا کر لینا رہ گیا ہے، قرآن مسلمان کا دستور العمل کسی معنوں میں نہیں رہا، اچھا سے اچھا مسلمان ان پانچ باتوں کے کر لینے کے بعد بُرے سے بُرا اور قرآن حکیم کے منافی فعل بھی بے روک ٹوک کر لیتا ہے اور دل کے اندر مطمئن ہے کہ مولوی کے بتلائے ہوئے "اسلام کے خلاصے" پر عامل ہے۔ الغرض قرآن حکیم کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے اور اس کے

بے مطلب اور رواں پڑھ لینے کے بعد مسلمان کی تمام قوتیں بے کار ہو چکی ہیں۔ دشمن خوش ہے کہ تیرہ سو برس کی بے مثال سلطنت اور جبروت کے بعد اب مولوی کی برکت سے مسلمانی صرف چند پرائیویٹ اور نجی باتوں تک محدود رہ گئی ہے جو کسی کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ مسلمان سے اب دکھ ملنے کا کوئی احتمال باقی نہیں رہا۔ مسلمان تیرہ سو برس تک دنیا کا نگہبان ہو کر اب دوسروں کی پاسبانی میں اپنی نمازیں اور روزے، اپنے حج اور زکوٰتیں گوشوں کے اندر چین سے ادا کر رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس اسلام سے آج سب خوش ہیں۔ انگریز خوش ہے کہ قرآن کی جگہ مولوی نے لے لی ہے اور مولوی نے قرآن کو عملاً مٹا دیا ہے۔ انگریزی حکومت اسی بنا پر دینِ اسلام اور قرآن میں عدم مداخلت کا اعلان کر چکی ہے کیونکہ قرآن، اور اسلام اس کے نزدیک دونوں مردہ ہو چکے ہیں۔ ہاں کسی (دوسری) قوم کو کیا پڑی ہے کہ مسلمانوں کی مولویوں والی نماز، مولویوں والے روزے، مولویوں والے کلمہ شہادت سے ناخوش ہوتی پھرے، مسلمان شوق سے رات دن لاکھ مولویانہ نمازیں پڑھتا رہے۔ تمام عمر لاکھ مولویانہ روزے رکھے، تمام عمر پچاس مولویانہ حج کرتا رہے، مولویانہ زکوٰتیں دے، کسی کا سر پھرا

ہے کہ ان کی اس روٹی کے اندر آرام سے بیٹھی ہوئی روحانیت سے کراہت کرے، کسی اوسط مسجد کے اندر چلے جایئے یا کسی اوسط مسلمان سے پوچھ لیجئے، اُس کے اسلام کے متعلق ان پانچ فعلوں کے کر لینے کے سوا کوئی دوسری تشریح موجود نہیں۔ مولوی اگر ان پانچ ارکانِ اسلام کی بھی صحیح تشریحیں کرتا تو اُمت کو انہی پانچ سے سب کچھ مل رہتا مگر مولوی کی بے دماغی ان پانچ دین کے ستونوں کے متعلق بھی یہی یقین دلا رہی ہے کہ یہ آخرت کے مقدس افعال ہیں۔ ان کا اس دنیا سے کچھ لگاؤ نہیں ان کو علی الحساب اور بے سوچے سمجھے کر لینا ہی عین دین ہے، ان کا اجر اور بدلہ صرف آخرت میں ہے، مسلمان کو گنجائش نہیں کہ ان حکمت کے متعلق ایک حرف زبان پر لے۔ "کر لیا" اور "ادا ہو گیا" یا "پڑھ لی" اور "ادا ہو گئی" کے الفاظ ان

فرائض کے ادا کرلینے کا صحیح اجر ہیں، رسید ان سب کی اکٹھی یوم آخرت اور روز حساب ہی کو ملے گی!!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! مولوی کا مذہب اس لیے سرتاپا غلط ہے کہ دین اسلام دشمنوں کی خوشی اور رضا کا مذہب ہرگز نہ تھا۔ دین اسلام کے متعلق قرآن حکیم میں صاف لکھا ہے کہ وہ دشمنوں کی کراہت کا مذہب ہے۔ دین اسلام سے باہر کا کوئی شخص اس مذہب کو پسند نہیں کرسکتا، اس دین کو ہر دشمن پھونکیں مار مار بجھانا چاہتا ہے لیکن خدا اس نور کے بجھنے پر راضی نہیں، یہ مشرکوں کی کراہت اور ناخوشی کا مذہب ہے، سب دینوں پر غلبہ پانے کا مذہب ہے، جاھد الکفّار والمنٰفقین واغلظ علیھم والا مذہب ہے، ولیجدوا فیکم غلظۃ کا مذہب ہے، حتّٰی لاتکون فتنۃ ویکون الدّین کلّہٗ للّٰہ کا مذہب ہے فیقتلون ویقتلون کا مذہب ہے۔ ولیظہرہٗ علی الدّین کلّہٖ کا مذہب ہے واللّٰہ متمّ نورہٖ کا مذہب ہے۔ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم کا مذہب ہے۔ ولو کرہ المشرکون والا دین الحق ہے، ولو کرہ الکٰفرون والا صراط مستقیم ہے۔ قرآن کے کسی صفحے کو کھول کر دیکھ لو یہی مذہب ہر جگہ ملے گا۔ کسی مسجد کے مولوی سے پوچھ لو بغیر مطلب سمجھے ہوئے فرفر یہ آیتیں اوّل سے آخر تک پڑھ دے گا اور اسی آیتوں کے فرفر پڑھ دینے کو اپنے "عالم دین" ہونے کا ثبوت سمجھے گا۔ مولوی نے دین اسلام سے یہ عظیم الشان فریب اور مذہب خدا کا یہ بیخ آتشہ ملغوبہ اس لیے تیار کیا ہے کہ اس کی اپنی گردن بچی رہے، وہ آپ گوشے میں مزے سے بیٹھا رہے اور تمام اُمّت کو گوشے میں سلا کر آپ اس کا چودھری بنے، اس نے دین اسلام کے پانچ لمبے لمبے ستون کھڑے کرکے سب کو کہہ دیا ہے کہ تمام عمر ستون بناتے بناتے گزار دو، ایک ستون ذرا ڈھے جائے پھر اُسی چند گری ہوئی اینٹوں کو لگاتے رہو۔ اللہ سے مکر کرتے رہو کہ ابھی ستون بنا رہے ہیں ستونوں پر چھت ڈالنے یا عظیم الشان اور کئی منزلہ عمارت بنانے کا خیال تک

نہ کرو۔ خدا کو معاذ اللہ اسی دھوکہ میں رکھو کہ ابھی ستون ہی درست نہیں ہوئے
یاد رکھو قرآنِ حکیم میں ایک لفظ اس امر کا کہیں موجود نہیں کہ یہ پانچ شعائرِ دینِ
اسلام کے پانچ رکن ہیں، انہی کے کر لینے سے مسلمان کی نجات ہے۔ یہی دینِ
اسلام کا خلاصہ ہیں۔ اگر حدیث شریف میں لکھا ہے کہ اسلام کی بنا ان پانچ رکنوں
پر ہے تو اس کے معنی قطعاً اور ہیں، حدیث شریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ اسلام صرف
سمع الاطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کا نام ہے۔ مولوی اس حدیث پر کیوں

نہیں آتے۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ ایک جماعت
بنے رہو اور سمع وطاعت کرتے رہو، مولوی اس حدیث کو کیوں نہیں دُہراتے،
یہ سب اس لیے کہ ان حدیثوں کو دہرانے میں ان کی صاف موت ہے۔ ان کو
ایک جماعت بننا پڑے گا۔ ایک نظام کے اندر رہنا ہوگا، ایک کی اطاعت کرنی
ہوگی۔ ایک کا حکم سننا پڑے گا۔ مولوی اِن حدیثوں کو ہضم اس لیے کر جاتا ہے کہ ان پر
عمل بے حد مشکل ہے۔ ان میں اس کی روزی نہیں بنتی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ،
کلمۂ شہادت والی حدیث بار بار اس لئے کہتا ہے کہ نماز اس کی اپنی مسجد میں ہوتی
ہے اس لیے روٹیاں مل سکیں گی، روزہ کے دنوں خوب حلوہ مانڈہ ملتا ہے۔ حج
کرانے سے کچھ نہ کچھ ضرور مل کر رہے گا۔ قربانیوں کے بکرے ذبح ہوں گے۔ زکوٰۃ مسجد
میں آیا کرے گی، کلمہ شہادت پڑھا دینے سے کچھ نہ کچھ نذرانہ ملے گا! میں تسلیم کرتا ہوں
کہ اسلام کی بنیاد انہی پانچ ارکان پر ہے جو حدیث کہتی ہے انہی کے صحیح قیام پر دینِ
اسلام کا پورا دارومدار ہے لیکن ان معنوں میں ہرگز نہیں جن معنوں میں مولوی ان پانچ
ارکان کو اپنے مطلب کے لیے گھسیٹ رہا ہے۔ یہ پانچ ارکان اس کی روزی پیدا کرنے
کے سامان نہیں، ان کی بنیاد اسلام کی اجتماعیت اور اُمتِ محمدیہ کی وحدت پر ہے۔ اسی
نماز کے اندر بے پناہ قیامِ جماعت کا راز ہے۔ اسی روزے میں کمال تحمل اور فتح اُمت
کا بھید ہے، اسی حج میں صحیح مرکزیت ہے۔ اسی زکوٰۃ میں اُمت کی تمام واماندگیوں
کا علاج ہے۔ یہ باتیں تمام اُمت کی اجتماعی بہتری کے لیے ہیں، مولوی کے نفس کو

موٹا کرانے بیہ ہرگز نہیں۔ اگر یہی پانچ فعل دین اسلام کا خلاصہ مولوی کے اپنے بنائے ہوئے معنوں میں ہیں تو پھر اسی حدیث شریف کی رو سے مولوی جہاد کو دین اسلام کا صحیح خلاصہ کیوں نہیں سمجھتے کیونکہ حدیث میں صاف لکھا ہے کہ جہاد کی ایک رات ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ کیا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ شہادت کی پانچوں عبادتیں "جہاد" کے ایک فعل کے سامنے مات نہیں ہوتیں۔

خاکسار سپاہیو! اصل یہ ہے کہ دینِ اسلام کا صحیح دستور العمل تمام قرآن ہے۔ نرے پنج ارکان دینِ اسلام کا خلاصہ ہرگز نہیں۔ قرآن میں صاف لکھا ہے کہ جس قوم نے اس قرآن کے ایک حصے پر عمل کیا اور دوسرے سے کفر کیا اس کی سزا اس دنیا اور آخرت دونوں میں رسوائی ہے۔ یہ خدائی فیصلہ ہے اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو قرآن کی کسی ایک آیت سے مفر نہیں، تمام کا تمام قرآن حکم نامہ خدا ہے، سب حکموں کی تعمیل یکساں لازم ہے۔ اوّل سے آخر تک وہی ایک زبردست طاقت حکم دے رہی ہے۔ اس میں سے چھوٹے سے حکم کو نہ ماننا بھی احکم الحاکمین کی صریح گستاخی ہے۔ یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ خُدا قرآن میں بار بار حکم دے کہ اے مسلمانو! ایک اُمت بنے رہو۔ آپس میں تفرقہ ڈال کر جہنم کے گڑھے پر کھڑے نہ ہو، فرقہ بند نہ بنو کیونکہ یہی لوگ مشرک ہیں۔ ان کو کبھی بخشش نہ ہوگی، جو لوگ گروہ در گروہ بن گئے۔ اے پیغمبر! اُن سے الگ تھلگ رہو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، آپس کامل محبّت رکھو، دو گروہ لڑیں تو ان میں صلح کرادو، غالب بن کر رہو۔ دشمن سے پیٹھ نہ پھیرو، مومن صرف وہی ہیں جنہوں نے مال اور جان سے جہاد کیا، غیبت نہ کرو، وغیرہ وغیرہ۔ ہاں، یہ کیا مسخرہ پن ہے کہ خدا ایسے بزنر ہزاروں حکم اس قرآن میں دے، مولوں ان کی برکاہ کے برابر پروا نہ کرے، روزانہ اپنے مناظروں سے مسلمانوں کی ہزار ٹولیاں بناتا اور گلی گلی جمعہ کراتا پھرے، ہر دم اُمّت کو جہنم کے گڑھے پر کھڑا کرے لیکن اس آسان اور اپنے نفس کو فائدہ دینے والی حدیث کو ہزار

بار رٹتا پھرے کہ اسلام کی بنیاد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمۂ شہادت پر ہے اور پھر کہے کہ دیکھ لو کہ عنایت اللہ اس حدیث کا صاف منکر ہے۔ اسلام کے ارکان سے صاف مخل کرتا ہے، دین کے ستونوں کو گرانا چاہتا ہے اور اسی لیے ملحد اور کافر ہے۔!

مسلمانو! خاکسار سپاہیو! مولوی کے قرآن حکیم سے مکر و فریب کی ایک اور وجہ بھی ہے جو اس سے بھی زیادہ جلد سمجھ میں آسکتی ہے۔ میں نے تمہیں تبلایا ہے کہ دینِ اسلام ہر مشرک اور کافر کی کراہت کا مذہب ہے۔ تیرہ سو برس تک مسلمان دنیا میں پھیلتے رہے اور ہر غیر مسلم اُن کے اس غلبے کو ناخوشی کی نظر سے دیکھتا رہا۔ مولوی اب تمام قرآن کو امت سے چھپا کر اور صرف پنج ارکان اسلام کا گیت گا کر باقی تمام دنیا کو خوش رکھنا چاہتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمہ شہادت کے آسان عمل ایسے ہیں کہ اِن سے ہندو، مسلمان، پارسی، عیسائی، انگریز، سب خوش رہیں گے، لیکن اگر قرآن کو پھر کھولا گیا تو سب ناراض ہو جائیں گے، حکومت کی تلوار ہر دم گردن پر لٹکتی رہے گی، ہر دم جان کا خوف رہے گا۔ جہاد کا نام لیں گے تو جیل خانہ کی ہوا کھاتی پڑے گی، پلاؤ اور مرغ کی جگہ سوکھی روٹیاں، چکی کی مصیبت اور مٹی میں ملی ہوئی دال ملے گی۔ اسی لیے مولوی نماز کی ایک کروڑ فضیلتیں بیان کرے گا۔ لیکن جہاد کا لفظ زبان پر نہ لائے گا۔ اعتقاد کی بنا کر ایک لاکھ گالیاں دوسرے فرقے کے مسلمانوں کو دے گا، ایک ایک گالی کی تائید میں دس دس حدیثیں سنائے گا، لیکن اتحاد کا نام نہ لے گا، روز روز فرقہ بندی کی ہوا پھیلا کر اپنا نذرانہ قبول کرے گا لیکن مسلمانوں کو ایک کر دینے کا نام تک نہ لے گا، "اختلاف اُمتی رحمۃ" کی حدیث بار بار رٹے گا لیکن "المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ و لسانہٖ" کا حرف زبان پر نہ لائے۔ مسلمانو! مولوی کا مذہب غلط اِس لیے ہے کہ مولوی نے تمام قرآن کی آیتوں کو ایک سو سال سے قطعاً چھپا رکھا ہے تاکہ اس کی گردن

بچی رہے۔ اس نے قرآن سے فریب اس لیے کیا ہے کہ اس اپنا حلوہ مانڈہ بنا رہے، وہ اسلام کو اس لیے ظاہر نہیں کرتا کہ اس پر کوئی مشکل نہ آ پڑے۔ تمام قرآن ایک سرے سے دوسرے سرے تک پڑھ جاؤ، مولوی کے بتائے ہوئے آج کل کے اسلام کا ایک حرف نہیں کہیں نہ ملے گا۔ مولوی کا نام قرآن میں نہ ملے گا، مولوی کی بتائی ہوئی نماز نہ ملے گی، مولوی کا روزہ نہ ملے گا۔ مولوی کے حج اور زکوٰۃ نہ ملیں گے، مولوی کا کلمۂ شہادت نہ ملے گا، ہر طول نہ ملے گی، مناظرے نہ ملیں گے، ایک دوسرے پر کفر کے فتوے نہ ملیں گے، مولوی کی مولوی سے جھڑپ نہ ملے گی، سنی اور شیعہ، وہابی اور اہل قرآن، مالکی اور حنبلی، شافعی اور حنفی کے الفاظ نہ ملیں گے، صرف لفظ مسلم ملے گا، مومن ملے گا، مسلم اور مومن بننے کے اعمال ملیں گے، اُمت کو بلند کرنے والے حکم ملیں گے، مولوی نے قرآن کو کم و بیش ایک سو برس سے چھپا لیا ہے لیکن اسی چھپانے والے مولوی کے متعلق قرآن میں صاف لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو چھپایا انہوں نے اپنے پیٹ میں دوزخ بھر لیا، خدا روزِ قیامت کو ان سے کلام تک کرنا گوارا نہ کرے گا!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! مولوی کے مذہب کو غلط کہتے پر میں مجبور اس لیے ہوں کہ اب ایک سو برس کے مولوی اور پیر کے قرآن سے مکر و فریب کے بعد اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی ایک چھوٹی سی آیت پر عمل کرانے کے لیے اٹھتا ہے، اگر کوئی معمولی سے معمولی دردمند شخص ایک شہر میں صرف دو جمعہ کی مسجدوں کو ایک کرانے کے لیے ادنیٰ سی آواز اٹھاتا ہے تو حکومتِ وقت جھٹ کہہ دیتی ہے کہ یہ مذہبِ اسلام ہرگز نہیں، یہ وہ نہیں جو مولوی نے پچھلے سو برس میں اسلام کے بارے میں کہا ہے، یہ مذہب کی آڑ میں کھلی "سیاست" ہے، یہ پولٹیکس ہے، یہ سیاسی تحریک ہے، یہ انگریزی حکومت سے دھوکا ہے، انگریزی حکومت کی بیخ بنیاد اکھاڑنے کی درپردہ تیاریاں ہیں! انگریز چونکہ بڑا ہوشمند اور اسلام کے مذہب کا بڑا ماہر ہے۔ وہ مولویوں کے منہ سے مذہب اسلام کی تشریحیں کرا کر اب اس خود ساختہ مذہب پر تصدیق کی مہر لگانا چاہتا ہے تاکہ مسلمان ہمیشہ کے

لیے قرآن پر عمل نہ کر سکے۔ وہ جانتا ہے کہ بھوکا اور لوگوں کی روٹیاں کھانے والا مولوی کبھی قرآن بولنے کی جرأت نہ کر سکے گا اور دین سے ناآشنا اور مولویوں سے دبے ہوئے مسلمان کبھی اس کے خلاف کہنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ الغرض مسلمانو! مولوی کے مذہب کو صحیح کہنے میں اُمت کی صاف موت ہے، لامتناہی شکست ہے، کبھی نہ اُٹھ سکنے کی تیاری ہے۔ یاد رکھو یہودیوں کی قوم اس لیے ہلاک ہوئی کہ انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا۔ وہ جس طرح چاہتے تھے اُمت کو اپنی انگلیوں پر نچاتے تھے، جو کہتے تھے منوا لیتے تھے۔ اُمت اُن کے اثر کے نیچے دبی تھی اور سر اُٹھا نہ سکتی تھی۔ آج مسلمان بھی اسی دردناک مصیبت میں گرفتار ہیں۔ انہوں نے بھی مولوی اور پیروں کو اپنا رب بنا لیا ہے اور اس کی سزا صاف ہلاکت ہے۔

لائل پور کے مسلمانو! تمہارا شہر کئی حیثیتوں سے ممتاز ہے کہ ان امتیازات میں سب سے بڑی اور دل خوش کن نمبر یہ ہے کہ تم پنجاب کے سپاہیانہ علاقہ سے متعلق ہو، ہندوستان میں پنجاب سب سے زیادہ سپاہیانہ صوبہ اور تم پنجاب میں سب سے زیادہ سپاہیانہ علاقہ ہو۔ اگر میں کسی ایسے آزاد اسلامی ملک میں ہوتا جس کے مولوی اور ملاّ کی نکیل حکومت اور بادشاہِ وقت کے ہاتھ میں ہوتی تو میں جھٹ بے دھڑک کہہ دیتا کہ تم خدا کے فضل سے کم از کم ہندوستان میں سب سے زیادہ مسلمان ہو لیکن مولوی کی کم نظری نہ تمہیں اپنی صحیح مسلمانی محسوس ہونے دیتی ہے نہ میں اس امر کے لیے تیار ہوں کہ تمہیں اس وقت تک سب سے بڑے مسلمان ہونے کا لقب دوں جب تک کہ اس تمام عظیم الشان اور خوبصورت علاقے میں ایک ایک نوجوان، ایک ایک قدآور اور گرانڈیل شخص وردی اور بیلچے سے مسلّح ہو کر خاکسار تحریک میں شامل نہ ہو جائے۔ یاد رکھو مسلمانی اس میں نہیں کہ تم اسلام کی اس رسم کو پورا کر لو جو مولوی نے تمہیں خوش کرنے اور آرام کرسیوں پر بٹھا کر جنت میں داخل کرنے کے لیے پیدا کر لی ہے۔ ہم صحابۂ کرام اور رسولِ

خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ اللہ زیادہ لاڈلے نہیں کہ ان کو تمام عمر تکلیف اٹھانے کے بعد اسلام کا سچا علمبردار سمجھا جائے اور ہمیں صرف چند آسان باتیں کر کے جنت کا حقدار بنا دیا جائے ۔ دین اسلام کی صحیح سے صحیح تعریف اگر آج چند الفاظ کے اندر ہو سکتی ہے تو یہ کہ اسلام سپاہیانہ زندگی کا دوسرا نام ہے دینِ اسلام کے تمام شعائر، اسلام کے تمام ظواہر، قرآن کا ایک ایک حکم، اس

کا ہر امر و نہی، اس کی صلوٰۃ، اس کے تمام نسک، مسلمان کی موت، مسلمان کی حیات، الغرض تمام و کمال دینِ خدا اسی سپاہیانہ اور للّٰہی زندگی کو مکمل کرنا ہے ۔ غور سے دیکھو کہ نماز اسی زندگی کی پنج وقتہ تیاری ہے ۔ روزہ اسی میدانِ جنگ میں بھوک کی برداشت کا پیش خیمہ ہے ۔ حج اسی الٰہی فوج کی مرکزیت کو قائم کرنا ہے، زکوٰۃ اسی زندگی کو سازو سامان کی فراہمی کا دوسرا نام ہے ۔ کلمۂ شہادت اسی خدا کے سپاہی ہونے کی بعینہ اسی طرح گواہی ہے جس طرح کہ سڑک پر کھڑا ہوا خاکی وردی میں ملبوس سپاہی انگریز کے بندہ ہونے عینی اور یقینی گواہی دے رہا ہے ۔ نہیں بلکہ اگر مزید غور سے دیکھو تو یقین ہو جائے گا کہ قرآن میں اگر یہ لکھا ہے کہ مسلمانو، اپنے وعدے پورے کرو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، اپنے سلوک عمدہ کرو، غیبت نہ کرو، نیک گمانی کرو، وغیرہ وغیرہ، تو یہ حکم بھی بالآخر اسی لیے ہیں کہ مسلمان صحیح معنوں میں سچا اور ناقابلِ شکست سپاہی بن جائے ۔ الغرض دین اسلام کا نچوڑ صرف خدا کا سپاہی بننا ہے ۔ اسی سپاہی بننے کا گُر مسلمان کی قرونِ اولیٰ والی سپاہیانہ نماز ہے، سپاہیانہ حج ہے، سپاہیانہ روزہ ہے، سپاہیانہ زکوٰۃ ہے، نہیں بلکہ سپاہی والا کلمۂ شہادت ہے، مولویانہ نماز، مولویانہ حج، مولویانہ روزہ، مولویانہ زکوٰۃ، مولویانہ کلمۂ شہادت جو ہم آج جماعیاں لے لے کر ادا کرتے ہیں ۔ قرآن کی کسی آیت میں مذکور نہیں ۔ اسی نقطۂ نظر سے لائل پور کے مسلمانو! تمہارے سپاہیانہ وجدان کو دیکھ کر میں چاہتا ہوں کہ مولوی کی اسلام سے تمام فریب کاریوں اور اس کی عنایت اللہ کے خلاف تمام چیخ و پکار کو خیرباد کہہ کر تحریک میں شامل

ہو جاؤ۔ تحریک بعینہٖ و بلفظہٖ اسلام ہے۔ وہی اسلام جس پر چل کر قوموں کی دین و دنیا درست ہو سکتی ہے۔ اس تحریک میں ایک لفظ کسی قوم، کسی حکومت، کسی طاقت، کسی دوست، کسی دشمن کے خلاف نہیں، یہ صرف اپنے گھر کی دُرستی ہے، اس کی بوسیدہ دیواروں کو پھر کھڑا کرنا ہے، اپنی آخروی نجات کی خاطر اپنی دنیا سنوارنا ہے۔ خدمت خلق بلا لحاظ مذہب وملّت ہے، نفس کے بتوں کو توڑ کر پھر توحید کی طرف آنا ہے، پھر خدا کا بندہ بننا ہے، پھر رجوع الی اللہ ہے، پھر وہی دنیا سے دوستی اور نفس سے جنگ ہے۔ پھر ایسی پُرامن اور مرنجانِ مرنج حرکت میں شامل ہونا کسی پر گراں نہیں گزر سکتا۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! خاکسار تحریک پانچ برس سے خاموش طور پر جاری ہے، اس میں کسی قوم سے چھیڑ نہیں۔ ہمارا پانچ سال کا عمل صاف بتا رہا ہے کہ ہم نے حکومت کی کسی سیاست کی طرف توجہ نہیں کی، ہم نے ایک لفظ ملکی سیاست کے متعلق اپنے اصولوں میں داخل نہیں کیا اگر کانگریس انگریز کی حکومت کی تمام حفاظتوں کے باوجود اس ملک میں پچاس برس پھول پھل کر ملک کی سیاست پر قبضہ کر سکتی ہے اور آج وہی جھنڈا چھ بلکہ سات صوبوں میں لہرا رہا ہے جس کو انگریز کسی زمانے میں دیکھنا بھی گوارا نہ کر سکتا تھا تو خاکساروں کو بھی بدرجۂ اولےٰ حق حاصل ہے کہ وہ کھلے طور پر سیاسی بنیں اور کانگریس کی طرح عمل کرنے سے نہ شرمائیں لیکن ہم غیر سیاسی جماعت اس لیے نہیں کہ ہمیں سیاسی بن جانے میں کسی کا ڈر ہے۔ ہماری تحریک کے بنیادی اصول مذہبی اور افعالی ہیں اور منشا قوم کی اندرونی تنظیم، اس کی قوتِ عمل کا احیا، دوسری قوموں سے رواداری، قرآنِ حکیم پر عمل، خدمتِ عباد اور عبادتِ خدا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جن پر چل کر ہم اپنے زعم اپنی دین و دنیا درست رکھ سکتے ہیں۔ انگریزی یا کسی حکومت کو ادنیٰ سا حق نہیں کہ ان اصولوں کے احیاء میں مدافعت کرے۔ اگر انگریز مولوی کی آڑ لے کر عارفانہ تجاہل سے یہ کہتا ہے کہ یہ باتیں دین

اسلام میں داخل نہیں تو انگریز کو چاہیئے کہ مسلمان کی مذہبی کتاب قرآن پھر پڑھے۔ وہ کتاب پھر دیکھے جس کو وہ اپنے منہ سے حکومت کی مداخلت سے آزاد کہہ چکا ہے۔ حکومت اور بالخصوص حکومتِ سرحد کو معلوم ہونا چاہیئے کہ خاکسار قرآن پر عمل کرنے کے لیے اُٹھا ہے۔ قرآن سے باہر ہرگز نہیں جانا چاہتا۔ خاکسار کی مسلمانی کی سند اسلام کی تیرہ سو برس کی پہلی تاریخ ہے۔ مولوی کا ایک سو برس کا جھوٹ ہرگز نہیں۔ خاکسار کے نزدیک قرآن خدا کی کتاب ہے اور اگر خاکسار کو قرآن پر عمل کرنے سے روکنے کی کسی طاقت نے دل میں ٹھان لی ہے تو خاکسار کا پہلا فرض ہے کہ قرآن کو دشمنوں کے پنجے سے آزاد کرے۔ اس صورت میں سوائے اس کے کہ ایک ایک خاکسار قرآن کو آزاد کرنے میں مرمٹے اور کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔

مولویوں، پیروں اور عام مسلمانوں کو میں کہوں گا کہ تمہارا اسلام کی غلط تصویر ایک مدت سے پیش کرنا تمہارا اپنا فعل نہیں، یہ صدیوں کی بداعمالی اور غفلت کا نتیجہ ہے، یہ آباؤ اجداد کے گناہوں کا ورثہ ہے۔ قرنوں کی درماندگی کا مجموعہ ہے۔ اس میں کسی ایک مولوی یا ایک پیر یا ایک پیشوائے دین کا قصور نہیں، سب اُمت اور پیشوایانِ اُمت کا مجموعی قصور ہے، مدت کی بگڑی ہوئی ہوا کا قصور ہے، اسی بنا پر ہمیں کسی ایک مولوی سے وجہ پرخاش نہیں، کسی ایک سے ذاتی عناد نہیں، میں سب مولویوں کی خواہ انہوں نے مجھ پر کُفر کے فتوے لگائے ہوں یکساں عزت کرتا ہوں، سب کو اپنے سے کم گناہ گار سمجھتا ہوں۔ کسی خاکسار کو ان سے بدسلوکی کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا، سب کو سمجھتا ہوں کہ دین کی رہی سہی عمارت کچھ نہ کچھ ضرور تھام رہے ہیں، سب مجھے کافر کہیں لیکن میں سب کو مسلمان سمجھتا ہوں ایسی حالت میں کہ سرحد اور سندھ کی دو حکومتیں مسلمان وزیروں کی قیادت میں ہمارے قرآن سے اُلجھ رہی ہیں۔ مولویوں اور پیشوایانِ دین کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی حفاظت میں

ہم خاکساروں سے ہم آہنگ ہو جائیں ۔ قرآن کی آبرو پر مر مٹیں ۔ قرآن کے اسلامی دستور العمل ہونے کا بارِ دگر اعلان کریں، قرآن کے لیے کٹ مریں، قرآن کے لیے جئیں، قرآن کو مسلمان کی آخری پناہ یقین کر کے تمام ہندوستان کو ان حکومتوں کے بالمقابل لے آئیں ۔ اگر ایک مسجد کے گرنے پر مسلمان مٹ سکتا ہے تو آؤ آج قرآن کے گرنے پر مر مٹ کر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے ۔ کیا عجب ہے کہ اسی قرآن پر مر مٹنے میں مسلمانوں کی زندگی کا راز مضمر ہو ۔

میں حکومت سرحد کو کہہ دیا ہے کہ ۱۵ اکتوبر تک خاکساروں پر سے تمام پابندیاں اُٹھالی جائیں ۔ ان کو ہزاروں کی تعداد میں یکجا خدمتِ خلق کرنے کی اجازت دی جائے، ان پر پندرہ سے زیادہ جمع نہ ہونے کی پابندی قطعاً اٹھا دی جائے، ہم نعرے تو نہیں لگاتے لیکن نعرے نہ لگانے کی پابندی کرنا جبکہ باقی تمام دنیا نعرے لگا سکتی ہے ہم پر بے وجہ تشدد اور انتہائی طور پر فضول ہے، اس پابندی کو ہٹا دیا جائے، ہم خود سیاسی نہیں بننا چاہتے لیکن ہمیں کہنا کہ تم کبھی سیاسی نہ بنو درآن حالیکہ ہندوستان کی ہر انجمن جب چاہے سیاسی بن سکتی ہے، ایک ناروا تشدد ہے، اس کو دور کیا جائے، ہمیں یہ کہنا کہ دو سو پچاس سے زیادہ تم بیک وقت نماز باجماعت ادا نہ کرو درآں حالیکہ ہر ہر قوم اپنے سب مذہبی فرائض آزادی سے ادا کر سکتی ہے ۔ ایک مجنونانہ ظلم ہے ۔ اس قید کو ہٹا دیا جائے ۔ ہمیں یہ کہنا کہ دن کے وقت خاکساروں کی وردی میں نہ آؤ ۔ بے سبب تظلّم ہے اس کو دُور کر دیا جائے وغیرہ وغیرہ ۔

میں چاہتا ہوں کہ اگر حکومت سرحد نے یہ پابندیاں ۱۵ اکتوبر سے پہلے پہلے نہ ہٹالیں تو تمام وہ خاکسار اور غیر خاکسار مسلمان جن کو میرا پیغام کسی ذریعے سے پہنچ رہا ہے خاموش اور پُر امن طور پر صوبہ سرحد کی کسی ایک جگہ پر جس کا اعلان بعد میں کروں گا خاکی وردی اور بیلچہ کے ساتھ حکومت کی زد سے بچ بچا کر جمع ہو جائیں ۔ میں وہاں حکومتِ سرحد کو دعوت دوں گا کہ قرآن اور

اسلام کے متعلق اپنے غیر جانب دارانہ رویہ کا اعلان کریں اور اگر حکومت مسلمانوں کی کسی جماعت کے خدمتِ خلق یا ایک لباس میں یا جماعت نماز ادا کرنے پر اعتراض کرتی ہے تو ہم سب مسلمان حکومت کی توپوں کے دہانوں کے آگے ہزاروں کی تعداد میں باجماعت نماز ادا کریں، باجماعت خدمتِ عباد کریں، باجماعت پارچ کریں، باجماعت ایک صف میں ہوں، باجماعت ان توپوں کے آگے اپنے آپ کو خدا اور قرآن کی خاطر مٹا دیں۔

یہ مرگ انبوہ یاد رکھو ایک بڑا جشن ہو گا، حکومت کو مسلمان کے قرآن پر استواریٔ یقین کا ثبوت پھر مل جائے گا۔ چند ہزار آدمی کٹ جائیں گے لیکن قرآن ایک ہزار برس تک پھر آزاد ہو جائے گا۔

عنایت اللہ المشرقی　　　۱۱ / اگست ۱۹۳۷ء

اور قوموں کے اندر پہلوان،

کھلاڑی، کارٹونسٹ، شاطر، مسخرے، ظریف، گانے اور ناچنے والی عورتیں، بازیگر، تماشہ کرنیوالے ناول نویس، سادھو، راہب، مصنف، مدیر۔ الغرض ہر پیشہ کے لوگ اپنے گرد ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کا ہجوم پیدا کر سکتے ہیں۔ قرنوں اور صدیوں تک لوگ اُن کو اپنا ہیرو اور بطل بنائے رکھتے ہیں، اُن سے الہام لیتے ہیں، اُن کی تصویروں کو لٹکاتے ہیں، اُن کی سالگرہیں کرتے ہیں،

مولوی کے غلط مذہب کو
دنیا کا سب سے بڑا فریب
سمجھ کر قرآن خدا اور رسول
کیطرف پھر رجوع کرو اور
ان معنوں میں رجوع کرو
جن معنوں میں ایک نافرمان
نوکر اپنے ناراض آقا
کو خوش کرنے کے لیے رجوع
کرتا ہے۔ پھر از سرِ نو اس
کے حکموں کی تعمیل کر کے
اس کا غلام بن جاتا ہے
مسلمانوں تم بھی اسی
طرح کے غلام بنو۔ لفظی اور
اعتقادی مسلمان بننے میں
تمہاری کسی نوح نجات نہیں

عالم کی پہچان

علامہ عنایت اللہ خان المشرقی

علم میرے نزدیک کتابوں کے پڑھنے اور امتحانوں میں شامل ہونے سے پیدا نہیں ہوتا۔ علم یقین و ایمان کا وہ مرتبہ ہے جو آنکھوں کے براہِ راست دیکھنے کانوں کے براہِ راست سننے اور قلبِ سلیم کی بلاواسطہ فہم و فراست سے پیدا ہو۔ گوشِ وا اور دیدۂ بینا والے شخص ہی صحیح معنوں میں عالم ہیں۔ باقی از روئے قرآن اپنی پیٹھ پر کتابیں لادنے والے جانور ہیں مقالات جلد دوم ص ۱۲۵

لاہور کے خاکسار سپاہیو! تمہارا یہ کیمپ جو اِس علاقے کے تین بلکہ چار مختلف کیمپوں کا مجموعہ ہے۔ خصوصیت سے عمدہ اور کامیاب کیمپ اِس لیے ہے کہ لاہور کی تاریخ میں پہلی دفعہ پانچ سال کی مدت کے بعد صرف مخلصین کا اجتماع ہے، منافق اور مفسد لوگ تحریک کی بے پناہ قوت سے شکست کھا کر مٹ چکے ہیں یا اُن کے پَر اس قدر کٹ چکے ہیں کہ اب ان میں اُڑنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ خاکسارو! فطرت کے اکثر جسمانی مظاہر سے انسان کے بسا اوقات مستقل روحانی عبرت اور نصیحت ساتھ لیے ہوتے ہیں۔ انسان کی کھلی آنکھ محوِ حیرت ہو ہو کر ان کو دیکھتی ہے اور جسم اور رُوح دونوں کے اندر یک رنگ قاعدوں اور یکساں اصولوں کی حکومت دیکھ کر دنگ ہو جاتی ہے۔ تم آئے دن دیکھتے ہو کہ دو دھاتیں مثلاً سونا اور تانبا آپس میں ملائے جاتے ہیں۔ تانبا سونے سے مل کر نہ صرف رنگ بلکہ سونے

کی نرماہٹ اور کئی دوسری خاصیتیں بدل دیتا ہے۔ پرکھنے والے نظر سے اور اگر نظر سے نہ ہو سکے تو ذرا سا رگڑ کر فوراً بتلا دیتے ہیں کہ اس قدر مقدار کھوٹ کی یقیناً موجود ہے۔ کھوٹ کے متعلق بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے ذرے ذرے اور رگ رگ میں رچ گیا ہے مگر آزمائش کی کٹھالی اور امتحان کی آگ چند لمحوں کے اندر اندر تمام تانبے کو جُدا کر کے سونے کو پھر خالص بنا دیتی ہے الغرض کھرے اور کھوٹے کے درمیان ایک خلیج ہے جس کو پاٹنا بڑا مشکل ہے۔ کھری دہات کے ساتھ ممکن ہے کہ کھوٹ بڑی مدت تک مل کر اس کی قدر و قیمت کو کم کرتا رہے لیکن کھوٹ آج تک کسی کھری شے کا جُزو بدن ہو نہیں سکا، اُس نے اپنی شخصیت کو ہر سچائی سے ہمیشہ الگ تھلگ رکھا سچائی کے اثر کو کچھ قبول نہ کیا، ہاں سچائی کو جھوٹا رنگ دے کر مات کرنا چاہا لیکن جب جب کڑا اور تکلیف دہ وقت آیا الگ ہو گیا اور اس الگ ہونے میں حبہ بھر اثر کسی دیرینہ رفاقت کا قبول نہ کیا۔

خاکسار و! خاکسار تحریک میں کھرے اور کھوٹے آدمیوں کی ملاوٹ تمہارے لیے سخت باعثِ عبرت ہے۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو شکست ملی کیونکہ انہوں نے اپنے امیر کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ اُس وقت بہت سے لوگ مکر و فریب سے اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم ایمان والے ہیں۔ عام مسلمانوں کے سے ہیں۔ جنگ میں صرف خُدا اور رسولؐ کی خاطر جاتے ہیں، کسی مالِ غنیمت یا ذاتی فائدوں کے لالچ سے نہیں جاتے۔ فتح بدر کے بعد جو غزوہ احد سے پہلے ہوئی تھی لوگوں نے اسلام کو بڑے فائدے کی دوکان سمجھ لیا اور اس میں شامل ہو گئے، تمام اسلام کا رنگ اس ملاوٹ سے بدل گیا۔ کچے اور بد دل غرض مند۔ نفس پسند لوگوں کا ایک بڑا گروہ "ایمان لے آیا" اور بظاہر مسلمانوں کی کثرت ہو گئی۔ غزوۂ بدر میں صرف تین سو تیرہ مسلمان تھے۔ لیکن ہزاروں کے بالمقابل مسلمانوں ہی کو فتح ہوئی۔ غزوۂ احد میں ہزاروں

مسلمان ہونے کے باوجود برابر تعداد سے شکست کھائی۔ رسولِ خدا صلعم کو ایک گروہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ دوسرا گروہ اپنا مورچہ چھوڑ گیا، دندانِ مبارک کو زخم آیا، ہر طرف شور مچ گیا کہ رسولِ خدا صلعم شہید ہو گئے۔ مسلمان شکست کھا کر واپس آئے تو لگے نرم پڑنے اور مکر و فریب سے اس شکست کا غم کھانے، الغرض ماتم اور کمزوری کی ایک زنانہ صورت مستحکم ہونے لگی۔ خدائے بے نیاز و بے ہمت نے ایمان کا یہ ناقص رنگ اور مسلمانوں کے یہ ناروا ڈھنگ دیکھ کر ایمان پر ایک نہایت کڑی شرط لگا دی۔ صاف اور بے گمان لفظوں میں کہہ دیا کہ ایمان کی کھلی شرط اِس دنیا میں سب پر غالب آکر رہنا ہے۔ اگر غلبہ نہیں تو ایمان بھی کہیں نہیں۔ ایمان یہ نہیں کہ منہ سے ایمان ایمان کہا جائے، ایمان اسی قوم کا ہے جو میدانِ جنگ میں سب پر چھا گئی۔ خدا تو غزوۂ اُحد میں یہ چاہتا تھا کہ خالص ایمان والوں کو الگ کر دے اور کچے یقین والوں کو نیست و نابود کر دے۔ ﴿لیمحص اللّٰہ الذین اٰمنوا ویمحق الکٰفرین﴾ الغرض خاکسارو! یاد رکھو تمہارا ایمان اُس دن صحیح طور پر سونے کی طرح چمکے گا جب خاکسار تحریک کی بے شمار موجودہ اور آئندہ تکلیفوں سے ثابت قدم بن کر نکلو گے۔ جب برسوں کی آزمائشیں ہوں گی، کئی ناکامیاں سامنے آئیں گی کئی مایوسیاں دلوں میں وسوسے ڈالیں گی، جب برسوں تک رنج اور محنت سے کام کر کے کچھ ہاتھ پلے پڑتا نظر نہ آئے گا۔ جلد جلد منزل تک پہنچنے کے ارمان کچھ پورے نہ ہوں گے۔ تحریک میں کام کرنا صاف مہنگا سودا نظر آئیگا۔ مال و جان کی بے انتہا قربانیوں سے دل ہراساں ہو جائیں گے، نہیں جب برسوں کی محنت اور غمخواری کے بعد عین میدانِ جنگ میں عزیز جانیں دینی پڑیں گی۔ مال و اولاد کی مفارقت اور عزیزوں سے جدائیاں شاق ہونے کے باوجود آسان نظر آئیں گی۔ ایمان کی آزمائش جان لو صرف توپ اور تلوار کے سامنے ہو سکتی ہے۔ اخلاص اور ایمان کی منزلیں قولوں، کلموں، لفظوں اور لمبی آہوں سے آج تک کبھی طے نہیں

ہوئیں، ایمان کا پہلا تقاضا اپنی جان پر دُکھ لینا ہے۔ اپنے پورے آرام اور پورے نفع کا ایثار کرنا ہے۔ بے مُزد اور بے توقع کام کرتے جانا ہے، ذاتی بہتری کو چھوڑ کر جماعتی اور اجتماعی بہتری کو تلاش کرنا ہے۔ میں خوش ہوں کہ لاہور نے مخالفت کی پچھلی آزمائش میں اپنے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور کامیاب ثابت کیا، خوش ہوں کہ لاہور میں ضرور ایمان کی بُو موجود ہے، لیکن لاہور والو! یاد رکھو کہ ایمان کے بلند درجہ تک پہنچنے کا دعویٰ اُس وقت تک مت کرو۔ جب تک کہ انہی مایوسیوں اور تکلیفوں، انہی مالی اور جانی قربانیوں، انہی کمزوریوں، انہی مفلسیوں اور بے چارگیوں اور فرض ناشناسیوں کے عام ماحول کے ہوتے ہوئے لاہوری خاکسار کا تحریک کے بالآخر کامیاب ہونے پر یقین روز بروز محکم تر نہ ہوتا جائے۔ جب تک تم میں سے ایک ایک خاکسار تحریک کا سچّا اور دائمی خدمت گزار نہ بن جائے۔ ہاں جب تک اسی تمہارے محکم یقین کو دیکھ کر لاہور کے دس ہزار نوجوان اس تحریک میں عملاً نہ شامل ہو جائیں ایمان کا کسی قوم میں آجانا ایک نہایت دشوار فعل ہے لیکن یاد رکھو کہ اس کی معجزہ نما لاگ میں وہ عظیم الشان برکت ہے جو میلوں اور قرنوں تک تمام کھینچیوں کو ہرا کر دیتی ہے۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میں پشاور اور صوبہ سرحد کی پانچ برس کی روحانیت کو اپنا زادِ راہ بنا کر بالآخر پچھلے ماہ تہیّہ کر لیا تھا کہ اگر حکومت سرحد پانچ برس تک ہمارے صبر و تحمّل، ہماری امن پسندی اور رکس مرنجانی کی آزمائش کے بعد ہم پر سے وہ تمام پابندیاں نہیں ہٹاتی جو ہماری کامیابی کی راہ حائل ہیں تو میں مجبوراً سر دھڑ کی بازی کھیل دیکھوں، حکومت کو بتا دوں کہ اگر ہم خاکسار پانچ برس تک بکری کے بیلے کی طرح بے ضرر اس لیے رہ سکتے ہیں کہ اسلام ہمیں رافت اور رحمت کا سبق سکھلاتا ہے، تو ہم آئندہ بے حد خطرناک بھی بن سکتے ہیں کیونکہ وہی اسلام ہمیں خودداری اور حفاظتِ نفس کی راہ بتاتا ہے، اس سر دھڑ کی بازی میں میرا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کو ایک دفعہ پھر بتلا دوں کہ ایمان کسے کہتے ہیں، آپ سب سے اگلی قطار میں مر کر قوم کو پھر

بتلا دوں کہ ہلاکت کی شان کیا ہوتی ہے۔ خود تہوّر اور شجاعت کی مثال قائم کر کے جتلا دوں کہ قرآن اور اسلام پر مٹنا کسے کہتے ہیں، چند ہزار مسلمانوں کو انگریز کی توپ کے آگے اُڑوا کر ایک ہزار برس تک قرآن کو پھر آزاد کر دوں، یہ سماں بڑا عظیم الشان اور حیرت انگیز ضرور ہوتا، قرآن کو چومنے والے مگر قرآن پر عمل نہ کر سکنے والے مسلمان دو دو ہزار مبل کی دوریوں فوج در فوج نکلتے قرآن ایک طرف گلوں میں حمائل کر کے اور جان ہتھیلیوں پر رکھ کر تمام ہندوستان کو پاؤں سے روندڈالتے جس شہر میں سے گزرتے کہتے جاتے کہ قرآن کو آزاد کرانے کے لیے سرحد چلے ہیں اور واپس نہ آئیں گے جب تک کہ ہماری مذہبی کتاب پر عمل کرنا ہمارے بس کی بات نہ ہو جائے، مسلمان کی غیرت پھر چمک اُٹھتی، اسلام اِس کربلا کے بعد یقیناً پھر زندہ ہو جاتا، دکن اور لاہور، پشاور اور رنگون، کراچی اور راولپنڈی پھر ایک ہو جاتے لیکن میں خوش ہوں کہ انگریز کی بیدار مغز اور انجام شناس حکومت از راہِ مہربانی یہ سماں پیدا کرنے کی خواہش نہیں رکھتی، قریب ایک ہفتہ ہُوا پشاور سے اطلاع ملی ہے کہ نواب محترم سر عبدالقیوم وزیر اعظم صوبہ سرحد کے پاس خاکساروں کا ایک مختصر دستہ مُطالبات پیش کرنے والے وفد کا وقت مقرر کرنے کے لیے گیا۔ نواب محترم نے از راہ کرم وفد کی ضرورت نہ سمجھ کر اُسی دستے سے خاکساروں کے مطالبات سُنے اور کہا کہ حکومت خاکساروں پر سے پابندیاں اٹھا دینے کے حق میں ہے قریب کی خبر ہے کہ ممبرانِ اسمبلی کی ایک سب کمیٹی نے اس مطلب نیز میری بندش کے متعلق اجلاس کیا ہے اور معاملہ نزدیک تر ہو گیا ہے۔ خاکسار سپاہیو! اگر تمام اطلاعات درست ہیں تو میں حکومتِ سرحد کی دانشمندانہ حکمت عملی کے لیے نوابِ محترم کا سپاس گزار ہوں اور خاکسار تحریک کی اس عظیم الشان اور بے مثال فتح پر تمام خاکسارانِ ہندوستان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ میرے اندازے میں ہندوستان کی پچھلی سو برس کی تاریخ میں یقیناً کوئی ایسا واقعہ نہیں ہُوا کہ

انگریزی حکومت نے رعیت کی کسی جمعیت کے مطالبات کو اس طور پر تسلیم کیا ہو اور اپنے ہتھیار ان مطالبات کے سامنے ڈال دیئے ہوں۔ خاکسار سپاہیو! صاف دیکھ لو کہ جماعت میں کیا طاقت ہے۔ نظام میں کیا خوبیاں ہیں۔ اسلام اگر صحیح اسلام ہو تو اس کے اندر کیا قوت پنہاں ہے، صاف دیکھ لو کہ خاکسار تحریک کے اندر ابھی سے کیا بے مثال زور نمایاں ہوتے لگا ہے۔ پانچ برس کی مخلصانہ اور بے غرضانہ تعلیم و تنظیم نے کیا اٹل روحانیت پیدا کر دی ہے۔

یاد رکھو اس روحانیت کا واحد سرچشمہ خاکسار کی بے پناہ اور بے ریا بے مزد اور بلا لحاظ مذہب و ملت خدمت خلق ہے، اُس کا خدا کی راہ میں بغیر امید اجر کے کھڑے ہونا ہے، اس کا بے غرض ہو کر ایک جماعت میں منسلک ہوتا ہے۔ اس خدا کا بے کر ایہ مزدور بن کر اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال کا خرچ کرنا ہے۔ خاکسار سپاہیو! اگر تم نے یہ روحانی خاصیتیں اپنے اندر بدرجۂ اتم پیدا کر لیں تو یاد رکھو کہ حکومتِ سرحد کیا تمام سطحِ زمین تمہارے اوصاف کے آگے سر تسلیم خم کر دے گی۔

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! لائل پور کیمپ کے موقعہ پر جو پچھلے ہفتہ ہوا میں نے تمہیں واضح کر دیا تھا کہ مولوی کے پچھلے سو سال کے بتائے ہوئے مذہب کو غلط کہنے میں کیا اشد شدید مجبوریاں اور اُمت کے صحیح اسلام اختیار کرنے میں کیا بے انت فائدے ہیں۔ اس خطاب میں مَیں نے مولوی کی دینِ اسلام کے متعلق غلط تشریحوں کے نقصانات سیاسی نقطۂ نظر سے واضح کئے تھے۔ مَیں نے بتایا تھا کہ آج کل کا مولوی دین اسلام کا خلاصہ صرف پنج شعائر اسلام یعنی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ اور کلمۂ شہادت کو بتلا کر اور اُمت کی توجہ باقی تمام قرآن سے ہٹا کر اپنے لیے سیاسی آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے، حکومت وقت کی ناراضگی سے بچنا چاہتا ہے، غیر اقوام کی دینِ اسلام کے متعلق کراہت پیدا نہیں کرنا چاہتا، مسلمان کو اسلام کے صرف چند آسان افعال بتا کر اور غیر مسلمان کے

سامنے بے ضرر مولویانہ نماز، مولویانہ روزہ، مولویانہ حج، مولویانہ زکوٰۃ اور مولویانہ کلمۂ شہادت کا منظر پیش کر کے تمام دنیا کو دین اسلام سے راضی رکھنا چاہتا ہے۔ آج اس کیمپ میں میں تمہیں مولوی کے ایک اور حیرت انگیز فریب کے بخیئے ادھیڑ کر دکھانا چاہتا ہوں کہ اس فریب نے اُمّتِ محمدیہ کو کم از کم پچھلے دو سو برس سے یہ عجیب و غریب دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس پچھلے دو سو برس سے کسی ایک دینِ اسلام کے سمجھنے والے کو یہ فریب فعلاً فریب محسوس نہیں ہوا۔ کسی فردِ واحد کو اس فریب کے پول کھولنے کی جرأت نہیں ہوئی، ہر شخص اس فریب کو صحیح سمجھ کر اس کو مذہب کے مسلمات میں سے سمجھتا رہا ہے۔ کسی کو گمان تک نہ گزرا کہ اس فریب کی تہہ میں ایک جہنم کی غار ہے جس میں گر کر پھر اچھلنے کی امید کرنا اندھیرے سے روشنی ہونے کی توقع کرنا ہے!

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! مولوی اور عالمِ دین نے زوالِ اسلام کے وقت سے جہاں دینِ اسلام اور قرآنِ حکیم کے احکام سے عملاً بچنے اور امت کو ان پر اُن پر عمل کرنے سے بچانے کے لیے شریعت کے ہزار در ہزار حیلے تراش لیے ہیں اور ان حیلوں پر ہادیانِ دین اسی طرح یک زبان ہیں جس طرح علمِ حساب کے جاننے والے دو اور دو کے چار ہونے پر متفق علیہ ہیں، وہاں پچھلے دو سو برس سے مولوی نے مذہب اسلام میں ایک نئی مذہبی اصطلاح لفظ "ماننا" وضع کر لی ہے جس کی بے شمار خوبیوں اور بے اندازہ اچھائیوں پر میری چھوٹی سی عقل حیران ہے۔ کسی مولوی اور ملّا سے پوچھو کہ مسلمان کون ہے۔ جھٹ جواب دے گا کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کو مانتا ہے، جو رسولؐ کو مانتا ہے، جو قرآن کو مانتا ہے، جو پہلی کتابوں کو مانتا ہے، جو حدیث کو مانتا ہے، جو فرشتوں کو مانتا ہے، جو فلاں کو مانتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنی عمر کے پورے بیس برس تک مسلسل غور کرنے اور صدہا مذہبی کتابوں کے بغور مطالعہ کے باوجود مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ "ماننا" کیا شئے ہے،

اس لفظ کا منشاء فریب اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ ہے۔ اس لفظ سے کیا مراد ہے۔ اس کا مذہبی مفہوم کیا ہے، یہ کس عمل کا مترادف ہے، کس یقین کا ہم معنی ہے، کس مطلب کو ادا کرنے والا ہے، کس فرع کی اصل ہے، کس اصل کی فرع ہے، کسی مسلمان سے پوچھ لو بے دھڑک کہہ دے گا۔ صاحب! میں خدا کو مانتا ہوں اصول اور قرآن کو مانتا ہوں، فرشتوں اور روزِ قیامت کو مانتا ہوں، حدیث اور درود شریف کو مانتا ہوں۔ اِسی لفظ ماننے کے کہہ دینے پر دین کا تمام دارومدار ہے یہی لفظ دین کی تمام کائنات کا محور ہے، اسی پر دینِ اسلام کی تمام مشین چل رہی ہے اور پچھلے دو سو برس سے کسی فرد واحد نے پوچھنے کی جرأت نہیں کی کہ مولوی صاحب تمہارا یہ لفظ "ماننا" کیا بلا ہے۔

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں دیانت داری سے آج اعلان کرتا ہوں کہ مولوی نے دینِ اسلام میں یہ لفظ "ماننے" کی اصطلاح اس لیے وضع کی ہے کہ خدا کا یہ برگزیدہ اور آخری دین ایک محض مخول آسان اور لایعنی شے بن جائے۔ خدا کے متعلق "ماننے" کا لفظ منہ سے کہہ کر ہر شخص خدا سے بے پرواہ ہو جائے، رسولؐ کے متعلق ماننے کا لفظ بول کر رسولؐ کے حکموں سے بے نیاز ہو جائے، قرآن کو ایک لفظ ماننے پر ختم کرکے قرآن سے ہمیشہ کے لیے بچے، روزِ قیامت کا قِصّہ ایک لفظ ماننے پر ختم کرکے روزِ قیامت کو چٹکیوں میں اُڑا دے۔ آج اس عظیم الشان دجل و فریب کا نتیجہ اُمّت کے حق میں یہ ہُوا ہے کہ مسلمان قرآن کے اندر سے لکھے ہوئے ایک ایک حکم سے عملاً برگشتہ ہے، پورے طور پر باغی ہے، قرآن کے ایک ایک لفظ کو کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے، عمر بھر قرآن کے ایک ایک حکم پر عمل کرنے کی "توفیق" نہیں رکھتا لیکن اس تمام مجرمانہ عمل کے باوجود قرآن کی مجلّد کو دُور سے دیکھ کر انتہائی وثوق سے کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو "مانتا" ہوں۔ اس ماننے کے لفظ کے صحیح ہونے پر مطلق شک نہیں کرتا

نہیں اس ماننے کے لفظ کے مذہبی اصطلاح ہونے کے متعلق گمان تک نہیں کرتا، فوراً اور معاً اپنی دیانت داری کا ثبوت اِس لفظ کے زور سے کہتے ہیں دے دیتا ہے، چہرہ اُداس کر لیتا ہے، لمبی لمبی آہیں اس ماننے کے لفظ کے متعلق بھرتا ہے۔ دل میں یقین رکھتا ہے کہ یہ "ماننا" کچھ اور شئے ہے۔ اس کو کسی قرآن کے حکم کی نافرمانی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! ہر مُسلمان کے قلب کی کیفیّت بعینہٖ یہ ہے جو میں نے اوپر بیان کی، خدا کے ماننے کے بارے میں یہی کیفیّت ہے۔ رسول کے ماننے کے بارے میں بھی یہی کیفیّت ہے، قیامت، حدیث، فرشتوں پہلی کتابوں کے ماننے کے بارے میں یہی کیفیّت ہے۔ میں نے پورے پچیس برس تک اس ماننے کے بارے میں غور کیا، لیکن دماغ سٹ پٹا گیا اور کچھ نہ سمجھ سکا۔ مذہب کا احترام چونکہ بچپن سے میری مٹی میں خمیر کر دیا گیا تھا میں نے اس ماننے کے لفظ کو کئی نقاطِ نظر سے دیکھا، کئی ہمدردیاں اس لفظ کے صحیح مفہوم سمجھنے کے متعلق رکھیں۔ کئی نفس کو دھوکے دیئے، قرآن اور حدیث میں چونکہ "ماننا" اِن معنوں میں نہ ملتا تھا اِس کے متعلق بحث کو رکھتا رہا۔ دل میں سوچتا رہا کہ مسلمان خدا کو "مانتا" ہے۔ ہندو کے متعلق سنا ہے کہ نہیں "مانتا"، اس لیے مسلمان یقیناً افضل ہے۔ عیسائی بھی نہیں مانتا ہوگا، الغرض ایک دھماکا میرے دل میں اس ماننے کے متعلق مدّت تک قائم رہا۔ دل میں بحث و پیز کرتا رہا کہ خدا کے حکموں پر عمل کرنے کی کیا ضرُورت ہے، صرف اِس کتاب کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں اِس کو "مانتا" ہوں دین کی تمام ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔ الغرض ایک بڑی مدّت تک یہ عالم رہا کہ میں مولوی کے اس عظیم الشان فریب کو قطعاً نہ سمجھ سکا!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میرے اندھیرے سے روشنی میں آنے کی داستان کچھ حیرت انگیز نہیں، مجھے اللہ کی سرکار کا علم آنکھوں کو کھول کر دیکھنے سے ہوا

ہے۔ میں اب اپنے گرداگرد کے روزمرّہ واقعات سے اِس یقین پر پہنچ چکا ہوں کہ ایک شہر کے تحصیل دار کو ماننا کیا ہے۔ ایک ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو ماننے کا مفہوم کیا ہے۔ مجھے علم ہو چکا ہے کہ ایک شخص جو ڈپٹی کمشنر کے کسی حکم نہیں بلکہ کسی ایک حکم کو عملاً نہیں مانتا اُس کو ڈپٹی کمشنر کس طرح ہتھکڑی لگا کر اپنے پاس بُلا لیتا ہے۔ اگر یہ ستم ظریف اور مسخرا اس حکم کے نہ ماننے کے عذر میں یہ پیش کرے کہ "صاحب! میں آپ کو مانتا ہوں، میں آپ کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں آپ کی تعزیراتِ ہند کو مانتا ہوں، میں آپ کی پولیس کو مانتا ہوں، میں نے اگرچہ حضور کے قانون کی فلاں دفعہ کی خلاف ورزی کی ہے لیکن تاہم میں آپ کو مانتا ہوں اس لیے مجھے اس ماننے کے عوض میں سزا نہ دی جائے" تو کس قدر جلد وہ شخص پاگل خانے بھیج دیا جاتا ہے۔ کس قدر جلد سرکاری جلّاد اُس کی گت بناتے ہیں، کس قدر جلد وہ ہسپتال میں ڈاکٹری معائنے کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ مُسلمانو! سوچ لو اور سمجھ لو کہ تمہارے اِس خدا، اِس رسولؐ، اِس قرآن کو اِن معنوں میں ماننے کی کیا حقیقت ہے۔

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! خدا، رسولؐ اور قرآن کو ماننے کے آج صرف ایک معنی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ تم خدا کے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرو، قرآن کے ایک ایک حکم کا حاکم سمجھ کر اس پر چار و ناچار عمل کرو، رسول خدا صلعم کے ہر حکم اور ہر طرزِ عمل کو اپنی اُمّت کی بہتری کا صحیح دستور العمل سمجھو، مولوی کا یہ فریب کہ عمل کے بغیر ماننا بھی کچھ شے ہے ایک بڑا عظیم الشان فریب ہے جس کے ذریعے سے وُہ تمام اُمّت کو آسان اور آرام دہ اسلام بنا کر سب دنیا کو خوش کرنا اور اپنی روٹی کا سامان بنانا چاہتا ہے۔ یاد رکھو کہ اُمّت زوال کے اِس درجے پر قرآن سے بے عملی کی وجہ سے پہنچی ہے۔ یاد رکھو کہ خدا کا قانون اٹل ہے۔ یاد رکھو کہ خدا کے حکموں سے کسی قوم کسی اُمّت، کسی گروہ کو

مفر نہیں۔ مولوی کے غلط مذہب کو دنیا کا سب سے بڑا فریب سمجھ کر قرآن اور خدا اور رسول کی طرف پھر رجوع کرو اور ان معنوں میں رجوع کرو جن معنوں میں ایک نافرمان نوکر اپنے ناراض آقا کو خوش کرنے کے لیے رجوع کرتا ہے، وہ پھر از سرِ نو اس کے حکموں کی تعمیل شروع کر دیتا ہے، پھر اسی کا غلام بن جاتا ہے، مسلمانو! تم بھی اسی طرح کے غلام بنو، لفظی اور اعتقادی مسلمان بننے میں یاد رکھو تمہاری کسی نوع نجات نہیں۔

۲۲ر اگست ۱۹۲۷ء — عنایت اللہ خان المشرقی رح

دوسرے جرات وصفائی
کیسا تھ نام نہاد رہبران
مِلّت کا پول کھولتے ہوئے
ڈرتے تھے کہ اگر اس
کلوخ اندازی کا جواب
سنگِ باری سے ملا تو خود
اُن کے کردار و افعال
کا آئینہ چُور چُور ہو
کر رہ جائیگا۔
عنایت اللہ خاں المشرقیؒ
کے کردار و افعال
کی تعمیر سنگ و آہن سے
ہوئی تھی وہاں خوف و
ہراس کا دخل ہی نہ
تھا۔ انہوں نے جو سنایا
صاف سنایا جو بات

کبھی، منافقت سے پاک
کبھی۔ علمائے سُوء کے
جُبّہ و دستار کی ایک ایک
تار کو بکھیر دیا جو
ان کی سیاہ روی پر
نقاب کا کام دے رہا تھا۔

نواب بہادر یار جنگ

مولوی کے اسلام کی تصویر

اب اسلام کیا ہے چند کلموں
قولوں یا مسئلوں کا مجموعہ
ہے۔ نام عبد الرحمان رکھ
لیا۔ کلمہ شہادت پڑھ
لیا۔ نماز پانچ وقت پڑھائی
زکوٰۃ کا چھندہ اتار لیا
حج آخیر عمر میں کر لیا
تیس روزے رکھ لیے۔ داڑھی
رکھ لی۔ کچھ مسوالے، تہمد۔
ڈھیلے کی سنت کو پکڑ لیا۔

(ماخوذ از مقالات
جلد دوم صفحہ ۳۴)

نوجوانانِ ملّتِ حنیف! دو روز کی مسلسل مشقّت کے بعد آپ کا جسم اور اس کا ایک عضو یقیناً آرام وراحت کا متلاشی ہوگا۔ ایسے وقت میں میرا چند لمحوں کے لیے آپ کو روکنا ممکن ہے آپ کو ناگوار ہو۔ مگر مجھے یقین ہے کہ جس طرح بہت سی ناگوار باتوں کو آپ نے محض اللہ کے لیے اب تک برداشت کیا ہے اسی طرح میری اس تکلیف دہی کو بھی آپ معاف فرمائیں گے۔

دوستو! دنیا کے نہ کسی فرد نے تکلیف کے بغیر آرام وراحت کی صورت دیکھی نہ کسی قوم نے۔ جس کو تلاشِ راحت ہے اُس کو پہلے مبتلائے مصائب ہونا چاہئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ فمن طلب العلیٰ سحر اللیالی اور ہمارا عہدِ حاضر کا شاعر کہتا ہے ؎

میں تم کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر و سناں اوّل طاؤس و رباب آخر

جن قوموں نے اس رازِ حیات اور سرِ زندگی کو پہچانا ان کی رفعت و مرتبت کا پہچاننا دنیا والوں کے لیے مشکل ہو گیا لیکن جن اُمتوں نے عالم ذلت و رسوائی میں بھی شمشیر و سناں سے بیگانہ ہو کر چنگ و رباب سے دوستی کی وہ دنیا میں کسی کے لیے قابلِ رشک نہیں ہیں۔ کیا تم کو اِن دِنوں کی یاد دلانے کی ضرورت ہے جب کہ دو جہان کے سردار اور صاحب لولاک، خاتم النبیین اور رحمۃ العالمین اپنی راتیں گھوڑوں کی ننگی پیٹھوں پر بسر کرتے تھے اور راتوں کو جاگتے جاگتے آپ کے قدوم مبارک متورم ہو جایا کرتے تھے کیا تم نے تاریخ کے ان ایام پر نظر نہیں ڈالی جبکہ فاروق اعظم میدانِ جنگ سے آنے والے نامہ بر کی تلاش میں مدینہ سے میلوں دُور نکل جایا کرتے تھے۔ کیا تم نے ان دنوں کو بھلا دیا جبکہ دنیا سے چھوٹے بڑے امیر و غریب اور عرب و عجم کا فرق مٹاتے والا کفر و ایمان کے درمیان ایک خندق کے ذریعے حدِ فاصل کھینچ رہا تھا اور اس کے شکمِ اطہر پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ اگر یہ سب تم کو یاد ہے تو پھر مجھے تمہاری اس زحمت پر اظہارِ تاسف و ہمدردی کی ضرورت نہیں جو تم نے پرسوں سے یہاں برداشت کی ہے۔ زحمت ناآشنائی اور محنت ناشناسی ہی تو ہماری اس نکبت و ذلت کی ذمہ دار ہے جس کو محسوس کر کے پھر ایک مرتبہ ہم آمادۂ عمل نظر آتے ہیں۔ خدا ہمارے ارادوں میں برکت اور ہمتوں میں بلندی عطا کرے۔

عسکریت منتہائے اقوامِ عالم ہے

دنیا کی ہر نئی چیز کی طرح خاکسار تحریک کی ابتدا بھی حیرت و استعجاب کی نگاہوں سے دیکھی جا رہی ہے۔ سنی سنائی پر اعتبار کر لینے والوں اور سطحی معلومات رکھنے والوں نے جو اس حقیقت کو پہچان ہی نہ سکے اُس کو دُنیا کی نگاہوں میں ایک ہوا بنا کر پیش کیا اور یہ سب اِن لوگوں نے کیا جن کی نگاہیں اپنی چار گز کی چار دیواری سے آگے نہیں دیکھ رہی تھیں اور جن کا مقصدِ حیات ہی یہ تھا

کہ مسلمانوں کو پستی اور ذلّت کی حالت میں رکھ کر اپنی نام نہاد عظمت و بڑائی کی نمائش کریں۔ جاننے والے جانتے تھے اور جانتے ہیں کہ اِس کائنات میں صرف وہی چیز دوام و بقا حاصل کر سکتی ہے جو قوی اور توانا ہے اور قوت کا راز جمعیت وعسکریت میں پوشیدہ ہے۔ کیا قرآن نے " واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً " کا درس دے کر اور اکرام الٰہی کے مستحق مومن کی شان ہیں۔ یجاھدون فی سبیل اللہ کانھم بنیان مرصوص ۔ کہہ کر اسی اجتماعیت وعسکریت کی تعلیم نہیں دی تھی اور کیا تاریخ نے مسلمانوں کو اپنی پیشانی پر جگہ نہ دی جب تک وہ متحد اور شمشیر بکف رہے اور کیا آج بھی دنیا کی صرف وہی قومیں سربلند اور سرفراز دکھائی نہیں دے رہی ہیں جنہوں نے زندگی کے اس راز کو پہچان لیا۔ قطع نظر ان کے دوسرے معتقدات سیاسی نازیت اور فسطائیت ایسی قوت طلبی اور طاقت کوشی کے مظاہرے نہیں ہیں اور کیا ثقیل اسلحہ کی تمام سرگرم کوششوں کی ناکامی کا راز یہی نہیں ہے کہ قومیں طاقت اور صرف طاقت چاہتی ہیں۔ کچھ ہی دنوں قبل کے اخبار میں وزیر مالیہ برطانیہ کی تقریر پڑھیے جو انہوں نے برطانوی پارلیمنٹ میں یہ تحریک پیش کرتے ہوئے کی کہ حکومت کو اپنی بحری اور ہوائی طاقت بڑھانے کے لیے ایک کافی رقم کی منظوری دی جائے تاکہ برطانیہ کسی اور ہمسایہ ریاست کی طاقت سے گھٹی ہوئی نہ رہے۔ اگر یہ سب حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو پھر سوچیے کہ خاکسار تحریک اس کے سوا اور کیا چاہتی ہے کہ آپ متحد اور قوی ہو جائیں اپنے تمام اختلافاتِ ذاتی و قومی و مذہبی کو مٹا کر متحد اور اپنی تمام سستیوں اور آرام طلبیوں اور راحت کوشیوں کو فنا کر کے طاقت ور بنیں۔ دُنیا کے فساد کی تاریخ پر نگاہ ڈالو تو معلوم ہوگا کہ کمزور کے وجود نے طاقتور کے جسم میں پھریری پیدا کی اور جہاں دونوں طرف طاقت نظر آنے لگی وہاں امن ہی کی کارفرمائی تھی۔ کیا حبشہ کی بے طاقتی ہی اٹلی کے لیے دعوت پیکار نہ تھی کیا چین کی کمزوری ہی نے جاپان کو آمادۂ پیکار نہیں کیا اور کیا دوِل یورپ میں ہر

ایک کی طاقت کا توازن گزشتہ پانچ سال سے جنگ کے بادلوں
کو آندھی بن کر نہیں اڑا رہا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو اپنی زندگی سے قطع نظر دُنیا
کے امن کی خاطر اتحاد وعسکریت پیدا کرو اور یہی تم کو خاکسار تحریک سکھلا
رہی ہے۔

اِسلام کا منتہا

عزیزو! یہ سبق تم نے بار ہا پڑھا کہ مسلمان صرف غالب، صرف حاکم اور صرف
قوی رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے صرف چند شرائط کے ساتھ دنیا
کی بادشاہت اور آخرت کی سرفرازی کے وعدے کئے گئے اور جب تک وہ
شرائط پورے ہوتے رہے۔ مواعید کی بھی تکمیل ہوتی رہی۔ جب سے مسلمان نے
فطرت کے مقرر کردہ اصولِ ارتقاط کو چھوڑا فیروزمندی اور سرفرازی نے بھی
اس سے دوری اختیار کی۔

اسلام میں اطاعتِ امیر کا نصب العین

کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ شاہد ہے کہ ایک اور صرف ایک طاقت ہی ایک
پورے نظام کو چلا سکتی ہے۔ ایک آفتاب سارے نظامِ شمسی پر حکومت کر رہا ہے
اور ایک خدا سارے عالمِ کائنات کو سنوار اور بگاڑ رہا ہے۔ دنیا نے بہتیرا
جمہوریت کا راگ گایا لیکن قومیں اگر بنیں تو ایک اور صرف ایک شخص سے بنیں۔
اسلام نے جس جمہوریت کی تم کو تعلیم دی وہ یہی تھی کہ سب مل کر ایک اور صرف
ایک کو اپنا حاکم بنا لیں اور پھر اُس وقت تک اُس کی اطاعت کریں جب تک وہ
جماعت کے قبول کردہ قوانین کے موافق حکم دے رہا ہو۔ تم نے دیکھا کہ جب تک
مُسلمان اس پر کاربند رہے ان کے سیلابِ ترقی کے سامنے کوئی طاقت کھڑی
نہ رہ سکی اور جب سے ہم تے اور ہم ہیں سے ہر ایک نے اپنے لیے جُدا جُدا مرکز

بنائے ایک کو بڑا بنانے اور اس کی بات ماننے کی عادت چھوڑی۔ اپنے آپ کو سب سے بڑا اور اپنی رائے کو واجب التعمیل سمجھا۔ وہی دن ہے اور آج کا دن کہ ہم ہیں اور غلامی ہمارے سر پر غرور ہے اور ننگِ ذلت و خواری جس سر نے اپنوں کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا اس کو فطرت کے اٹل قوانین نے غیروں کے سامنے جھکایا اور پوری رسوائی کے ساتھ جھکایا۔ میں شاعر نہیں ہوں مگر کبھی جذباتِ قلب شعر کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی مضمون کو ایک دفعہ بگڑ کر یوں ادا کیا تھا ممکن ہے کہ آپ کو پسند آئے ؎

غیر کے جوتے زمانہ اس سے کروا تا ہے صاف　　　جس کو اپنے بھائی کی جائز الماعت عار ہے

ہماری زبان کی مشہور مثل ہے کہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اُس کو بھولا نہ کہنا چاہیئے۔ اسی طرح آج بھی جبکہ نورِ اُمید کی ایک آدھ شرمائی ہوئی کرن اُفقِ مغرب میں باقی ہے اگر مسلمان چونک جائے اور اپنی موجودہ خود رائی و خود سری کو دیکھے اور آمادۂ اصلاح ہو جائے تو میں اس کو قابلِ مبارکباد سمجھوں گا۔ خاکسار تحریک اِس بیداری کے لیے ایک الارم ہے اور چاہتی ہے کہ تم چونکو اور پھر آمادہ تنظیم اور اصلاح ہو جاؤ۔

دائمی حرکت اور روزانہ عمل کی حکمت

تمہاری بے لوث محنت و مشقت بے مزد خدمت و اطاعت اور بے خوف رفتار و کردار ہی تمہارے مستقبل کی تعبیر کے ضامن ہیں لیکن یاد رکھو کہ ہماری ساری زندگی چند عادتوں کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے اور خصوصاً محنت اور مشقت اس وقت تک طبیعت ثانی نہیں بنتی جب تک اُس کی عادت نہ ڈالی جائے۔ یہ جو تم اپنے ملک کی فوجوں کو صبح سے شام تک مصروفِ عمل دیکھتے ہو تو کیا وہ کسی فوری جنگ کے لیے تیار ہو رہی ہیں۔ ان میں سے بہت سے سپاہی اسی مشق اور تیاری میں اپنی داڑھیاں سفید کرتے اور لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں اور ان کو ساری عمر میں کبھی

میدان جنگ کی صورت دیکھنی نصیب نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود اُن سے اس لیے روزانہ محنت لی جاتی ہے کہ وہ محنت کے عادی ہوجائیں۔ مسلمان کی فتوحات وکامیابی نے اس کو اپنی حالت پر اتنا مطمئن اور اپنی شجاعت پر اتنا مغرور کردیا ہے کہ اُس نے محنت اور مشقت کی عادت کرنا بے ضرورت سمجھا۔ اب اس کے دن آرام اور راتیں عیش میں گزرنے لگیں اُس نے بھلا دیا کہ حقیقی آرام محنت کے بعد لی جانے والی سانس کا نام ہے اور حقیقی راحت مشقت کے بعد لیٹنے والے جسم کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاکسار تحریک آپ کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ محنت پر آمادہ کرتی ہے۔ یہی اس کے اصول کی جان ہے۔ ایک شعر بچپن میں پڑھا تھا اب تک یاد ہے اور مرتے دم تک یاد رکھنا چاہتا ہوں۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیان

اور اگر سچ پوچھئے تو دردِ دل ہی کے ذریعے طاعتِ حقیقی حاصل کی جا سکتی ہے بھلا بتائیے تو خدا کو میری طاعت و فرمانبرداری سے کیا فائدہ پہنچے گا وہ قیدِ جسم و جسد سے پاک ہے اور خواب و خور سے مبرّا و منزّہ، ہاں اگر اس کی اطاعت کروں تو خود اس کو تو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ البتہ اس اطاعت سے جو نفع پہنچے گا۔ وہ دوسرے الفاظ میں خود مجھے یا میری نوعِ بشر ہی کو پہنچے گا۔ حدیث شریف نے اس کی زیادہ صراحت کردی ہے۔ ارشاد ہوا کہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ تم میں سے جو مخلوقِ خدا کے ساتھ اچھا ہے خدا اُن کے ساتھ اچھا ہے۔ مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی یہی ہے کہ ان میں سے جو ہماری اعانت و امداد کا مستحق ہو اُس کو اپنی پوری طاقت سے مدد دی جائے۔ ہم بے بسوں کا سہارا بن جائیں۔ بیواؤں کی دستگیری کریں۔ یتیموں کی سرپرستی کریں اور معذوروں کا غم کھائیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا کہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست   بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بھائیو! خاکسار تحریک تم کو اس خدمتِ خلق کی طرف بلاتی ہے۔ کیا اس صدا کو نظر انداز کر دینا، اِس دعوت کو مسترد کرنا اور اِس آواز پر لبیک نہ کہنا خدا اُس کے رسول اور اُن کے احکام سے انحراف نہیں ہے۔

تمہاری قِلّت تمہاری آخری فتح کی دلیل ہے

تحریکِ خاکساران کے اصول سے متعلق یہ چند جملے تم کو سناتے ہوئے میں تمہارے چہروں کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔ اگر چہرہ وہ کتاب ہے جس میں قلب کے ارتعاشات مرقسم ہوتے اور پڑھے جا سکتے ہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تم اپنی کمی تعداد اور قلت کی وجہ سے دل برداشتہ ہو۔ حالانکہ یہی چیز قابلِ مبارک باد ہے۔ اگر کسی جگہ مداری کے جادو سے آناً فاناً ایک درخت کو زمین سے بڑھتا اور پھل دیتا ہوا دیکھو تو یقین کر لو کہ وہ اسی طرح آناً فاناً فنا ہونے اور مٹنے والا ہے۔ برخلاف اس کے جو درخت زیادہ عمر پلنے، زیادہ مضبوط زیادہ مفید اور زیادہ سایہ دار ہوتے ہیں یعنی جن کی اصل ثابت اور جن کی فرع آسمانوں میں ہوتی ہے۔ ہمیشہ وہ پہلے کونپل کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر مخالف سمجھتا ہے کہ جب چاہوں کا اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔ پھر اپنے تنے پر کھڑے ہو کر مضبوط ہوتے ہیں۔ پھر تن کر ہوا میں ہلانے لگتے ہیں اور ان کا لگانے والا ان کی طرف افتخار و استعجاب سے دیکھنے لگتا ہے۔ تحریک خاکساران کو بھی ایک ایسا ہی گھنا اور سایہ دار درخت سمجھو جس نے زمین نے سالہا سال کے غور و فکر کے بعد زمینِ خیال سے فضائے عمل میں سر اونچا کیا۔

اس کی موجودہ کمی تعداد اور بے سر و سامانی کو دیکھ کر اس کے مخالف ہنستے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ عداوت و بغاوت کے آنے والے طوفان میں اگر ان کو کہیں پناہ ملے گی تو اسی کی سایہ دار شاخیں اور اسی کے مضبوط بیڑ ہوں گے۔ دنیا کی تاریخ اٹھا کر پڑھو تو معلوم ہوگا کہ کثرتِ تعداد میں نہیں بلکہ قلت و تنظیم میں

قوموں کی فتح مندی کا راز پوشیدہ ہے۔ دنیا کے کسی فاتح کا نام نہ لے سکو گے
جس نے اپنی مفتوح قوم کے مقابلہ میں اس کی تعداد سے زیادہ فوج لے کر چڑھائی
کی ہو۔ مصر کے قبطی عمرو بن العاص کے دس ہزار ساتھیوں سے سوگنا زیادہ
تھے اور ہندوستان کے ہندو محمد ابن قاسم کے مٹھی بھر نبرد آزماؤں سے ہزار
گنے بڑھ کر۔ اصل چیز کثرتِ ایمان اور قوتِ تنظیم ہے اور یہی وہ مقام ہے
جہاں پہنچ کر ارشاد (کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً) کی تفسیر سمجھ میں
آتی ہے۔ اگر تمہارے بعض ساتھی اِس میدان عمل و ابتلا میں ثابت قدم نہ رہ
سکے اور ہٹ گئے تو فکر نہ کرو دُنیا میں آئے دن یہی ہوتا رہتا ہے۔ آسمان سے
لاکھوں قطرے برستے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک موتی نہیں ہوتا۔ دامنِ کوہ
میں لا تعد ولا تحصیٰ پتھر پھیلے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک اس قابل
نہیں ہے کہ کوہ نور کی طرح زینتِ تاج مزوری بنے۔ امتحانِ عمل کی بھٹی سنار
کی بھٹی سے زیادہ تیز آگ رکھتی ہے اِس میں گرنے کے بعد صرف خالص سونا ہی
سلامت نکل سکتا ہے۔ میل کچیل ہمیشہ سونے کے ساتھ داخل تو ہوتے ہیں لیکن
تابِ سوختن و تپیدن نہیں لا سکتے اور فنا ہو جاتے ہیں۔

تحریک کے مخالفین میں سے ایک بھی نہیں ہے جس کو تحریک کے اِن اصولوں
سے جو میں نے ابھی بیان کئے ہیں کوئی اختلاف ہو۔ اِن کا اختلاف تحریک سے
نہیں۔ بانئ تحریک سے ہے۔ اس کی بنیاد ذاتیات اور نفسانیت پر ہے۔ علامہ
عنایت اللہ المشرقی نے یہ دیکھ کر کہ تکلّف اور مروّت کے عام اُصول نے آج
تک حقیقت کو بے نقاب نہ ہونے دیا۔ جو کہنا تھا اِس کے لیے ایسی زبان اور
اور ایسا لہجہ اختیار کیا جسے شاعرانہ انداز میں شمشیر بے نیام اور برقِ جہندہ
کہہ سکتے ہیں۔ دوسرے جرأت و صفائی کے ساتھ نام نہاد رہبرانِ ملّت کا پول
کھولتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر اس کلوخ اندازی کا جواب سنگ باری سے ملا
تو خود اِن کے کردار و افعال کا آئینہ خانہ چور چور ہو کر رہ جائے گا۔ عنایت اللہ

خانؒ کے کردار و فعل کی تعمیر سنگ و آہن سے ہوئی تھی ۔ وہاں خوف و ہراس کا دخل ہی نہ تھا۔ انہوں نے جو سنایا صاف سنایا جو بات کہی منافقت سے پاک کہی علمائے سو کے جبّہ و دستار کے ایک ایک تار کو بکھیر دیا جو ان کی سیاہ روی پر نقاب کا کام دے رہا تھا۔ یہی اور صرف یہی ایک چیز تھی جس نے اس پوری جماعت کو اسلام اور اس کے ناموس کی عزت کی خاطر نہیں بلکہ اپنے نفس اور اس کے ناموس کی عزّت کی خاطر عنایت اللہ خان اور ان کی تحریک کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ سیدھی اور صاف باتوں کو الحاد و زندقہ کا لباس پہنایا گیا اور ہندوستان کے بدبخت جاہل اور اندھے مسلمان کو اس کی نجات کے اس واحد ذریعہ سے بدظن کیا گیا۔

عزیزو! میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ عنایت اللہ خانؒ کی حیثیت میرے نزدیک بجز اس تحریک کے بانی اور قائد کے اور کچھ نہیں ہے ۔ ایک سے زیادہ مسائل میں مجھے اُن سے اختلاف ہے اور ہو سکتا ہے۔ میں مذہباً اُن کے خیالات کو ایک فرد کی ذاتی رائے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں دیتا لیکن بحیثیت ایک مفکر اور قائد کے اُن کا احترام کرتا ہوں اور جب تک وہ ہم سے احکامِ خدا اور رسولؐ کے خلاف کوئی کام نہیں لے رہے اِس عسکری تنظیم میں ان کا مطیع ہوں۔ ان کے خلاف جو گندہ پروپاگنڈا کیا جا رہا ہے ۔ وہ دنیا میں ہر ایک مخلص انسان کے خلاف کیا گیا جو اصلاح و تنظیم کی نیّت سے اٹھا ہو ہم کو چاہیئے کہ تحریک کے اصول اور طریق عمل پر غور کریں اور دیکھیں کہ فی الحقیقت اِس میں ہمارے لیے موجودہ ذلت و خواری سے نجات ہے یا نہیں اور ان تمام مخالفتوں کو دھیان میں نہ لائیں جو اس کے خلاف کی جا رہی ہیں نہ ان کا جواب دیں نہ اِن سے مخاطب ہوں۔ ہمارا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ دندان شکن جواب ہمارا عمل ہونا چاہیئے۔ جس سے ہم ثابت کر دیں کہ جن مضرات کا تم اندیشہ کر رہے ہو اُن سے یہ تحریک پاک ہے اور جن خوبیوں کو تم سمجھ نہیں سکتے

وہ سب اس سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

بھائیو! حوصلہ سے کام لو۔ اپنے امیروں کی کامل اطاعت کرو۔ اپنے نظم کو نظامِ شمسی کے نظم سے زیادہ مکمل بنا دو۔ اپنی محنت کوشش و مشقتِ طبعی سے ہر دم رواں اور ہر دم دواں سیاروں کو شرما دو۔ خدمتِ خلق سے صحیح معنے میں اپنے آپ کو دنیا میں خدا کا خلیفہ ثابت کرو اور پھر دیکھو کہ کس طرح تم خدا کے حکم سے اپنی قسمت کے بنانے اور اپنی مشیت کے جاری کرنے والے بن جاتے ہو۔

والسلام

بہادر یار جنگ

مزید تشریح میں اگر مسلمانوں کے اس عجیب و غریب اخلاق کی اور مثالیں پیش کردوں تو آپ اور چڑ جائیں گے اور جو رنج آپ کے دل پر ہوگا اُس بات کو نہیں دیکھ سکے گا جو میں آپ کو دکھلانا چاہتا ہوں، اسلئے اسی تاج محل کی مثال کو پھر لیتا ہوں
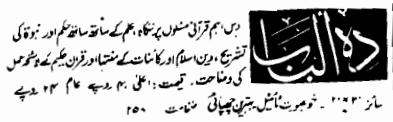
تنخواہ دار مولوی جنکی
داڑھیاں گز گز بھر لمبی اور
جن کے اعمال نامے
روزِ حشر کی طرح سیاہ ہیں
شرم سے چلّو بھر پانی
میں ڈوب مریں کہ اپنے
لیے وہ علمائے کرام کے
بڑے بڑے القابوں کے
اختیار کرتے ہوئے اس قدر
اشد شدید جاہل ہیں
ہیں کہ آٹھ کروڑ امت
کی مسجدیں انہوں نے پچھلے
سو سال سے غلط بنوائیں

○

چودھویں صدی کے ملا امت کے اندر اپنے سب برے اعمال کو رواں کرنے میں چودھویں رات کے چاند کی طرح اوجِ کمال پر ہیں۔

○

ماخوذ از ملا کی مذہب سے بے خبری

۲۷ستمبر ۱۹۲۷ء کو محترم ملک محمد الدین ایڈیٹر رسالہ "صوفی" پنڈی بہاؤ الدین پنجاب سے حسب ذیل خط علامہ مشرقی کو موصول ہُوا۔ خط کے اندر ایک جوابی لفافہ تھا۔ علامہ موصوف نے حاشیہ پر لکھ دیا کہ جواب لکھ دو میں تائید کرتا ہوں۔ مفصّل جواب "الاصلاح" میں دوں گا چنانچہ محترم ملک کو جواب لکھ دیا گیا خط حسب ذیل ہے۔ آج محترم علامہ نے مفصّل جواب دیا ہے۔ دونوں کو شائع کیا جاتا ہے۔

۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء — "مدیر الاصلاح"

محترم ملک کا خط

صوفی منزل۔ پنڈی بہاؤ الدین پنجاب

۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء

مخدوم و محترم ۔ السّلام علیکم ۔ میں کچھ عرصہ سے آپ کی تحریک کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اب میں اس میں شامل ہوگیا ہوں۔ آج ایک خاص ضرورت سے یہ عریضہ لکھا جا رہا ہے۔ پنجاب میں مساجد کی تعمیر کے وقت قبلہ ٹھیک مغرب کی جانب قائم کرکے سمتِ کعبہ دُرست کی جاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب مسلمان مبلغ اور حملہ آور سب سے پہلے سورت کے قریب بندرگاہ پر اُترے اور بُت کدۂ ہند میں سب سے اوّل مسجد تعمیر ہوئی تو وہاں سے مکّہ معظّمہ بہ سمتِ مغرب بالکل ٹھیک ہے، وہاں ضرور سمتِ کعبہ مغرب کی طرف دُرست ہے لیکن شمالی ہندوستان میں مسجدوں کا رُخ ٹھیک مغرب کی طرف رکھا جاتا ہے اور نقشہ دیکھنے سے یہ سمتِ کعبہ درست نہیں اور نماز میں رُخ، کعبہ کی طرف ہونے کی بجائے مغرب کی طرف ہوجاتا ہے۔ اس کے متعلق کیا ہونا چاہیئے؟ یہ خیال دُرست ہے یا غلط؟ آئندہ مساجد کی تعمیر کے متعلق کیا ہونا چاہیئے اور اگر پہلی تعمیر شدہ مساجد میں باوجود اس علم کے کہ وُہ سمتِ کعبہ کی رُخ پر نہیں نماز پڑھی جائے تو وہ ہو سکتی ہے۔ نیاز مند محمد الدین

علامہ مشرقی کا جواب

مکرّم و محترم ملک صاحب! السّلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ آپ کا ۲۵ ستمبر کا خط میرے حسیّات پر بجلی کی طرح گرا اور اُس نے میرے پچیس برس پہلے کے طالب علمی کے تخیّل کو قطعاً بیدار کر دیا۔ اُس زمانے میں مَیں قرآنِ عظیم کی عظیم الشان حکمت کو یورپ کے حیرت انگیز تمدّن سے جوڑ کر ابھی سمجھنے لگا ہی تھا اور مسلمان کی ہر درماندگی اور بدحالی کو طفلانہ اضطراب سے ہاتھ بھیر کر دُور کرنا چاہتا تھا۔ مجھے اُس زمانے میں منجملہ اور اُمور کے کھٹکتا تھا کہ موجُودہ مُسلمان کی عرب کے اونٹ کی طرح کوئی کل سیدھی نہیں رہی، عورتوں کی طرح سینے پر ہاتھ مار کر پیٹا کرتا تھا

کہ ہیں! اُس خدا کو ماننے والی قوم کو جس کے بتائے ہوئے سورج میں دس لاکھ برس سے ایک انچ، ایک پل، ایک رتی، ایک ماشہ، ایک ذرہ کا فرق نہیں آیا۔ کیا موت آگئی کہ اس کا تمام چرخہ آج ڈھیلا پڑا ہے، اس کی کوئی چُول کسی باقی نہیں رہی، سب ورزیں واشگاف ہیں۔ اِدھر ہندوستان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں مسلمان کے مٹے ہوئے نشانوں کو غصہ اور رنج سے دیکھتا تھا کہ یا الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ آج کل کے قروۃ نما قلندر اور بوزنہ وشں قل آعوذ سے کیا فی الحقیقت تیرے اُنہی "پرستاروں" کی اولاد ہیں۔ جنہوں نے اُندلس میں قصر الحمرا اور ہندوستان میں روضۂ ممتاز محل کی بنیادیں رکھی تھیں!

ہندوستان کا جھینپڑوں اور ہچکولوں میں پلا ہوا مسلمان آج مغرب کی زندہ اقوام کی ہر خوبی، ہر صحت اور ہر چُستی کے سامنے مات ہو جاتا ہے اور اگر آنکھیں اندھی نہ ہوں تو آج اِن اقوام کی آسمان پر بے خطر اُڑنت، اُن کا زمین پر ہیبت انگیز تمکن اور سمندر پر جابرانہ تسلط مسلمان کو خُدا اور خُدا کا قانون یاد دلانے کے لیے کافی ہیں لیکن اِسی مسلمان کے باپ دادا کا اِس روئے زمین پر ایک ہزار برس تک قرآن کو ہاتھ میں لے کر اپنی کبریائی کا ڈنکہ بجانا اور یورپ کا اُس کے زور کے سامنے قرنوں اور صدیوں تک مات رہنا میرے نزدیک طالب علمی کے زمانے سے ہی اس امر کی قطعی دلیل رہا ہے کہ دُنیا کی تمام موجودہ ترقی قرآن اور صرف قرآن کو سمجھ کر ہوئی ہے، یورپ اگر اِس وقت قرآن کو سمجھے ہوئے مُسلمان کا شاگرد نہ بنتا تو آج اس قدر سر بلند ہرگز نہ ہوتا۔

مسلمان کا معاشری انحطاط

لیکن ہاں! قرآن سے ہٹے ہوئے مسلمان کا آج حال کیا ہے؟ اس کی ورثہ میں آئی ہوئی کوئی خوبی آج خوبی نہیں رہی۔ آج مسلمان کے ہر قمری مہینے کا حساب غلط ہے، عید اور رمضان کا حساب غلط ہے۔ نماز کے اوقات جس کے متعلق

کتاباً موقوتاً لکھا تھا۔ غلط ہیں۔ لباس کی پاکیزگی کا معیار غلط ہے۔ اس کی بنائی ہوئی عمارتیں بدصورت اور بے ڈھنگی ہیں، اس کی سب کتابیں حتیٰ کہ قرآن غلط چھپتے ہیں اس کے روزمرہ کے اوقات کی تقسیم غلط ہے۔ اس کے اُٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، سونے اور کام کرنے کے اطوار غلط ہیں ۔ اس کے گھر کی صفائی کا تخیل غلط ہے، اس کی انشاء غلط ہے، اس کی املا غلط ہے، اس کی زبان غلط ہے اس کے بدن کی حرکتیں غلط ہیں، آداب اور استعمال غلط ہیں، اس کا ادبی اور علمی مذاق غلط ہے، اس کے معاملات غلط ہیں، معمولات غلط ہیں، عبادات غلط ہیں، کردار و افعال غلط ہیں۔ مسلمان کی شکل و شباہت اور معاشرتی وضع قطع کو دیکھ کر آج مسلمان پہچانا نہیں جاتا کہ یہ قرآن کا پیدا کیا ہُوا [illegible] ن ہے پھر اگر آج مسلمان کے قبلے کا حساب غلط ہو تو کیا تعجب ہے۔

قرآن کو چھوڑ کر حدیث کی گرم بازاری

اِدھر مسلمان کے تمدّن کی کل اس طرح بگڑی ہے اور اُدھر مولوی اور مُلّا کے بنائے ہوئے دین کی اپنے زعم میں "صحت" اس قدر پیچیدہ اور وضاحت اس قدر مکمل ہے کہ الاماں۔ عورتوں کے حیض نفاس کے مسئلے اس باریک بینی اور لطف سے سرعام دُھرائے جاتے ہیں کہ پورا میڈیکل کالج کا لکچر معلوم ہوتا ہے۔ استنجا کے ایسے مکمل طریقے، ڈھیلوں کو آر پار کرنے کے لطیف ڈھنگ، پیشاب کے آخری قطروں کو نچوڑنے کے کرتب، غسل کے انتہائی آداب، برتن اور کنوئیں پاک کرنے کے بیشمار اسالیب، مرد و زن کی شہوتوں کے تناسب کا "صحیح" حساب، نطفہ، منی کی قسمیں عورتوں کے آپس میں زنا کرنے کے حیاسوز طریقوں کی پوری توضیحیں اور پھر نرمی سے اُن کی ممانعت، نہیں بیوی کو شریعت کی طرف سے ہدایت کہ اگر خاوند کو شہوتِ نفسانی اونٹ کی پیٹھ پر نمایاں ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ پُورا کرے الغرض مسلمانوں کا یہ چھتیس ہزار شہروں کو بارہ برس میں سر کرنے والا دین مُلائے

محترم کی مہربانی سے آج ایک خاصہ بھلا کوک شاستر معلوم ہوتا ہے۔ اِن تمام مسئلوں سے جو مسجد کے مُلائی دین کی جان ہیں ایک اجنبی شخص کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی آج کل کی تہذیب کوئی بہت بڑی صحیح، بہت بڑی علمی اور عظیم الشان تہذیب ہوگی جس میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی عظیم الشان دفتر لکھے رکھے ہیں۔ قرآنِ کریم کے دستور العمل سے مسلمانوں کا سروکار اکثر معلوم نہیں ہوتا۔ معصوم اور انجان نوجوانوں کو مُلّا یہ حیاسوز مسئلے شوق سے پڑھا پڑھا کر ادھر اپنے پلید نفس کو موٹا کر رہا ہے اور اُدھر یہ حالت ہے کہ قوم کی معاشری زندگی کا ایک ایک شعبہ حرفِ غلط کی طرح مٹائے جانے کے قابل ہے۔

فقہی باریکیوں پر غلط عمل کا انجام

دُور کیوں جاؤ۔ کسی اوسط شرعی مسلمان کو کسی اوسط ہندو جاپانی یا انگریز کافر کے سامنے کھڑا کر دو۔ مسلمان آج دُور سے اپنی ہر بات میں پریشان حالی کے باعث فوراً پہچانا جائے گا۔ اس کی ٹوپی میلی اور کپڑے چیکٹ ہوں گے، اُس کی کلام بے تکی اور پریشان ہوگی، اس کے گھر میں اللہ ہی اللہ ہوگا۔ اس کی بدنی صفائی قابلِ نفرت ہوگی۔ یوم اَبیضّت وجوہٌ و اسودّت وجوہٌ کا سماں صاف بندھا ہوگا، اس کی کہی ہوئی بات جھوٹ اور مبالغہ آمیز ہوگی، اس کی ساکھ کچھ نہ ہوگی، وہ اپنے شرعی غسل کے باوجود ناپاک ہوگا، اس کی داڑھی سے پانچوں وقت وضو کے باوجود بُو آتی ہوگی۔ اُس کے دانت روزانہ مسواک کے ہوتے ہوئے متعفّن ہوں گے، اُس کے گھر کے اندر کوڑے کے ڈھیر ہوں گے۔ اُس کے کھانے پر مکھیاں بیٹھتی ہوں گی، اس کے بچّے گندی گالیاں نکالتے ہوں گے، اُن کے منہ میں غلیظ اور خلافِ تہذیب باتیں ہوں گی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اِن تمام باتوں کے باوجود مسلمان کے معاشری تخیّل کی ہوا اِس قدر بگڑ چکی ہے کہ وہ اِن فقہی مسائل کی ایک سطحی اور کورانہ تقلید۔

کے باعث اپنے آپ کو بے گمان پاکیزہ اور جنّت کے گدّوں پر بیٹھنے کا حقدار سمجھتا ہے اور ہندو اور انگریز کو بے شک جہنم کا ایندھن!

مُلّا کی بے حیائی اور گندہ ذہنی

کیا یہ تمام منظر اس امر کی دلیل نہیں کہ دین اسلام کے یہ عمدہ اور مفید فقہی مسئلے بھی قرآن اور حدیث کی عظیم الشان تعلیم کی طرح بے اثر ہو چکے ہیں - آج صفائی کے مسئلوں سے صفائی پیدا نہیں ہوتی، جبکہ مسئلوں سے حیا اور پاک دامنی کے مسئلوں سے پاک دامنی پیدا نہیں ہوتی، مدرسہ دیو بند کے ایک بد اطوار رسالہ میں میں نے ابھی کچھ مدت ہوئی ایک بڑے مولوی کے دستخط سے ایک لمبا چوڑا مقالہ عین سرورق پر لکھا دیکھا جس کا موضوع "شرعی طور پر" معاذ اللہ یہ ثابت کرنا تھا کہ سرور کائنات علیہ التحیۃ والسّلام کی قوّتِ مردمی نو ہزار انسانوں کی قوتِ باہ کے برابر تھی! اُس پاک اور بے عیب رسُول کے متعلق اس دریدہ دہنی سے اِس نابکار اور روسیاہ مُلّا نے اپنے ناپاک نفس کا چراغاں رچایا تھا کہ میں شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا! مجھے اختیار ہوتا تو عین دیوبند کی گدّی پر اس ناپاک مُلّا کو اس کے طالبوں کے سامنے تلوار سے قتل کر دیتا اور اسی مدرسے کے صحن میں اس کا سر مہینوں لٹکائے رکھتا تاکہ عبرت حاصل ہو۔

مسلمان کا علمی زوال

یہ سب مسلمان کو اُس کی اِس زمانے کی بدحالی دکھانے کی تمہید تھی۔ کیا ایسی خستہ اور پریشانی حالت میں آپ یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ مسجدوں کے قبلے درست رہے ہوں گے۔ کیا ایسی غیر علمی اور غیر سائنٹیفک، بے حسابی اور لاابالی بے خبر اور آرام پسند، بے تکی اور ٹیلیفون اور گھڑی کو شیطانی آلے سمجھنے والی اُمّت کے بے قیمت ملاؤں سے آپ یہ اُمید کرتے ہیں کہ وہ لاہور سے کم از کم دو

ہزار میل دور مکہ معظمہ کے اندر ایک چھوٹی سی عمارت کا رُخ سائنس کے بڑے بڑے آلات کو لگا کر معلوم کرتے ہوں گے، آج مسلمان اور مسلمان کے ہادیٔ دین مُلّا کی بلا جانے کہ "مکہ" کا رُخ دریافت کرنا کسے کہتے ہیں، اس بے چارے کو اتنا معلوم نہیں رہا کہ جغرافیہ کس بیل کا نام ہے، علمِ نجوم کسے کہتے ہیں، دُوربین کیا ہوتی ہے، خطِ سرطان کس مرض کو کہتے ہیں وہ صرف اپنی رات کی باسی روٹیاں گن کر بیچنا جانتا ہے اور اس میں بھی اگر روٹیاں زیادہ ہوں اور آنے پُورے نہ بنیں گھنٹوں تک غلطی کرتا رہتا ہے۔ آج کے مسلمان کو کیا پتہ کہ مغرب اور شمال کی دو طرفوں کے درمیان خود مسلمان ہی نے ۹۰ درجے قائم کئے تھے، ہر درجے کو ساٹھ دقیقہ منٹ اور دقیقہ کو ساٹھ ثانیوں (سیکنڈ) میں تقسیم کیا گیا۔ گویا مغرب اور شمال کی دو سمتوں میں تین لاکھ چوبیس ہزار مختلف طرفیں مسلمان نے خود اِسی قرآن کی تعلیم کو صحیح سمجھ کر قائم کی تھیں تاکہ وہ اس ناپیدا کنار کائنات کی صحیح پیمائش اور علمی مساحت کر سکے۔ مسلمان کو کیا خبر کہ اسی مغرب اور شمال کی سمتوں کے درمیان صرف ایک درجہ (یعنی $\frac{1}{90}$ حصہ یا نوّے واں حصہ) پھر جانے سے دو ہزار تین سو میل کی دُوری پر پورے چالیس میل کا فرق پڑ جاتا ہے گویا اگر ایک نمازی اپنی مسجد میں صرف $\frac{1}{90}$ حصہ صحیح قبلہ سے اِدھر اُدھر ہو جائے، تو اس کا رُخ مکہ سے پورے چالیس میل دُور ہو گیا! اکبر خوب کہہ گیا تھا ؎

تصویریں پاس ہیں ہم! پوچھو نہ حالِ دُنیا پہلے خبر تھی سب کی، اب سب سے بے خبر ہیں

مکہ معظمہ سے "سورت" جہاں عرب پہلی صدی میں سب سے پہلے اُترے تھے ٹھیک مشرق کی طرف تھا جیسا کہ نقشہ کے موٹے خط الف (ا) سے ظاہر ہے۔ یہ قرآن حکیم کی تعلیم کا معجزہ تھا کہ عرب جیسی جاہل اور اُجڈ قوم چند برسوں کے اندر اندر دو ہزار میل دُور مقام کی صحیح سمت دریافت کر سکی حالانکہ اس وقت علم جغرافیہ کا نام و نشان موجود نہ تھا اور نہ سطحِ زمین پر طولِ بلد اور عرضِ بلد کے خطوط کو کوئی متنفس جانتا تھا۔ آج تیرہ سو برس پہلے کی علمی ترقی کے بعد انگریزی
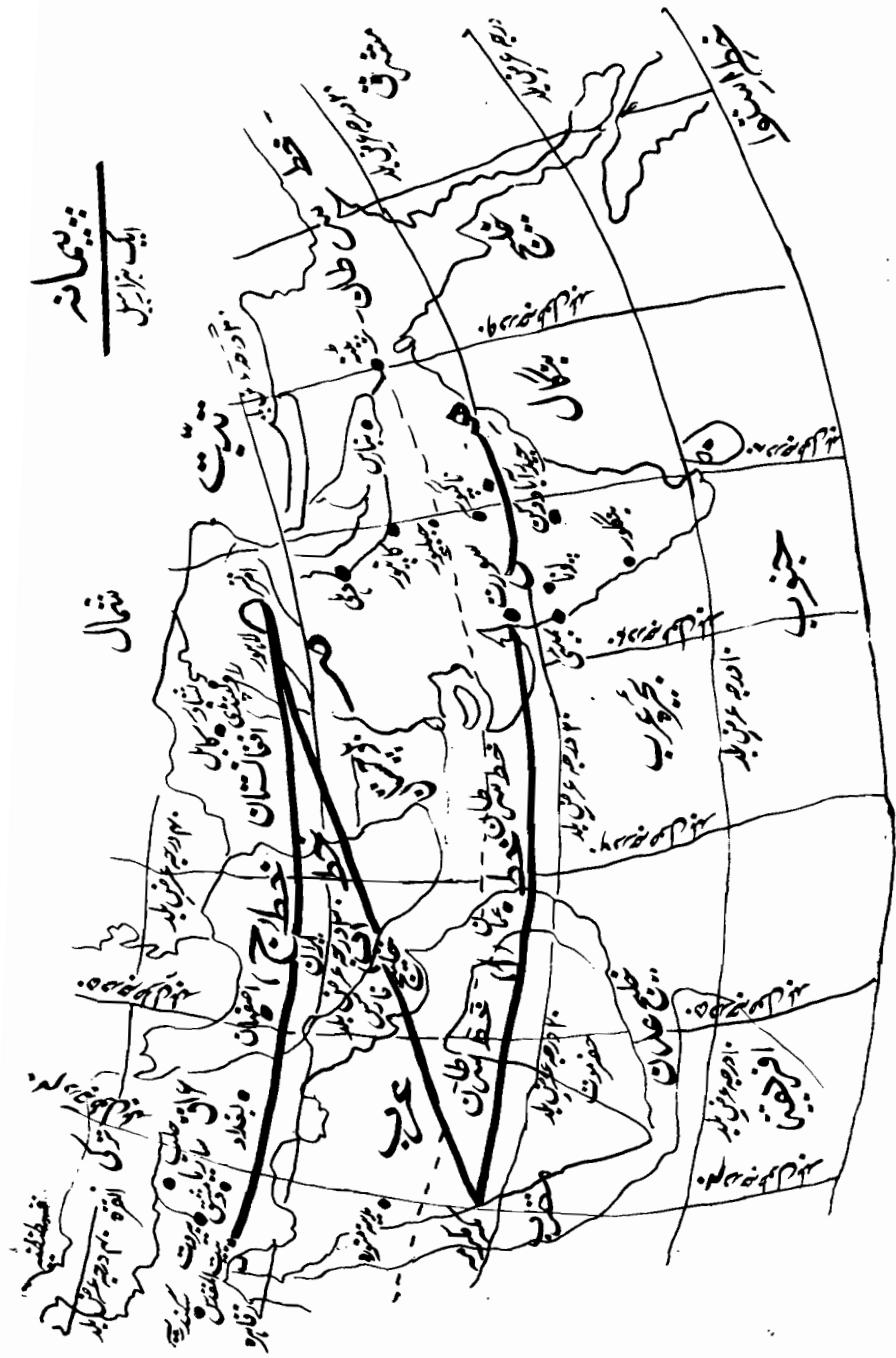
نقشوں پر بھی مکہ معظمہ کا "سورت" کے عین مغرب کی طرف ہونا اہلِ عرب کے حیرت انگیز طور پر صحت پسند قوم ہونے کی روشن دلیل ہے!

مُلاؤں کے قبلے

آپ کے خط کے بعد میں نے ایک خاص شخص کو لاہور کے ملاؤں اور معماروں کے پاس بھیجا کہ وہ مسجد بناتے وقت قبلہ کا رُخ کیونکر مقرر کرتے ہیں۔ ایک بڑی عمر کے جاہل نے کہا "واہ جی، یہ تو بہت آسان ہے۔ قطب تارے کی طرف ہاتھ پھیلا کر اور کندھے کی طرف دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو ناک کی سیدھ میں قبلہ ہے"۔ خیر میں سمجھ گیا کہ مُلّا کی نجوم دانی کس قدر بے خطا ہے اور اِس کا مطلب یہی ہے جو آپ کہتے ہیں کہ شمالی ہندوستان کی مسجدوں کا "قبلہ" مغرب ہی کی طرف ہے۔

ہندوستان کے سب نئے قبلے غلط ہیں!

نقشہ کے موٹے خط (ب) سے معلوم ہوگا کہ لاہور کی مسجدوں کا رُخ صحیح رُخ سے قریباً ۲۵ درجے جنوب کی طرف ہٹا ہے۔ ایک درجہ کا فرق دو ہزار تین سو میل پر میں نے ابھی چالیس میل بتایا ہے تو اس حساب سے پچیس درجوں کا فرق ۲۵ × ۴۰ یعنی ایک ہزار میل ٹھیرا۔ لاہور کے عین مغرب کی طرف جیسا کہ موٹے خط ج سے ظاہر ہے بیت المقدس ہے جو مکہ معظمہ سے قریباً ایک ہزار میل دُوری پر ہے۔ گویا یہ ثابت ہوگیا کہ لاہور کی تمام نئی مسجدیں اگر اسی حساب سے بنی ہیں۔ جو اوپر ذکر ہوا تو اس کے نمازی یہودیوں کے قبلہ یعنی ٹھیک بیت المقدس کی طرف اپنا رُخ کرکے نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ مکہ معظمہ کی طرف ہرگز نہیں جو اس سے ایک ہزار میل دُور جنوب کی طرف ہے۔ اِسی نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ تمام ہندوستان میں ماسوا سورت، ناگ پور، کٹک وغیرہ کے جو اِسی عرض بلد پر ہیں جس پر کہ مکہ ہے ہندوستان کی تمام نئی مسجدوں کا قبلہ قطعاً غلط ہے، ایک مسجد ایسی نہیں جس

کے نمازیوں نے آج تک ایک نماز قبلہ رو ہو کر پڑھی ہو، لاہور اور امرتسر والوں کا قبلہ بیت المقدس ہے، راولپنڈی والوں کا بغداد اور دمشق، پشاور والوں کا بیروت، دلی والوں کا بوشہر، ملتان کا کوفہ، کراچی والوں کا مدینہ اور مدراس والوں کا عدن، بمبئی والوں کا بندرگاہ سواکن وغیرہ وغیرہ۔

بے قبلہ نمازیں سب اکارت ہیں

کیا اس حیرت انگیز انکشاف کے بعد جس کے محرک آپ ہیں یہ کہنا کچھ بے جا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی پچھلی کئی قرنوں کی نمازیں اور نقصوں کے علاوہ یقیناً اسی لیے قبول نہیں ہوئیں کہ وہ دینِ اسلام کے مقرر شدہ قبلہ کی طرف نہ تھیں۔

خدا اس کم نگاہ اور اندھی اُمّت سے بجا ناراض ہے کیونکہ وہ اپنے قبلہ کو نہیں پہچان سکتی، پوری آٹھ کروڑ اُمّت کا خدا کے قہر و غضب میں آنا یقیناً اِسی باعث سے ہے کہ وہ قوم یتیم اور بے علم ہو کر اپنے قبلہ کو فراموش کر چکی ہے، اِس کا اندھا پن غضب اور ستم کا اندھا پن ہے، اِس کی نمازیں تمام اکارت ہیں، اِس کا مرکز بکھر چکا ہے، اُس کا شیرازہ اس رسمی اور بے روح نماز میں بھی منتشر ہے، دہلی اور الٰہ آباد کے بڑے بڑے پگڑ باندھے ہوئے اور ہندو کانگریس کے ادنیٰ تنخواہ دار مولوی جن کی داڑھیاں گز گز بھر لمبی اور جن کے اعمالنامے روزِ حشر کی طرح سیاہ ہیں۔ شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب مریں کہ اپنے لیے وہ علماء کرام کے بڑے بڑے مقدس القابوں کے اختیار کرتے ہوئے اِس قدر اشد شدید جاہل ہیں کہ آٹھ کروڑ اُمّت کی مسجدیں انہوں نے پچھلے سو سال سے صاف غلط بنوائیں تمام اُمّت کی ارب در ارب نمازیں خدا کے حضور میں اپنی جہالت اور تکبّر سے اکارت کرا دیں، اُمّت کے اعمال کو اس دردناک طور پر ضائع کیا کہ اس کی تلافی روزِ حشر تک ممکن نہیں۔ میرا یقین ہے کہ اگر سلطان سنجر یا غازی مصطفٰے کمال کی تلوار ہندوستان میں ہوتی تو اس عظیم الشان جُرم کے بدلے میں ہندوستان کے تمام

ملاؤں کو جو اس کے ذمہ دار ہیں یکسر تہہ تیغ کر دیتی اور ان کا قصہ یک دم پاک ہو جانا ہے!

شطر المسجد الحرام کے الفاظ کی حکمت

اگر یہی "فولّوا وجوھکم شطر المسجد الحرام" کا حکم آج کسی مغربی قوم پر نازل ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ یورپ کے ہر حصے میں کروڑوں نہایت باریک بین رصدی آلات اس مطلب کے لیے شہر بہ شہر نصب ہو جاتے کہ خدائے عزّ و جل کے آسمانی حکم کی رُو سے "شطر المسجد الحرام" صحیح طور پر دریافت کریں، وہ قوم ایسے دقیقہ رس اور نازک آلات ایجاد کرتی کہ شمال اور مغرب کے درمیان زمین لاکھ چوبیس ہزار سمتوں میں ایک گز کا فرق بھی نہ آنے پاتا، اِن کے قبلہ کی سمت عین اِس کعبہ کے سیاہ غلاف کے نصف پر آ کر پڑتی جو چند فٹ لمبا اور چند فٹ چوڑا ہے، خدا کے فرشتے اس قوم پر تحسین و آفرین کے نعرے لگاتے اور سات آسمانوں سے آوازیں آتیں کہ شاباش! تمہی خلافتِ ارضی کے صحیح مستحق ہو کیونکہ تم نے سطحِ زمین کے کونے کونے کو انچوں تک ناپ ڈالا، تم میں اس پچیس ہزار میل محیط کے کرّے کی نگہداشت کی پوری صلاحیت ہے، اس کرّے کو سب سے پہلے ہمارے ہی مقرر کردہ "خلیفہ ہارون الرشید" نے صحیح ناپا تھا اور اب تم خلیفۃ اللہ فی الارض ہو جاؤ! یہ تمام زمین تمہاری ہے، اِس کو کوئی بدبخت اور بداطوار قوم تم سے چھین نہیں سکتی۔

غلط قبلوں کو درست کرو

میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے سب نمازی مسلمان اگر اپنی نمازوں کو بارگاہِ خداوندی میں پھر قبول کرانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنے غلط قبلوں کو اس صحیح نقشے سے درست کریں جو میں نے "الاصلاح" میں دیا ہے (یا اس سے بہتر نقشے سے) درست کریں، غلط قبلوں والی مسجدوں پر آلاتِ رصد کے ذریعے

سے صحیح قبلوں کے نشان از سرِ نو گڑائیں۔ حتی الوسع پرانی مسجدوں میں (جن کے قبلے یقیناً درست ہوں گے) اپنی نمازیں علی الخصوص جمعہ کی نمازیں ادا کریں، آئندہ کسی مولوی کے کسی شرعی مسئلے پر اندھا دھند اعتبار نہ کریں، قرآن اور حدیث خود دیکھیں اور خود غور کریں اور اسلام کے کسی مولوی کو جو مسلمان کی تباہ کاری کا سب سے بڑا مجرم ہے اپنی دینی رہنمائی سے یکسر خارج کر دیں۔

شاہی مسجد میں تمام لاہوری نماز ادا کریں

لاہور کے مسلمانوں کو میں کہوں گا کہ وہ اپنی تمام نمازیں نئی مسجدوں کو یکسر چھوڑ کر شاہی مسجد، سنہری مسجد اور مسجد وزیر خاں میں ادا کریں۔ محترم ملک محمد الدین کے حق میں تمام مسلمانانِ ہندوستان دعا کریں کہ انہوں نے دینِ اسلام کے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی اور ایک عظیم الشان غلطی کو درست کیا۔

محترم ملک! آپ کا خاکسار تحریک میں شامل ہونا اور اِس امر کا اس عمر میں اِس بے خوفی سے اعلان کرنا اسلام پر احسان اور ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہے۔ آپ کے لیے ادارۂ علیہ عنقریب سالاری کا اعلان کرے گا۔ آپ اپنی سپاہیانہ وردی جلد از جلد بنوا کر میدانِ عمل میں کود پڑیں اور اپنے تمام علاقہ کو خاکسار کرنے کی اطلاع ادارہ علیّہ میں دیتے رہیں۔ والسّلام

۴؍ اکتوبر ۱۹۳۷ء

مخلص
عنایت اللہ خان المشرقی؂

اُمّت محمّدیّہ کے تمام
بڑے بڑے گروہ اعلانیہ طور
پر ایک دوسرے کے برخلاف
کفر و ارتداد کے تین تین
سو مہروں والے فتوؤں میں
ایک دوسرے کو کافر ضال
مضل، زندیق، ملحد
فاسق، ذمی، آخر و
من الشیطان، دجال
کاذب، کذاب
اور دھوکے باز کے بد ترین
ناموں کیساتھ بد نام اور
رسوا کرتے ہیں۔

ایک نکتہ : علامہ المشرقی

ہم نے نسلِ انسانی کے تمام
فرقہ وارانہ جذبات اور
مذہبی تعصبات کو اپنے
نیک اور نفع رساں عمل
سے کچل کر (دین خداوندی
کی روشنی) میں ایک
مساوی، غیر متعصبانہ
روادارانہ مگر غالب نظام
پیدا کرنے کے درپے
ہے۔ جس میں سب اقوام
سے بجا سلوک اور سب کی
بجا پرورش ہو اور جس
کی بنیاد بے پناہ نیکی
سعیٔ عمل اور بے پناہ
عدل ہو۔

یکم نومبر ۲۵ء کے جریدہ "الاصلاح" میں ایک مضمون بعنوان "کُفرِزارِ اسلام" شائع ہوا۔ جس میں محترم صوفی نذیر حسین صاحب امرتسری نے نہایت خوش اسلوبی سے کُفر باز اور کافر گر علماء کے متعلق ایک طویل فہرست تحریر کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہر دانشمند اور صاحبِ بصیرت انسان فوراً اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کافر گر مولویوں کے تیرِ کفر کا نشانہ نہ بنا ہو۔ کُفر کے فتوے جس قدر بھی ہر زمانہ میں لگائے گئے۔ اُن میں سے بہت کم علمائے حق کی طرف سے تھے بلکہ بیشتر تعداد ایسے فتوؤں کی تھی جو خود غرض جاہ طلب فتنہ پرداز علماءِ سوء کی نامعاملہ فہمی کا نتیجہ تھے۔ جو ان غیر معروف افراد کی غیر معمولی شہرت کے سوائے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے اور یہ بے چارے اس معاملہ میں کسی قدر بے قصور بھی تھے۔ کیونکہ یہ جو کچھ تھا اِس کیفیت سے تھا جو ابتدائے آفرینش سے دو جُداگانہ صورتوں یعنی موسٰےؑ و فرعون، شبیرؑ و یزید کے نام سے

موجود تھیں۔ جن کا اثر تا ایں دم اسلام و کفر، اقرار و انکار، امن و فساد کی شکل میں کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں کار فرما ہے۔ جو ایک صورت میں رشد و ہدایت اتحاد و اتفاق، اسلام و اقرار، امن و آرام اور بہترین جذبۂ عمل کی صورت میں جلوہ گر ہے اور دوسری صورت میں ضلالت و گمراہی، نفاق و اختلاف، کفر و انکار، فساد و طغیان اور سراپا بے عملی کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔

تیرھویں اور چودھویں صدی تو انہیں اثرات کے انتہائی عروج کا زمانہ ہے جن کے متعلق کئی سو سال پیشتر مخبر صادق محمد عربی صلعم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ لَا یبقیٰ مِنَ الاسلام اِلّا اسمُہٗ ولا یبقیٰ من القرآن اِلّا رسمُہٗ مَسَاجِدُھُم عامرۃ وَھِیَ خراب من الھُدیٰ وعُلماءُ ھُم شَرٌّ مَنْ تَحتَ علیمِ السّمَاء (مشکوٰۃ ۳۸ کتاب العلم) کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن سے فقط الفاظ، مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی اور علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے، آج ان علماء نے جن کے متعلق سرور کائنات کا ارشاد ہے اپنے علم کو بجائے اس کے کہ وہ قوم کی ترقی و اتحاد اور افراد کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کرتے اور صدہا باعمل افراد پیدا کر کے مذہب و قوم کی بہترین خدمت کرتے انہوں نے سارے علمی زور کو قومی شیرازہ کے بکھیرنے، کفر و الحاد کے فتوے شائع کرنے، دین کے فرقے فرقے کرنے، ملّت کی بنی بنائی عمارت کے گرانے، اپنی اپنی شخصی عزّت کی عمارت بنانے۔ صدہا ہوشمندوں کو بے ہوش، کاہل، سُست، باتونی، کتابی کیڑے اور زمانہ بھر کے دھندوں سے آزاد روٹی اور درس کے بندے بنانے میں صرف کیا۔ گویا صریحاً سرورِ عالم صلعم کے قول اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْعِلمِ مَا یَنفَعُ (میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے) کی خلاف ورزی کی اسی پر بس نہیں بلکہ خدا کے اس حکم کو سب کے سب مل کر خدا کی رسّی کو مضبوط پکڑو اور فرقے فرقے نہ بن جاؤ" جان بوجھ کر علیحدہ علیحدہ فرقے بنا کر اپنی اپنی مسجدوں

میں جُدا جُدا طریقوں سے نمازیں پڑھا رہے ہیں اور یہ ایک منٹ کے لیے
بھی گوارا نہیں کرتے کہ اپنے اپنے عزّت و وقار کے شخصی بتوں کو توڑ کر سب
سب کے سب ایک جگہ مِل کر نماز ادا کریں اور سب اُمّت محمدیہ صلعم پر واضح کر
دیں کہ سب مسلمانوں کو عملاً اس طرح ایک ہو جانا چاہیئے۔ آج کتنے مولوی ہیں
جو عملاً ایسا کرنے کے لیے تیار ہیں، ہاں زبانی اتحاد و اتفاق پر وعظ چاہو تو
ہزار ہا مثالوں سے نہایت خوش کُن لہجہ میں گھنٹوں بیان کریں گے اسی چسکے
میں نماز جمعہ قضا ہو جائے مضائقہ نہیں سننے والے بھی خوشی خوشی سُن کر
چلے جائیں گے اور اتنا تقاضا بھی نہ کریں گے کہ حضرت آیئے آج نماز جمعہ
فلاں مُلاّ کے پیچھے سب کے سب مل کر ادا کریں اور خانۂ خدا میں کُھلے طور پر اقرار کریں
کہ اب مسلمان کا باہم اختلاف کوئی نہیں ہے۔ آج اگر ایسا کریں تو نہ یہ
کافر گری رہ سکتی ہے نہ اُمّتِ مسلمہ کا تشتت، مگر یہ ایسا کرنے کے نہیں
کیونکہ واقعاتِ عالم سے بے خبر ہیں۔ چونکہ عِلم کتابی اور عِلم واقعاتِ عالم
دو جُداگانہ چیزیں ہیں۔ جب یہ لوگ کتب کی ورق گردانی اور زید و عمر کی باہمی
کشمکش سے ہی فارغ نہیں ہو سکتے تو واقعاتِ عالم کو سیاسیاتِ ملک کو
قوموں کے طلوع و غروب، مِلّتوں کے عروج و ہبُوط کو حجرۂ مسجد کی چار دیواری
میں بیٹھ کر کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ یہی باعث ہے کہ جب کبھی بھی علمائے واقعات
عالم نے قوم کی بقائے حیات کے لیے کچھ کہا انھوں نے فوراً اپنے علم کتابی
سے اس کا جواز و عدمِ جواز دیکھا اور کفر و الحاد کا فتویٰ صادر فرمایا۔ حالانکہ

رازدانِ واقعاتِ عالم کُجا، حجرہ نشین کرم کتابی کُجا۔ نہ دُنیا جہاں کو پھر کر دیکھا
نہ سیر فی الارض کی نہ واقفیتِ عالم سے واقفیت حاصل کرنے کی سعی کی نتیجہ
یہ ہُوا کہ انھوں نے ہر وعظ میں قوم کو چار قدم پیچھے ہٹنے اور شیر کو دیکھ کو خدا پر
بھروسہ کر کے آنکھیں بند کر لینے کی ترغیب دی اِدھر عالم واقعاتِ عالم نے
قوم کو ہر طریقہ سے دن دُگنی اور رات چوگنی جدو جہد کرنے کا مشورہ دیا۔ آخر اس

کشمکش سے جو کبھی آگے بڑھا، بڑھا۔ اور جو ایسے فتووں سے ڈرا مر گیا۔

ان فتووں کی حقیقت اگر پوچھنی ہو تو اتاترک مصطفےٰ کمال سے پوچھو ظاہر شاہ افغانی سے پوچھو۔ رضا شاہ پہلوی سے پوچھو۔ سلطان ابن سعود اور امام یحییٰ یمنی سے پوچھو کہ ان کے ملک اور قوم نے نجات ان کافر گر مولویوں کے فتووں سے پائی یا ان سے بے نیاز ہو کر۔

آج ان آزاد ممالک میں کوئی ان کفر باز کافر گر مولویوں کے نام تک سے واقف نہیں۔ یہ بلا اگر مسلط ہے تو صرف ہندوستانی غلام مسلمان کے سر پر۔

یہ ہیں چند ضروری گزارشات جن کی روشنی میں میں صوفی نذیر حسین صاحب کے مضمون کو زیادہ مکمل کر کے قارئین کی عبرت کے لیے پیش کرتا ہوں۔ فتاوے معہ حوالجات ملاحظہ ہوں۔

نقلِ کفر کفر نباشد

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

مندرجہ ذیل فتاوے وہ ہیں جن کی رو سے ہر فریق نے ایک دوسرے کو کافر، مرتد، ملحد، جہنمی، واجب القتل، زندیق وغیرہ کہا ہے بمعہ ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک ایک کو پڑھو اور فتووں کی حقیقت کو سمجھو۔

اہلِ سنت کی طرف سے اہلِ شیعہ پر کفر کا فتویٰ

فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اکبر اند و در کتب فقہ مسطور است کہ ہر کہ انکارِ خلافت حضرت صدیق نماید منکرِ اجماع قطع گشت و کافر شد پس در حقِ شان حکم کافر جاری است و رافضی واجب القتل است (ترجمہ) اس میں شبہ نہیں کہ فرقہ امامیہ (شیعہ) صدیق اکبر کی خلافت کے منکر ہیں اور کتبِ فقہ میں لکھا ہے

کہ جو حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا انکار کرے۔ وہ اجماع کا منکر اور کافر ہو جاتا ہے اِس سے کفار کی طرح ہی ملاقات کرنی چاہیئے۔ رافضی واجب القتل ہیں۔ (اردو نمبر ۱ ص۳۳ فتاویٰ عزیزی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی ص۱۹۱ و ص۱۹۲)

پھر شیعوں اور سنیوں کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"در مذہب حنفی موافق روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتدان است چنانچہ در فتاوٰے عالمگیری مرقوم است پس نکاح کردن از زن کہ دریں فرقہ باشد درست نیست و در مذہب شافعی دو قول است بریک قول کافر اند و قول دگر فاسق یعنی شیعہ فرقہ کی عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں شافعی مذہب میں شیعوں کو کافر اور فاسق سمجھا جاتا ہے۔"

شیعہ کا فتویٰ اہل سنت پر

سوائے فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کے ناجی نیست کشتہ شود خواہ بموت بمیرد

ترجمہ:۔ سوائے فرقہ امامیہ شیعہ کے کوئی فرقہ جنتی نہیں ہے خواہ قتل ہو جائے خواہ اپنی موت مرے۔ (حدیقہ شہدا ص۶۵)

غیر مقلدین یعنی وہابیوں پر اہل سنت پر فتویٰ

(۱) "فرقہ غیر مقلدین جن کی علامت ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر اور رفع یدین اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے اہل سنت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فرق حنالہ رافضی خارجی وغیرہ ہما کے ہیں کیونکہ ان کے بہت سے عقائد اور مسائل مخالف اہل سنت کے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اُن سے مخالطت اور مجالس کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے"۔ اس کے نیچے قریباً ستر

علماء کی مہریں ثبت ہیں۔

(جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد صث)

(۲) "پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو شرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا"

(کتاب انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد)

(۳) اور علماء اور مفتیانِ وقت پر الزام ہے کہ بمجرد سموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔

("کتاب انتظام المساجد" صث)

(۴) (۱) اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا (۲) گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی وغیرہم، وہابی کھلے مرتد ہیں (۳) جو کذبِ الٰہی ممکن کہے ملحد ہے (۴) تقویت الایمان وغیرہ .... معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی۔ تحذیر الناس تصنیف نانوتوی، براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہ جملہ نجاسات انبوہی سب کفری بول نجس تراز بول ہیں۔ جو ایسا نہ جانے زندیق ہے (۵) "باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے اور ان سفہا اور ان کے نظراء تمام خبثا، جو شخص ان ملحدوں کی حمایت، مروت اور رعایت کرے۔ ان کی ان باتوں کی تصدیق اور تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدوِ خدا دشمن مصطفےٰ ہے" (۶) "غیر مقلدین سب بے دین پکے شیاطین پورے لعونین ہیں"

(منقول از چابک بعث بر اہل حدیث۔ مصنفہ محمد ظہیر حسین اعظم گڑہی)
(ص۳۴، ۳۵)

(۵) چاروں اماموں کے پیرو، اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ اور نقش بندیہ و مجدیہ

سب لوگ کافر ہیں۔

(جامع الشواہد صـ۲ بحوالہ کتاب المتصام السنۃ مطبوعہ کانپور صـ۱۸)

(۶) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے غیر مقلدین کے تمام گروہوں کے نام بنام عقائد لکھ کر فتویٰ[1] لکھا ہے کہ:

"یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں اور جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔" (کتاب حسام الحرمین صـ۱۱۳)

اہلِ سنت پر وہابیوں کا فتویٰ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرح متین اس امر میں کہ یہ گروہِ مقلّدین جو ایک ہی امام کی تقلید کرتے ہیں اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور ان کو اپنی مسجدیں آنے دینا اور ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ بے شک نماز پیچھے ایسے مقلّدین کے جائز نہ ہوگی کہ اُن لوگوں کے عقائد اور اعمال مخالف اہلِ سنّت والجماعت ہیں بلکہ بعض عقیدہ اور عمل موجب شرک اور بعض مفسد نماز ہیں۔ ایسے مقلّدوں کو مسجد میں آنے دینا شرعاً درست نہیں، نیچے انیس[19] مولویوں کی مہریں ثبت ہیں۔

(کتاب مجموعہ فتاویٰ صـ۵۴ صـ۵۵ مطبوعہ صدیقی لاہور)

(۲) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرح متین ان مسائل میں (اوّل) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا حاضر ناظر جان کر ورد کرنا جائز ہے یا نہ اور اس ورد کا پڑھنے والا کیسا ہے وغیرہ۔

ل۔ یہ فتویٰ علاوہ احمد رضا خان صاحب نے ۳۵ علماء جن کے آگے پیچھے بڑے بڑے لمبے لمبے القابات درج ہیں اُن کی مہروں کے ساتھ ۱۴۰ صفحہ پر عربی اور اردو میں شائع کیا گیا تھا۔

(الجواب) "جس کا یہ عقیدہ ہے وہ مشرک ہے جو شخص مجبور اور مفتی ان اُمور کا ہے وہ اس المشرکین ہے (یعنی سب مشرکوں کا سردار) اس کے پیچھے نماز درُست نہیں۔ اس طرح کا اعتقاد رکھنے والا چاروں مذہب ہی کا فر اور مشرک ہے" اس کے نیچے پچیس علماء کی مہریں ثبت ہیں۔

(مجموعہ فتاوی ص۵۲)

(۳) نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں۔

"مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے دنیا میں آج کل اکثر لوگ بھی مقلد پیشہ ہیں 'وما یومن اکثرھم الا ھم مشرکون' یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے۔"

(اقتراب الساعۃ ص۱۶)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ مرتد ہیں

تین صد علماء کا فتویٰ!

مولوی احمد رضا خان بریلوی سرگروہ بریلی نے ان علماء کے عقائد کا ذکر کرکے لکھا ہے "کلھم مرتدون باجماع الاسلام" یہ تمام علماء اور ان کے متبع باجماع اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں" اسی فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالے دے کر تین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں (۱) ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں (۲) آنحضرت ﷺ کی توہین کرتے ہیں (۳) امکان کذب باری تعالےٰ یعنی خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس لیے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔" (کتاب حسام الحرمین ص۱۰، ص۱۱۳)

تین صد علماء کا فتویٰ۔ وہابیہ دیوبندیہ کے خلاف

برادران! اِس زمانہ میں اسلام کو جتنا نقصان صرف وہابیہ دیوبندیہ کے اکیلے گروہ نے پہنچایا ہے۔ تمام باطل فرقے مجموعی طور پر اتنا نقصان نہیں پہنچا سکے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ برخلاف اور فرقوں کے وہابیہ دیوبندیہ نے اپنا کوئی علیحدہ نام نہیں رکھا بلکہ اسلام سے علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی یہ فرقہ اپنے آپ کو سُنی حنفی کے نام سے ظاہر کر رہا ہے اور ناواقف سُنی بھائی اسی وجہ سے دھوکہ کھاتے اور اپنا ہم خیال سمجھ کر ملاپ رکھنے کی وجہ سے اُن کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ وہابیہ دیوبندیہ اپنی عبادتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خاص ذات باری تعالیٰ شانہ کی اہانت اور ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد اور کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد اور کفر میں ذرا بھی شک کرے مرتد اور کافر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اِن سے بالکل ہی محترز و محتسب رہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا ہے اپنے پیچھے بھی اُن کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی مسجدوں میں گھسنے دیں، نہ اُن کا ذبحہ کھائیں، نہ اُن کی شادی غمی میں شریک ہوں، نہ اپنے پاس ان کو آنے دیں یہ بیمار ہوں عیادت کو نہ جائیں، مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔ غرض اِن سے بالکل احتیاط و اجتناب رکھیں۔ دیکھو تین صد علماء کا متفقہ فتوےٰ۔

المشتہر:۔ محمد ابراہیم بھاگلپوری جو باہتمام شیخ شوکت حسین
منیجر حسن برقی پریس اشتیاق منزل
۴۲ ہیوٹ روڈ لکھنؤ میں چھپا

نوٹ:۔ یہ فتوےٰ "دس نمبری فتوےٰ" کے نام سے مشہور ہے۔

مولوی اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ

"فلاشک ولا شبھۃ فی کفرہ وارتدادہ وکفر معاونیہ من شک فی کفرہ وارتدادہ کفر پس اس کے کفر میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے اور نہ اس کے ارتداد میں اور اس کے مددگاروں کے کفر اور ارتداد میں بھی شک وشبہ نہیں ہے اور جو اس کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔"

(کتاب بھوسچال بر لشکر دجال ص۱۰۲)

(۲) "اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا (۳) گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبیٹھی تھانوی وغیرہم کھلے مرتد ہیں۔"

کتاب چابک لعنت بر اہلِ حدیث مصنفہ مولوی محمد ظہیر حسین صاحب اعظم گڑھی اعلیٰ مدرس جامع العلوم معسکر بنگلور۔

(مطبوعہ بریلی صفحہ ۲۴، ۲۵)

مجدد صدی تیرھویں سید احمد صاحب بریلوی پر فتویٰ

مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب میں مولوی احمد رضا خان کو کافر اکفر دجال ماننا حامزہ مرتد، خارج از اسلام وغیرہ بدلائل معقول ومنقول ثابت کیا ہے۔

(رسالہ رد التکفیر علی الفحاش التنظیر مطبوعہ شمس المطابع مراد آباد)

سرسید احمد صاحب پر کفر کا فتویٰ

(۱) "اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ اور ربط پیدا کرنا ہرگز درست نہیں اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے یہ شخص نہ بسبب تکذیب آیات قرآنی مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا ایسا مرتد

کہ بلا قبول اسلام اسلامی عملداری میں جزیہ دے کر بھی نہیں رہ سکتا مگر اہلِ کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ دے کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں گویا نہایت سخت کافر و مرتد ہے۔"

(انتظام المساجد صفحہ ۱۳-۱۵ محمد لدھیانوی)

(۲) "سرسید کی تکفیر کے متعلق "خواجہ حالی" نے سرسید احمد خان کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے چنانچہ چند فقرات اُن کی "حیاتِ جاوید" سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ پنجاب و ہندوستان کے رسائل و اخبارات کا ذکر جن میں یہ فتوے شائع ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

" ان میں سرسید کو ملحد، لامذہب، کرسٹان، نیچری، دہریہ، کافر، دجال اور کیا کیا خطاب دیئے گئے ہیں ان کے کفر کے فتووں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں کی مہریں اور دستخط کرائے گئے ہیں یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔

(حیات جاوید حصہ دوم صفحہ ۲۷۸)

(۳) مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں کیا سُنی، کیا شیعہ، کیا مقلد، کیا غیر مقلد، کیا وہابی، کیا بدعتی سب کے سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتووں پر مہریں یا دستخط ہیں۔ (صفحہ ۲۸۲)

مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتوے سرسید احمد خان صاحب کے خلاف

(۴) " یہ شخص ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے اور مسلمانوں کو اغوا کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے خدا اِس کو سمجھے ضرب و حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہیے اگر ذمرۃ الاسلام میں کوئی صاحبِ عزت ہو۔" (حیاتِ جاوید صفحہ ۲۸۰)

(۵) جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہو گیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی فریق نہیں رکھتا یا دہابی ہے۔ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرے تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔ دین کی حفاظت کے لیے اور دائرۃ الامر پر واجب ہے کہ ایسا کر لیا" یہ ہے مدینہ منورہ کے فتووں کا خلاصہ۔

(حیات جاوید صفحہ ۲۸۷)

مدرسہ علی گڑھ کے متعلق فتویٰ

"کہ یہ مدرسہ جس کو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کا منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔

(حیات جاوید صفحہ ۲۸۸)

نوٹ۔ مولویوں کی ذہنیت ملاحظہ ہو اگر یہ مدرسہ قائم نہ کیا جاتا ہندوستان میں خال خال انگریزی دان بھی نظر نہ آتے سب کے سب مسجدوں کے ملّانے بن کر زندگی بسر کرتے اور تمدّن میں باقی اقوام سے ہزار ہا سال پیچھے رہ جاتے۔ ایں عقل و دانش بباید گریست۔

آج مدرسہ علی گڑھ کے جس قدر تعلیم یافتہ ہندوستان میں موجود ہیں۔ اِن فتووں کی رُو سے سب کے سب کافر ہیں جن کے نکاح بھی مولوی صاحبان نے ہی پڑھائے ہیں۔

شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی پر فتویٰ

جو ہندوستان کے سب غیر مقلدین کے سرتاج تھے اور جنہوں نے قرآن شریف کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ہر جگہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ

"مجادل"، "مرتاب"، متبع ہوائے نفس، حاسد، بددیانت، منحرف ہے"۔
(رسالہ التحقیق المزید لمن ہونی یطنی امہ سعید لالمن ھو متبع شیطان)
صلا
(مرید مطبع فاروقی دہلی)

(۲) مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور ہواسِ خناس قرار دے کر سورۃ والناس پڑھی گئی۔ پھر ان کو شیاطین، ملحد، بیوقوف، بے شعور فسادی اور بے دین وغیرہ کہا گیا ہے۔ اِس فتویٰ پر ۸۲ علماء حرمین شریفین و علماء عجم کی مہریں ثبت ہیں۔

(کتاب ندار الحق صفحہ ۱۰، ۱۰۹، ۲۹۶)

مولوی محمد حسین بٹالوی اہلِ حدیث پر فتویٰ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانے میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہلِ سنت وہی یقین رکھتے ہیں سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اہلِ سنت سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا ہے اور ملحد اور دجال ہے۔
(اشتہار المرقوم ۲۹ دسمبر ۹۸ء ۱۸ء ۱۵ شعبان المبارک مطابق ۱۳۱۶ھ)

(الجوب)

سب نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ یہ "شخص دائرہ اسلام سے خارج، مخشوس الرائے، یاوہ گو، عبد الدنیا، دجال، کذاب، ضال، مضل، کافر قرار دیا گیا۔ اس فتویٰ پر قریباً پچیس علماء مقلدین اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں۔ لمرفتویٰ المرقوم ۲۹ دسمبر ۱۸۹۸ء ۱۵ شعبان ۱۳۱۶ھ)

ندوۃ العلماء کے متعلق کفر کا فتویٰ

ندوۃ العلماء جس کی بنا ۱۳۱۱ھ میں قائم ہوئی اور تمام چوٹی کے سرکردہ علماء اس کے ممبر تھے اس کی تکفیر و تضلیل کی گئی اور اس کے معاونین اور بانیوں کو اہلِ سنت والجماعت سے خارج قرار دیا گیا۔

(ارشاد العلما مطبوعہ مجتبائی پریس۔ صفحہ ۱ و ۴)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پر اور اُن کی تفسیر ثنائی پر کفر کا فتوے

غزنویانِ امرتسری نے مولوی ثناء اللہ امرتسری پر اس کی مایہ ناز عربی تفسیر کی بنا پر تمام اہلِ حدیث مولویوں کے متفقہ فیصلہ اور دستخطوں سے ایک فتویٰ کفر "اربعین" کے نام سے شائع کیا جس میں صاف لکھا ہے۔

(۱) قد سلک ثناء اللہ فی تفسیرہ غیر ما سلکہ المحققون من المفسرین وخلدی خذ والمحرفین والمتحلین فالاحب اعلیٰ کل من لہٗ قدرہ اوراق مثل ھذا الخرافات۔

ترجمہ:۔ ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں سوائے طریقہ محققین مفسرین کے اور راہ اختیار کی اور محرفین کی چال چلا پس مقدور والے پران خرافات کا جلانا واجب ہے۔

(فتویٰ شیخ حسین صاحب عرب کتاب اربعین صـــ۲۴ـــ)

تفسیرِ ثنائی کے متعلق اور فتوے

تفسیر ثنائی کے متعلق حافظ عبدالباری اہلِ حدیث کا فتوے جو تفسیر کے متعلق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔" لہٰذا میں تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس کی کتابیں خصوصاً تفسیر اس کی کہ صریح تحریف ہے اور تمام اہلِ اسلام کے

مخالف ہے ہرگز نہ دیکھیں۔" وغیرہ وغیرہ۔

(الیٰ آخرہ) (کتاب اربعین صفحہ ۸)

مولوی ثناء اللہ امرتسری اور اُن کی تفسیر کے متعلق فیصلۂ مکّہ کی تفصیل

۱۹۲۶ء کو حسن اتفاق سے مولوی ثناء اللہ صاحب ادائیگی فریضہ حج کے لیے مکّہ معظمہ تشریف لے گئے۔ فریق مخالف بھی اُس وقت موقعہ غنیمت جان کر وہاں پہنچے۔ مخالفین نے اُن کے متعلق فتووں سے بھری ہوئی کتاب اربعین اُن کے سامنے پیش کی اور دربار امیر نجد میں یہ سارا معاملہ پہنچادیا۔ چنانچہ دربار امیرِ نجد میں حاضری ہوئی اور سوال و جواب ہوئے نجد کے سرکردہ علماء بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ مجلس سے جو فتوے مولوی موصوف اور اُن کی تفسیر کے بارہ میں صادر ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) "ثناء اللہ کی تفسیر میں بیان کئے ہوئے مسائل طریقہ اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے ہیں۔" الیٰ آخرہ۔

(۲) یہ ایک بدعتی اور گمراہ کا کلام ہے مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے۔ نہ تو مولوی ثناء اللہ سے علم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ اُس کا اقتدار جائز ہے اور نہ اُس کی شہادت قبول کی جائے اور نہ اُس سے کوئی بات کی جائے اور نہ اس کی امامت صحیح ہے۔ اس کے کافر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں پس اس سے بچنا اور کنارہ کشی کرنا واجب ہے اور جو شخص ثناء اللہ کی حمایت میں کسی سے جھگڑے اُس سے بھی کنارہ کشی اختیار کرنا واجب ہے۔"

(۳) ثناء اللہ ایک بُرا آدمی ہے اور اپنی خواہشات کا غلام ہے، وہ اپنے نفس کا نبیدی اور بدعتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں کوئی ایسی جرأت نہیں کرسکتا مگر

وہی جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا ہو اور شیطان اُس کی بدعت اور خواہشات نفس کا رفیق بن چکا ہو۔ مولوی ثناء اللہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب ہی سے یہود اور نصارا اور مشرکوں میں اس کا شمار ہو۔ الی آخرہ

(۴) ثناء اللہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہنمی ہے۔" اس کی تمام کوشش اس تصنیف میں ضائع ہو گئی۔ (الی آخرہ)۔

(۵) ثناء اللہ کی تفسیر کلام الٰہی صحیح احادیث نبویہ اہل حدیث اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے اور اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے بلکہ تردید کی غرض سے دیکھنے کے سوا اُس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ اسی طرح ثناء اللہ اس قابل ہے کہ اس کا مقاطعہ کیا جائے۔

(نقطاً از فیصلہ مکّہ صفحہ ۱۵ سے ۲۰ تک)

نوٹ:۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمالیں کہ علماء نجد اور دیگر ہندوستان کے اس قدر جلیل القدر مولویوں کے فتووں کے باوجود کسی فرد نے آج تک مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر کا مقاطعہ کیا ہے۔ کیا تفسیر جلادی گئی ہے اور کیا لوگوں نے اس فتوے پر عمل کرتے ہوئے ہر قسم کے تعلقات کا مولوی صاحب سے مقاطعہ کیا ہے ہرگز نہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب آج بھی اہل حدیث کے سرکردہ افراد میں سے ہیں اور آج بھی اُن کی تفسیر عزّت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

قرونِ اولیٰ کے علمائے ربانی اور اولیائے کرام پر کفر و ارتداد کے فتوے

(۱) حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت صدیق اکبر کو نعوذ باللہ خارج از اسلام کہنے والے اب تک ہندوستان، ایران اور دیگر ممالک میں موجود ہیں (ملاحظہ ہو تحذیر المومنین صفحہ ۵)

(۲) حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو نعوذ باللہ مرتد کہنے والے آج بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی کافر کہنے والے خارجی نعوذ باللہ مسقط اور بصرہ میں آج تک موجود ہیں۔ (ملاحظہ ہو منہاج السنہ ص ۲)

(۴) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو کہا کہ یہ بت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی کو بعض معاصرین کافر کہا کرتے۔

(۶) حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کے انکار میں یزید پلید نے علماء سے آپ کے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔ اس وقت کے علماء سوء نے ظواہر کی طرح شقاوت قلبی طمع نفسی سے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ اس فتویٰ کی رو سے امام علیہ السلام معہ آل اولاد دشت کربلا میں بھوکے اور پیاسے شہید کئے گئے۔

(کتاب افضل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال ص ۲۲)

(۷) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بے ادبی ہوئی بعض نے جاہل بعض نے بدعتی بعض نے زندیق اور بعض نے کافر کہا۔ انکار کرنے پر عہدۂ قضا سے آپ پر سختی ہوئی۔ آخر قید خانہ میں زہر دیئے گئے اور ماہ رجب ۱۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ابو یوسف ابن خالد نے آپ سے وتر کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا۔ وتر واجب ہے تو یوسف ابن خالد نے کفرت یا ابو حنیفہ۔

(۸) ابو عبداللہ امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور کائنات فخر موجودات سرور دو عالم کے ہم سب قریشی مطلبی تھے آپ کو آخر میں ابلیس کہا گیا۔ رفض کی طرف نسبت کر کے قید کیا گیا۔ آپ کے مرنے کی دعائیں کی گئیں۔ یمن سے بغداد تک بے ادبی بے حرمتی اور بے عزتی سے قید کر کے لے جایا گیا۔ وفات آپ کی رجب ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

(۹) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ بہت متقی اور پرہیزگار امام تھے۔ آپ کو اٹھائیس مہینے قید رکھا گیا وزنی زنجیریں آپ کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ مجلسوں میں بلا کر ذلیل کر دیئے گئے۔ آپ کے مُنہ پر طمانچے مارے گئے اور تھوکا گیا۔ آپ کے ہمراہ ابونفیس زیادی، نصر بن شمیل مواریری ابونصر، نثار علی بن مقاتل شبیر بن الوحیدی وغیرہ کو پولیس کی حراست میں رکھا گیا۔ ہر شام کو جیل خانے سے نکال کر کوڑے مارے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ مسئلہ قوم و خلق قرآن کے باعث ہوا یہ واقع رجب ۱۱۸ھ کا ہے۔

(۱۰) ابوعبداللہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تبع تابعین مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کو سخت اذیتیں دی گئیں۔ آپ کی مشکیں اس بے دردی سے کسی گئی تھیں کہ آپ کا ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ آپ قید میں بھی رہے۔ آپ کو کوڑے بھی لگائے گئے۔

(۱۱) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ جو صاحب علم و فضل تھے کو دیس سے نکالا گیا۔ خدا تعالیٰ کی زمین آپ پر تنگ کر دی۔ اب تک آپ کو بُرا کہنے والے مولوی موجود ہیں۔ غرہ شوال ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

(از ترجمہ فارسی مشکوٰۃ شیخ عبدالحق۔ ہدیہ مجددیہ صٰ۴۳)

(۱۲) ابوعبدالرحمٰن امام النسائیؒ رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں فضیلت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین پر بے حرمتی ہوئی اور ایسا مارا کہ آپ کی وفات اسی وجہ سے ہوئی۔ سن وفات ۳۰۳ھ۔

(از ترجمہ مشکوٰۃ فارسی)

(۱۳) حضرت ابویزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ ثقات نے ان سے نقل کیا ہے کہ سات بار اُن کو اُن کے شہر سے نکال دیا گیا جبکہ سیر سندھ سے واپس ہو کر آئے۔

(۱۴) ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کو پابہ زنجیر بغداد میں لے جایا گیا

ایک جماعت مولویوں کی آپ کے کفر اور زندقہ پر گواہی دینے کے لئے ہمراہ گئی۔

(۱۵) ابوسعید فراز پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ چار سو کتابیں علم تصوف میں آپ نے تصنیف کی ہیں۔

(۱۶) حضرت جنید بغدادیؒ کو کافر کہا گیا جن کا لقب قوم میں سلطان المحققین اور خطاب اصول المشائخ وطاؤس العلماء ولسان القوم ولسان التصوف سے مشہور و معروف ہیں۔

(کتاب افضل الاعمال فی جواب نتائج الاعمال صـ۲۵)

(۱۷) سہل بن عبداللہ تعزی۔ اپنے شہر سے بصرہ کو نکالے گئے۔

(۱۸) ابوعثمان معزبیؒ کو زدوکوب تشہیر کے ساتھ کیا گیا۔ مکہ معظمہ سے نکالے گئے۔

(۱۹) حضرت ابوبکر شبلیؒ کو کافر کہا گیا۔

(۲۰) حضرت ابوبکر نابلسیؒ کی مولویوں کے حکم سے کھال کھنچوائی گئی۔

(۲۱) ابن حنانؒ زندیق قرار دیئے گئے۔

(۲۲) عزالدین بن عبدالسلامؒ و امام منذری کو کافر کہا گیا۔

(۲۳) شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی والحسینی جیلانیؒ کو فقہائے کافر کہا ابن جوزہ مسائل میں آپ سے سخت مخالفت اور انکار کرتے رہے۔

(۲۴) شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں ان کو اکفر کہا گیا بلکہ حضرت پر مولویوں نے یہ فتوے دیا کہ کفرہ اشد من کفر الیہود والنصاریٰ مزید برآں ان کے تمام گروہ پر تکفیر کا فتویٰ جاری کیا گیا۔ حتیٰ کہ ان کے کفر پر بھی شک کرنے والوں پر بھی کفر کا فتوے دیا گیا۔

(۲۵) مولوی جلال الدین رومیؒ، مولوی عبدالرحمٰن جامیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ کو کافر کہا گیا اور جو شخص ان کو کافر نہ کہے اس کے متعلق بھی کفر کا فتویٰ دیا گیا۔

(۲۶) حسین بن منصور حلاجؒ کو اسلام سے خارج سمجھ کر اُسے سولی پر چڑھایا گیا۔

(۲۷) شیخ ابوالحسن اشعری شافعیؒ کو ملحد اور کافر کہا گیا حالانکہ وہ سُنیوں کے امام ہیں۔

(۲۸) امام غزالیؒ جیسے محقق کو کافر قرار دیا گیا اور اُن کی کتابوں کو جلانا اور اُن پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔

نوٹ:- کتابوں کو جلوانا اور جلانے کے متعلق مطالبہ کرنا، یہ پرانی رسم ہے۔ آج کل "تذکرہ" کے متعلق بھی یہی مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

(۲۹) حکیم ترمذیؒ کو جلاوطن کیا گیا۔ قصور یہ تھا کہ انہوں نے اپنی کتاب موسومہ ختم الاولیاء علل الشریعتہ میں اس بات پر زور دیا کہ بعض اولیاء انبیاء شہدا سے افضل ہیں۔

(۳۰) امام ابن تیمیہؒ کے متعلق شاہ مصر نے حاجی برہان الدین سے اُن کے قتل کا فتویٰ طلب کیا۔ ان کو قتل کیا گیا اور ان کی نعش جلوائی گئی۔

(۳۱) امام حافظ بن قیمؒ کو قید کیا گیا۔ شہر بدر کیا گیا اور بے حد اذیتیں دی گئیں۔

(۳۲) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد فاروقیؒ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ سخت بے ادبی کی گئی مقصود یہ تھا کہ سجدہ تعظیمی کے آپ قائل نہ تھے۔

(۳۳) شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ پر بدعتی اور گمراہی کا الزام لگایا گیا۔

(۳۴) مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ مذہبی ضد کی وجہ سے شہید کیا گیا۔

(۳۵) سید احمد بریلویؒ کو کافر ملحد کہا گیا۔

(۳۶) مولوی اسمٰعیل شہید فی سبیل اللہ پر کفر کے فتوے مکہ مکرمہ کے مفتیوں سے لگوائے گئے۔

(۳۷) مولوی عبداللہ غزنوی کو اعلائے کلمتہ الحق کی پاداش میں جلاوطن کیا گیا اور دُرّے لگائے گئے۔

(۴۸) ابوالعباس بن عطا کو زندیق اور کافر کہا گیا۔
(۴۹) آج علامہ مشرقی پر انہی مولویوں کی طرف سے کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

وہ ضروریاتِ دین جن کا انکار کرنے والے کو علماء نے کافر و مرتد کہا ہے

(۱) اگر کوئی کہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے۔
(۲) اگر کہے کہ معدوم شے اللہ کو معلوم نہیں تو کافر۔
(۳) اگر کہے کہ میں جنوں سے معلوم کر کے خبر دیتا ہوں تو کافر۔
(۴) اگر کہے مجھے معلوم نہیں کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں تو کافر۔
(۵) اگر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر۔
(۶) اگر کسی کو کہا جائے کہ نبی صلعم کدو پسند کرتے تھے اور کہے کہ میں اِس کو پسند نہیں کرتا تو کافر۔
(۷) اگر کسی کافر نے مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کر اس نے کہا کہ فلاں مولوی کے پاس جا تو کافر ہو گیا (فقہِ اکبر)

(فقہِ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۴)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا سب حوالہ جات کے لیے دیکھو کتب معتبرہ خیرہ الخیرہ، فتح القلاق، بحر الرائق، ہدیۂ مجددیہ وغیرہ۔ اِن کے علاوہ صدہا بزرگانِ دین کی فہرست پیش کی جا سکتی ہے جو علمائے سوء کی کفر بازتوپ سے توپ دم کئے گئے۔ جب ایسے جلیل القدر، اولوالعزم، صاحبانِ ورع و تقوےٰ امام، صوفی، حافظ، مجدد، محدث نہیں بچ سکے تو آج کون ہے جو اِن سے دامن بچا کر نکل جائے۔

(۸) اگر کسی مسلمان سے کہا گیا کہ کیا تو مومن ہے اُس نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں تو کافر۔ اِسی طرح ایسے شخص کے متعلق جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے گواہی دیتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اُس سے پوچھا گیا کہ اِس کا قتل جائز ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو کافر ہو گیا۔ (فقہ اکبر صفحہ ۱۶۴)

(۹) جس نے کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے بغض رکھا وہ کافر ہے۔

(۱۰) اِستخفاف علماء بالاتفاق علماء کفر ہے۔

(صفحہ ۱۵۶۰ فِقہ اکبر)

(۱۱) جس مسلمان نے بطور (ڈرامہ) اپنے آپ کو معلّم اور اُستاد بنا لیا اور پھر ہاتھ میں سونٹا لے کر بچوں کو مارا کافر ہو گیا۔

(۱۲) اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کہا کہ چلو فلاں مجلسِ وعظ میں چلیں۔ اُس نے کہا جو باتیں وہاں مولوی صاحب بتاتے ہیں۔ اُن پر عمل کون کر سکتا ہے یا کہا مجھے ایسی مجلس سے کیا تعلق تو کافر ہو گیا۔

(۱۳) اگر کسی نے کسی کو کہا تو مجلسِ وعظ میں نہ جا اگر جائے گا تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو جائے گی یا اُسے طلاق ہو جائے گی۔ اگر ہنسی کے طور پر ایسا کہا تو کافر ہو گیا۔

(۱۴) اگر کسی عورت نے کسی عالم خاوند پر لعنت کی تو کافر ہو گئی۔

(۱۵) جس نے کسی عالم کو عویلم (یعنی چھوٹے مولوی صاحب یا مولوی ننھو گھوی) کہہ دیا تو کافر ہو گیا۔ (صفحہ ۱۵۷ فِقہ اکبر)

جو شراب پیتے وقت بسم اللہ کہے کافر ہو گیا۔ (صفحہ ۱۵۳ فقہ اکبر)

(۱۶) اگر کسی نے کسی دوسرے سے کہا۔ خدا کے واسطے یہ کام کر اُس نے کہا نہیں کرتا تو کافر ہو گیا۔ (صفحہ ۱۴۷)

(۱۷) علم اور علما سے ہنسی کرنا کفر ہے۔

(۱۸) اگر معذوروں پر رحم کرنے سے انکار کیا تو کافر ہے۔
(۱۹) اگر کوئی بیماری اور سفر میں تیمم کا حق نہ سمجھے تو قتل کیا جائے گا۔
(۲۰) اگر کوئی بوجہ شہوت و محبت کہے کہ مجھے اپنی بیوی خدا سے زیادہ پیاری ہے تو کافر نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ایسا اطاعت و فرمانبرداری کے لحاظ سے کہے تو کافر ہوگا۔

(الاشباہ والنظائر معہ شرحہ الحموۃ کتاب البسر والردۃ)
(صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۹)

(۲۱) اگر کوئی کافر کی تبجیل کرے مثلاً ذمی تبجیلاً سلام کرے تو کافر ہوگا۔
(۲۲) اگر کوئی اپنے غیر مسلم استاد کو یعنی مجوسی یا ہندو و عیسائی ماسٹر کو عزت کے طور پر استاذی یعنی اے میرے استاد کہہ دے تو کافر ہو جائیگا جیسا کہ صلوٰۃ ظہیریہ میں ہے۔
(۲۳) اگر کوئی عورت کفر کا کلمہ اِس غرض سے بولے کہ اپنے خاوند پر حرام ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے گی۔
(۲۴) اور یہ کہنے سے کہ میں کافر ہو جاؤں گی تاکہ اپنے خاوند سے خلاصی پاؤں کافر ہو جائے گی۔
(۲۵) جس نے دن کی ایک گھڑی یا پورے دن کے کفر کا قصد کیا تو وہ تمام عمر کافر شمار کیا جائے۔
(۲۶) اگر کسی ذمی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے اور اس سے اس کی غرض گرمی سردی دُور کرنا نہ ہو تو کافر۔
(۲۷) اگر کوئی ٹیچر یا ماسٹر کہے کہ یہود (یعنی غیر مسلم ہندو وغیرہ) مسلمانوں سے بہت اچھے ہیں کیونکہ وہ اپنے اُستادوں کا حق ادا کرتے ہیں تو کافر۔
(۲۸) اگر کہے کہ عیسائیت یہودیت سے اچھی ہے تو کافر۔
(۲۹) اگر کہے عیسائیت مجوسیت سے اچھی ہے تو کافر۔

(۳۰) اگر کوئی کہے مجھے اپنی زندگی کی قسم تو اس پر کفر کا خوف کیا جاتا ہے۔

(۳۱) اگر کوئی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بُرا کہے تو وہ مرتد ہوگا اور فقہ کی کتاب خلاصہ وغیرہ میں تشریح کی گئی ہے کہ جو رافضی اور شیعہ اِن دونوں کے حق میں طعن کرے اور بُرا کہے تو وہ کافر ہے اور کتاب جوہرہ میں لکھا ہے کہ ایسا شیعہ کافر اور واجب القتل ہے اور صدر شہید نے کہا ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ ہم اُسے قتل کریں گے اور فقیر فاضل ابولیث سمرقندی اور ابونصر ابوسی کا بھی مذہب یہی ہے۔

(البحر الرائق صفحہ ۱۳۰، ۱۳۹ جلد ۵)

(۳۲) یہ کہنے سے کہ اگر اللہ مجھے جنّت دے تو مجھے اس کی خواہش نہیں تو کافر۔

(۳۳) یا کہے کہ میں اُمتیوں کے ساتھ داخل نہیں ہوگا تو کافر۔

(۳۴) اگر ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے تو کافر۔

(۳۵) اگر کہے کہ میرا تجھے دیکھنا ایسا ہے جیسے ملک الموت کو تو کافر ہوگا بعض کے نزدیک۔

(۳۶) اگر عمداً نماز کو بغیر نیت قضا کے چھوڑ دے گا تو کافر (البحر الرائق)

(۳۷) اگر حرام کھانے یا حرام فعل کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تو کافر۔

وجوہات کفر کے متعلق اس رسالہ میں گنجائش نہیں۔ ورنہ قارئین کی خاطر ہزارہا ایسے وجوہات کفر نقل کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے ہر ایک کافر ہے۔

بتاؤ مومن و مسلمان کون ہے

حضرات جب اُمّت محمدیہ صلعم کے تمام بڑے بڑے گروہ اہل سنت والجماعت اہل شیعہ کو کافر، اہلِ شیعہ اہلِ سُنّت کو کافر، اہلِ سُنّت غیر مقلّدین وہابیوں دیوبندیوں کو کافر اور غیر مقلدین وہابی اور وہابی دیوبندی، اہلِ سُنّت، اہلِ شیعہ، صوفیائے کرام کو کھلے طور پر کافر کہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کا کافر نہ سمجھنے

والے کو بھی کافر کہتے ہیں بلکہ علانیہ طور پر ایک دوسرے کے برخلاف کفر و ارتداد کے تین تین سو مہروں والے فتوے شائع کرتے ہیں اور نہایت بیباکی سے ایک دوسرے کو کافر، مرتد، ضال مضل، زندیق، ملحد، فاسق، ذمی، گم کردہ راہ، اٰخرمن شیطان، خناس، دجال، کاذب، کذاب، دھوکے باز کے بدترین الفاظ سے بدنام و رسوا کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کوشش میں کئی کئی سو علماء کو جن کے ناموں کے ساتھ کئی کئی سو الفاظ سے

طول طویل القابات لگے ہوتے ہیں شریک کرکے ان کے دستخطوں اور مہروں سے اشتہاری فتاووں کے ذریعہ اُن کی ذلت کا ڈھنڈورہ ہر شہر و بازار میں پٹواتے ہیں تو بتاؤ کہ اِن سب میں سے مومن اور مسلمان کون ہے؟

پس جو فریق ان میں سے مومن اور مسلمان ہو اور اس کے مومن اور مسلمان ہونے میں سب کے سب فریق بھی رضامند ہوں تو اس کو بلا شبہ ہر وقت حق حاصل ہے کہ اُمتِ محمدیہ صلعم میں سے جس کو چاہے جب بھی چاہے کافر، دجال، مفتری، ملعون، مرتد اور دھوکا باز کے خطابات عطا فرمادے اور علامہ مشرقی کو ہزار بار جو چاہے اعزاز دے مگر ایسا کرنے سے پیشتر کاش وہ اپنا منہ گریبان میں ڈال کر سوچے اور اپنے متعلق دیگر جماعتوں کے الوالعزم علمائے کرام کے دس نمبری، عربی، عجمی، مکی، مدنی، نجدی ہندوستانی فتوے صرف ایک نظر ملاحظہ کرے۔ مجھ کو یقینِ واثق ہے کہ کبھی ایسا کرنے کی جرأت نہ کرے مگر شرم چیز کیست کہ پیش مردان بیاید والا معاملہ ہے۔

اور بصورت دیگر اگر سب کے سب کافر ہیں جیسا کہ ہر فریق کے ایک دوسرے کے متعلق شائع کردہ فتووں سے ظاہر ہے کہ سب کے سب کافر ہیں تو خدا را انصاف کرو جو خود کافر ہے وہ دوسرے کے متعلق کفر و الحاد کے فتوے شائع کرنے کا کیونکر مجاز ہے، اگر ہے تو کس اجماعِ اُمت کے رُو سے وہ قاضیٔ اسلام اور کس کے اتفاق سے وہ اُمتِ محمدیہ صلعم کی طرف سے سب کا امیر شریعت،

مفتی و تنقید ہے ؟ اگر سکھا شاہی طریقہ پر از خود ہی اس لائق ہے تو لوگ کیوں
اس کے فتوے کے متعلق ایک دوسرے سے قطع تعلق نہیں کرتے کیوں ایک دوسرے سے
مجالست و موانست رکھتے ہیں ؟ کیوں ایک دوسرے کی غمی و شادی میں
شریک ہوتے ہیں ؟ کیوں مولوی اِن کے نکاح پڑھاتے ہیں ۔ کیوں ایک
دوسرے کی کفر و ارتداد اور بے دینی پھیلانے والی کتب جلا نہیں دیتے ۔
جیسا کہ ہمیشہ علمائے ربانی کے حقیقی فتوؤں کے مطابق عمل ہوتا رہا اور ہمیشہ
ہوتا رہے گا مگر اس کے برخلاف اُن کے فتووں کا تو یہ حال ہے کہ جن کے
متعلق فتوے دیتے اُن کے جُوں تک نہیں رینگتی ۔ جب لوگ ہندوؤں ،
سکھوں ، دہریوں ، نیچریوں ، آریوں ، مادہ پرستوں ، چماروں سے دنیوی
معاملات میں قطع تعلق نہیں کر سکتے تو اپنی جماعت کے افراد سے صرف ان
کے کہنے پر کیوں کر قطع تعلق کر سکتے ہیں اور حقیقت میں لوگ بھی حق بجانب ہیں
کس کس مولوی کے کہنے پر کس کس کے فتوائے کفر پر ہر روز عمل کریں ۔ روزانہ
اخباروں اخباروں کی ہر روز نئے فتوے ۔ کس کو مانیں کس سے انکار کریں ۔
اب رہا یہ سوال کہ دراصل سب کے سب حقیقی اور سچے مومن و مسلمان ہیں تو
پھر یہ کفر بازی کی لڑائی اور یہ ارتداد کی مذاق کب تک جاری رہے گی ۔ کیا ایسی
مذاق اُمت کے اتحاد و اتفاق کے قصر رفیع الشان کے لیے ایک اثر در
دہنی توپ نہیں جس کے ہر گولے سے امارت جمعیت محمدیہ صلعم کے ٹکڑے
اڑائے جا رہے ہیں اور وہ بھی اس بے دردی سے کہ رحم تک نہیں ۔

مولویوں سے درخواست

اب آخر میں علمائے کرام سے میری مودبانہ درخواست ہے کہ مسلمانوں کا
کثیر حصّہ اُن کے فتووں کی وجہ سے اُن کی سخت کلامی اور سخت گیری کے باعث مسجدوں
سے گریزاں ، دین خدا سے روگردان ہو رہا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری آپ

پر ہی عائد ہوتی ہے۔ آپ علمائے اُمتی کا انبیائے بنی اسرائیل کے مصداق نہیں۔ کیا بنی اسرائیل کے نبی قوم پر کفر کے فتوے لگا لگا کر اور قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک کو دوسرے کا جانی دشمن بنانے والے تھے یا قوم کے شفیق بھی خواہ جنہوں نے بنی اسرائیل کی قوم کو چالیس سالہ غلامی کی زندگی سے نجات دلوادی۔ آپ قوم کی کشتی کے ناخدا ہو کر کشتی منجدھار میں ڈبونا چاہتے ہیں یا پار لگانا۔ اگر پار لگانے کا ارادہ ہے اور نیت نیک ہے تو بسم اللہ سب کے سب کفر باز توپوں کے منہ بند کرنے کا ایک دم حکم دے دیں اور سب سے پہلے خود اکٹھے ہو کر اپنا اندرونی نفاق دور کر کے ہر مسلمان کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیجئے۔ یقیناً اگر آپ اتفاق کر جائیں اور لوگوں کو آپ میں باہمی اتفاق نظر آئے تو ضرور ہر مسلمان اتفاق طرف بہت تیزی سے دوڑ آئے گا۔ آپ بھی بڑے بڑے مقناطیس ہیں جنہوں نے ہر طرف سویاں کھینچ رکھی ہیں۔ آپ کا اتفاق سب قوم کا اتفاق ہے کیونکہ آج تک آپ حضرات کا اتفاق، اتحاد زبانی اتفاق و اتحاد ہے عمل نہیں جن کو ہر مسلمان سمجھتا ہے گزشتہ را صلوٰۃ آئندہ را احتیاط کر کے بریلوی دیوبندی بریلویوں سے اہلِ حدیث سنّت جماعت سے، سنّت جماعت اہلِ حدیث سے خدا کے لیے، ناموس اسلام کے لیے۔ قرآن کے لیے، عزتِ فرقان کے لئے مل جاؤ اور ایک مسجد میں صرف دو چار جمعے اکٹھے مل کر نماز پڑھو پھر دیکھو نہ کوئی فرقہ ہوگا اور نہ کوئی اختلافِ عقیدہ

نہ کوئی کفر باز، نہ کافر گر اور اگر پھر بھی کوئی شامت کا مارا سر پھرا علیحدہ رہا تو پھر انہیں توپوں سے توپ دم کر دنیا تمہارا اختیار ہے۔

خدا کے بندو! فرقے ہماری طرف سے نہیں تمہارے ہی علم کا نتیجہ ہیں۔ عقیدے ہمارے بنائے ہوئے نہیں تمہاری ہی علمی کاوشیں ہیں۔ گروہ ہمارے نہیں تمہاری علیحدگی کی وجہ سے ہی ہیں۔ تم ایک ہم ایک تم ایک دوسرے سے الگ ہو اس لیے ہم اس طریقہ سے بیزار۔

اللہ والو! جب خدا ایک، کتاب خدا ایک، رسول ایک، حدیثِ رسول ایک، قبلہ ایک، کعبہ ایک، زمین ایک، آسمان ایک، کلمہ ایک، اذان ایک تو پھر بتاؤ کیوں ایک نہیں، کیوں نماز ایک نہیں۔ اعتقادات ایک نہیں۔ کچھ نہ کچھ بات ضرور ہے پس وہی بات سو باتوں کی ایک بات ہے اسے دُور کر کے دکھاؤ پھر جو کہو گے ہو جائے گا، جو کہو گے مانا جائے گا۔

وَالسَّلَام عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

مولویوں نے علامہ المشرقیؒ
صاحب پر کفر کا فتویٰ
لگایا ہے۔ وہ خود اس کے
مرتکب ہیں۔ کیونکہ
ایک مسلمان پر کفر کا
فتوائے لگانا صریحاً
اسلام کی توہین ہے۔
اور مسلمانوں کو گمراہ
کرنا ہے۔ اس لیے تمام
مسلمانوں کو چاہیے کہ
یہ کافر بنانے والے ملاؤں
کو بالکل چھوڑ دیں۔
مولوی شاکراللہ

مولوی کا گروہ قرونِ
اولیٰ میں نہ تھا اس
لیے ہم اس کی جگہ
اماموں کا منظم گروہ
پیدا کرنے کے درپے ہیں
جو قوم پر شرعی حکومت
قائم کرے۔ (مولوی
کیلئے "مولانا" کے لقب کو اسلامی
لغت سے نکال دیا جائے
کیونکہ اس کے معنی
"ہمارا خدا" کے ہیں
اس کی جگہ شیخ الفاضل
یا القاب استعمال کیے جائیں اور
ایک خاکہ: علامہ المشرقی

یا معشر المسلین الحاضرین! لمبی اور بے مغز تقریروں کا زمانہ گزر چکا۔ جوش بھرے الفاظ اور فوری جوش دلانے والے مقالے اور ادبی خطبات ایک شجرِ بے ثمر کی طرح ہم مسلمانوں کو کسی نتیجہ پر نہ پہنچا سکے جو حالتِ زبوں چند سال پیشتر تھی وہ پہلے سے بدرجہا بدتر ہو گئی ہے وجہ یہ ہے کہ مرض کا علاج صحیح طور پر نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ تجربہ شدہ علاج موجود ہے۔ ہم سب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ صرف کاغذی یا لسانی قیل وقال سے منزلِ مقصود تک رسائی ہو جائے گی۔ اس خواب میں زمانہ گزر گیا اور حاصل کچھ نہیں ہوا۔ اے مسلمانو! میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ جب تک قرآن میں خدائے لایزال کے بتلائے ہوئے اصول پر کاربند نہ ہوں گے فوز و فلاح سے ہم آغوشی محال ہے۔ کافی تجربہ کر چکے اگر اب بھی یقین نہیں تو چند سال اور مزید تجربہ کر لو۔ نتیجہ یہی ہو گا جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ یعنی یہی پستی، یہی ذلّت اور یہی غربت ہو گی جو اس وقت

ہے۔ پس میں آپ سے کہوں گا کہ باقی تمام منصوبے ترک کر دو صرف خدا کے بنائے ہوئے احکام کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید میں حکم دیتا ہے کہ وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (ترجمہ: اے مسلمانو! تم کفار کے مقابلہ میں جہاں تک تم سے ہو سکے باہمی قوت پیدا کرنے اور گھوڑوں کی چھاؤنیاں تیار کرنے کی تیاریاں کرو کہ ان سے اللہ کے دشمنوں اور نیز اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔ اے میرے عزیز بھائیو! یہ خطاب صرف اُن لوگوں سے ہے جو خدا اور اُس کے رسول محمد مصطفےٰ صلعم اور قرآنِ پاک کے ماننے والے ہیں۔ اُن لوگوں سے ہے جو وحدانیت کی علمبرداری کے دعویدار ہیں۔ ان لوگوں سے ہے جو رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً کے پوشیدہ رازوں کو سمجھے ہوئے ہیں اور اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کو شدائد و مصائب کی صبر آزما دشتِ پیمائی کی آخری منزل سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو کہ عمل سے بے نیاز اصلاحِ نفس ہے متعاقل، ناموافق ماحول سے خائف رہنا اپنے اوپر ادبار و انحطاط کے دروازے کھولنا ہیں، ذلت و مسکنت کو دعوت دینا ہے۔ خسرانِ مبین کی تنگ و تاریک گہرائیوں میں گرنا ہے، غیر المسلمین کو اپنے سلطنت، حکومت، طاقت، عزت الغرض سب کچھ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ کے مستمرہ قانون کے مطابق حوالہ کر دیتا ہے یا مونتم المسافرین الغافلین۔ خدائے لایزال اس وقت ہماری امداد کے لیے رہے گا۔ جب ہم اپنی امداد خود کرنے لگیں۔ اگر ہم عیش و عشرت اور آرام طلبی کو اپنا شعار بنائے اور دُنیا اور آخرت میں کامیاب بننے کے راز کو نہ سمجھیں تو قصور ہمارا اپنا ہو گا اگر خدا بھی ہم سے منہ پھیر دے۔ اگر حالاتِ حاضرہ میں ہم اپنی حالت کو مُکمّاً علیٰ وجہہ کے مطابق پاتے ہیں اور ترقی یافتہ دنیا میں ذلیل ترین لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں تو گریبان میں منہ ڈال کر خود دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ سب کچھ

لیس للانسان الا ما سعیٰ کے حکم کی نافرمانی کا خمیازہ نہیں یہ ناخوشگوار نتائج ہمارے اعمالِ بد کا ثمرِ تلخ ہے۔ اپنی سیاہ کاری، بدعملی اور طاغوتی زندگی ہے جو قعرِ مذلت میں پڑجانے کا باعث ہوئیں قرونِ اُولٰے کے مسلمان کیا، خود آنحضرت صلعم صحیح اسلامی عمل کے مجسمہ تھے تاریخ شاہد ہے کہ قلیل سے قلیل زمانہ میں پاک اور مقدس نفوس کا دنیا میں ایک دھوم مچادی گئی۔ نسخ مبین حرفِ نسائی ذکر وافکار سے نہ تھی۔ گوشوں میں بیٹھ بیٹھ کر فتح ونصرت کی باطل خواہش نہ تھی۔ آرام طلبی اور عیش پرستی متزلزل بنیادوں پر کھڑے ہو کر اعلائے کلمت الحق عبث تمنا نہ تھی بلکہ ان کے پاس عمل اور فیصلہ تھا۔ غیر متزلزل ارادے اور عزائم تھے، حقیقت و بصارت تھی اور یہی اُن کی حیران کُن کامیابی اور اَعلون ہونے کا راز تھا۔

مُسلمانو! خاکسار تحریک بھی جناب علامہ محمد عنایت اللہ خان المشرقیؒ کی قیادت میں آج کل کے درماندہ اور اپنے آپ سے مایوس شدہ مُسلمانوں میں قرونِ اولٰے والے مسلمانوں کا عمل اور جذبہ پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ تحریک ایک مذہبی تحریک ہے۔ جناب علامہ صاحبؒ قرآن حکیم ہی کو اپنی تمام بیماریوں کا واحد علاج مانتے ہیں۔ ایسی قابلِ احترام ہستی کو محض ذاتیات کی بنا پر کدُورت نفس کی وجہ سے رسوائے عالم کرنا اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانا ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں وہ کہتا ہے کہ خدا لاشریک ہے۔ رسولِ کریم صلعم آخری نبی ہیں تمام انبیاء علیہم السلام خدا کے سچے نبی تھے۔ روزِ قیامت برحق ہے، فرشتوں پر ایمان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِن تمام حقائق کے باوجود اس پر طرح طرح کے الزامات لگانا نہایت نازیبا اور خلافِ شرع کام ہے۔ پانچ سال کے قلیل عرصہ میں اسلامی رنگ میں ایک عالمگیر تحریک جس میں دو لاکھ سے زائد خاکسار جن میں تین سو سے جانباز اور پاکباز ہیں کا پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ علامہ صاحب نے ملتِ اسلامیہ پہ بہت بڑا احسان کیا ہے لیکن یہ اسلامی خدمت صرف اس پر عائد

نہیں ہوتی۔ ہم بھی نزدِ خدائے پاک جواب دہ ہیں۔ ہم کو بھی کچھ عملی رنگ بن کر کے دکھانا ہے اور قیامت آنے والی ہے۔ ہم سب خُدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ اس میدانِ حشر میں ہم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اسلام اور مخلوق خدا کے لیے کیا کیا تھا اعمال نامے ہاتھ میں ہوں گے۔ یاد رکھو اللہ فرماتا ہے کہ مَن کَانَ فِی ھٰذِہٖ اَعمٰی فَھُوَ فِی الآخِرَۃِ اَعمٰی۔ یعنی جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔ پس اے مُسلمانو! خُدارا اٹھو اور اپنی زندگی میں کُچھ عملی کام کرو۔ آخر میں مَیں آپ کو فتویٰ سناتا ہوں جو غیر خاکسار علمائے حق کی طرف سے جناب علامہ صاحبؒ کے حق صادر ہوا ہے۔ اس فتویٰ میں علمائے حق نے جناب علامہ صاحبؒ کو نہ صرف مُسلمان بلکہ باعمل مسلمان قرار دیا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ صاحبانِ اسلام کے جھنڈے کو بلند کر کے خدا کے ہاں سُرخ رُو رہنے کی کوشش کریں گے اور خاکسار تحریک میں جوق در جوق شامل ہو جائیں گے۔

مولوی شاکر اللہ

صدر جمعیۃ العلماء — صوبہ سرحد

علمائے سرحد کا فتویٰ

علّامہ مشرقی سچّے مسلمان ہیں خاکسار تحریک اسلامی تحریک ہے

علاقہ دوآبہ تحصیل چارسدہ میں علمائے حق کا ایک اجتماع ۲۸ اکتوبر ۳۷ء کو ہوا اور اُس اجتماع میں مندرجہ ذیل فتویٰ مُتفقّہ طور پر تحریر کیا گیا۔

"علامہ صاحب کے عقائد ایک سچے مسلمان کے عقائد ہیں لہٰذا وہ (علامہ صاحب) نہ صرف مسلمان بلکہ باعمل مسلمان ہیں اور خاکسار تحریک مسلمانوں کے لیے قرونِ اولیٰ کا صحیح درس اور نقشہ پیش کرتی ہے۔ جن مولویوں نے علامہ

مشرقی صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ خود اُس کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانا صریحاً اسلام کی توہین ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے۔ اس لیے عام مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کافر بنانے والے مُلاؤں کو بالکل چھوڑ دیں۔"

مولوی عبدالحق متھروی، مولوی فضل ربانی پشاور، مولوی محمد رفیق داؤدزی، قاضی عزیز اللہ ماروزی، مولوی سعد اللہ سرپنج، مولوی عبدالقیوم علاقہ داؤدزی، مولوی عبدالواحد ساکن میرزی، مولوی عبدالحنان ٹبگرام، مولوی عبدالجلیل سکڑ، مولوی صاحب نگرا رملا، مولوی عبدالحنان صاحب ساکن سکنہ، مولوی محمد اشرف ساکن سٹہ قاضی صاحب انبار ڈھیر مولوی صاحب سیداں ملا صاحب موضع سکر، مولوی شیخ صاحب ننکرپور؟ داؤدزی، عبدالحنان صاحب خوبی، مولوی صاحب محمد یوسف ساکن سکڑ مولوی نظیر حسین صاحب اٹکئی، خان ملا صاحب مردان، مولوی محمد نظیر ساکن خفی مولوی عبداللہ خاں ساکن کانگڑہ، مولوی علی جان پائی بند، مولوی فضل الٰہی صاحب میرزی، فضل الرحیم صاحب ٹبگرام، مولوی خادم احمد قریشی مولوی فاضل، مولوی عبداللہ جان صاحب خطیب جامع مسجد پشاور صدر، مولوی غلام ہمدانی خطیب جامع مسجد کرم شاہ قصہ خوانی پشاور۔

علامہ مشرقی کے عقائد

علامہ المشرقی کے عقائد کے متعلق بہت ہی گمراہ کن پروپاگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ اس لیے ہم ذیل میں علامہ مشرقیؒ کے خود شائع کردہ عقائد کو درج کرتے ہیں تاکہ ان کے عقائد کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہ رہے۔

"میرا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک اور لاشریک ہے۔ محمد عربی صلعم آخری

نبی ہیں۔ اسلام کی بنیاد پنج ارکان کلمۂ شہادت۔ صوم و صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ، روزہ پر ہے۔ روزِ آخرت پر میرا ایمان ہے۔ باقی جس عقیدہ پر مولوی متفق ہو جائیں وہ میرا عقیدہ ہے"۔

"میں مہدی نہیں ہوں، نہ بننا چاہتا ہوں، مہدی علیہ السلام جس وقت آنا چاہیں تشریف لے آئیں۔ ہمارے دیدہ و دل فرشِ راہ ہیں۔ میرے نزدیک ختم نبوت پر سچّے اور ممکن یقین کے بغیر مسلمان کوئی نہیں رہ سکتا۔ میں بارہا اعلان کر چکا ہوں کہ قرآنِ حکیم کے اور کسی کتاب، کسی قانون، کسی رسول کسی نبی کی دُنیا میں ضرورت نہیں رہی۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے۔ بے غل و غش جھوٹا ہے"۔

ماخوذ از "زمیندار" مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء

کوہاٹ میں علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ

علّامہ مشرقی ایک صحیح مسلمان اور تحریک خاکسار ایک اسلامی تنظیم ہے

۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعتہ المبارک بمقام کوہاٹ کانگرسی اور احراری مولویوں کو شب قدر ملّا صاحب نے کسی غیر کی اسلامیت سوز حرکت کی بنا پر دعوت دی۔ ہر ایک مولوی کو آمد و رفت کے خرچ دینے کا وعدہ کر دیا تھا اور او بظاہر واعظ احکام بود نیک و در باطن سفیر دام بود کے مصداق علامہ مشرقی اور تحریکِ خاکسار پر کفر کا حکم کانگرسی اور احراری مولویوں کی طرف سے کیا جائے لیکن الحمدللہ کہ حق بین اور حق منش علمائِ اسلام کی کمی نہیں۔ جبکہ چند مخالف کانگرسی حضرات نے "تذکرہ" کو بحث میں لا کر کفر کا حکم طلب کیا تو اکثر علماءِ اسلام نے جواباً فرمایا کہ "تذکرہ" کو چھوڑ دیں بلکہ اس وقت علامہ مشرقی کے اسلامی اقوال اور اسلامی افعال، جیسے روزہ رکھنا، مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا، مومن

بلا برانفرار رکھنا اور اس پر اس کا ابھی تک قائم رہنا اُس کو ایک صحیح مُسلمان ظاہر کرتا ہے اور یہی شریعتِ اسلام کا حکم ہے کہ جو آدمی مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے وُہ کبھی کافر نہیں ہو سکتا لہذا علامہ مشرقی ایک صحیح مُسلمان ہے اور تحریکِ خاکسار خالص اِسلامی تنظیم ہے جس کی حفاظت ہر ایک مُسلمان پر لازم ہے۔ اب اِس حقانیت کے پیش نظر اگر کوئی خود غرض مخالفت کرے تو اُس کی ویسی مخالفت اسلام دشمنی کے مترادف ہے، جس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا ہر ایک مسلمان بھائی کا اسلامی شیوہ ہے۔ فقط

مولوی محمد عثمان ناظم جمعیۃ العلماء

ضلع کوہاٹ

اجی فراجی

جس میں حضرتِ علامہ المشرقی نے یہ ثابت کیا ہے کہ قوم اور اُس کے راہنما ایک مشترک عمل سے جنم لیتے ہیں۔

آرٹ پیپر — ۱۵ روپے۔ ضخامت ۱۲۶

O

آجکل کا مولوی اسلام
کو پیچیدہ بتاتا ھے کہ مذھب
مولوی کی ذاتی ملکیت بن
چکا ھے ۔ قرون اولیٰ
میں مولوی کا وجود
ھی نہ تھا اور مذھب
ھر شخص کے خدا سے
براہِ راست تعلق کا
نام تھا۔ ھر شخص
قرآن کو خود کھولتا تھا
اور خدا سے بلا واسطہ
خود احکام لیتا تھا۔

ماخوذ مقالات دوئم
صفحہ ۳۲۹

ہم اس امر کے درپے ہیں
کہ مولویوں کا مذہبی گروہ
اپنے قرنہا قرن کے جمود
اور خمول سے نکل کر صحیح
معنوں میں پھر مسلمانوں
کا امام ہو جائے۔ وہ
مساجد کی تنظیم کرے
اس کو اپنی امامت کے
فرائض واضح ہوں وہ مسلمانوں
کو ایک نظام میں پروئے
رکھے۔ اپنے علاقے کا واحد
اور بے چون وچرا امیر
ہو۔ خود کسی بالاتر نظام
میں پرویا ہوا ہو۔

علامہ المشرقی

اب مجھ ایمان سے

بتاؤ کہ وہ ملا اور مولوی

جس کو اپنے گھر کے بوریئے

بدن کے چیتھڑے اور مسجد

کے حجرے کے سوا اپنی دیوار

سے پرے یا پار کا حال

معلوم نہیں جس کو اپنے

ڈیڑھ انسانوں کے حلقے میں

عربی کا عالم کہلانے

کے لیے صرف و نحو کی

ایک سو صفحے کی کتاب پڑھتے

پڑھتے عمر گذر جاتی ہے۔

پھر بھی ان سطروں سے آگے

اس کا علم نہیں بڑھتا

کیا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ

معنوں میں قرآن حکیم سے

زمین کا بھید دریافت

کر سکتا ہے؟

ماخوذ از ملا کی مذہب سے بیخبری

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! پانچ بلکہ ایک حساب سے چھ برس کے متواتر اور زہرہ گداز عمل کے بعد خاکسار تحریک کی تاریخ میں پہلا موقعہ ہے کہ ایک کیمپ میں جو اس ضلع کے لیے مخصوص ہے اور جس کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے کوئی بیرونی مدد حاصل نہیں کی گئی۔ اس قدر کثیر اور ہیبت انگیز تعداد خاکسار سپاہیوں کی جمع ہے: راولپنڈی وہ مقام ہے جہاں کی خبریں جریدہ "الاصلاح" میں کم کم درج ہوتی ہیں راولپنڈی کا سالار ضلع محترم شیر زمان اور راولپنڈی کا سالار شہر محترم محمد اشرف دونوں وہ نام ہیں جن سے ہندوستان کی خاکسار پبلک نہایت کم آشنا ہے۔ جو مصائب، یہ دو بہادر اور ان کا ایک بہادر ساتھی محترم حاجی بہادر علی سالار مندوب جھیل رہے ہیں۔ لوگوں کو اکثر معلوم نہیں۔ مجھے بعض اوقات لوگوں نے خبر دی ہے کہ راولپنڈی

میں جدھر دیکھو حاجی بہادر علی اپنی سائیکل پر موجود ہے، شیر زمان اور محمد اشرف اپنے کام میں لگے ہیں، ملک محمد افضل اور کئی اور سرگرم کارکن مصروف ہیں۔ اس پیہم موجودیت اور مصروفیت کا

نتیجہ یہ ہے کہ آج ان خاموش بہادروں نے قوم کے ایک بڑے حصے کی نیتیں بدل دی ہیں، نصب العین اور مسلک بدل دیئے ہیں دل اور جگر، حوصلے اور ارادے ہاں دماغ اور نقطہ نظر بدل دیئے ہیں۔ آج کئی سال کے خاموش عمل کے بعد یہ نکتہ پھر حل ہو رہا ہے کہ خدا کے خالص اور مخلص بندے اکثر خاموش ہیں، اکثر باطل شکن اور انقلاب انگیز ہیں، اکثر نمائش اور نمود کو ناپسند کرتے ہیں، خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اگر خاکسار تحریک صرف چند برس کے عمل کے بعد قوت اور جلال کے اس مرتبے تک پہنچ رہی ہے جس کی گرد تک کوئی دوسری تحریک اس مدت میں نہیں پہنچی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ خاکسار سپاہی خدا کا خاموش اور بے اجر کارکن ہے۔

مخالفین کا خاکسار تحریک سے سلوک

مجھے یقین ہے کہ دین اسلام کا یہ اصلی اور سچا منظر دلوں میں بے خطر اس لیے اُتر رہا ہے کہ اس تصویر کو مؤثر کرنے کے لیے کسی رنگ و روغن ضرورت نہیں۔ غرض مند لوگ اور خدا سے نہ ڈرنے والے گستاخ سب طرف سے اس دین اسلام اور اس راہ خدا پر نہایت ناپاک اور ظالمانہ حملے کر رہے ہیں۔ اس آسمان کی چھت کے نیچے جھوٹ اور فریب مکر و غل، ریا اور گناہ کی کوئی شکل نہیں جو ان مخالفین نے تمام وجدان و حیا کو بالائے طاق رکھ کر اختیار نہ کی ہو۔ ہر مخالف

جو تحریک کی شوکت کو دیکھ کر جل اٹھتا ہے۔ نیا اور اچھوتا الزام تحریک یا تحریک کے قائد پر تراشتا ہے، نیا طاغوتی بُت اس خدائی اور الٰہی آواز کو بے اثر کرنے کے لیے گھڑتا ہے۔ تحریک کی کاٹ اس قدر تیز اور بے امان ہے کہ اس کسوٹی پر کسنے سے کھوٹا اور کھرا، مخلص اور منافق عامل اور بے عمل، مفید اور ناکارہ بیک دم جدا نظر آتے ہیں۔ مگر اس تمام مخالفت اور منافقت کے باوجود خدا کا سپاہی دھڑا دھڑ میدان میں نکل رہا ہے، شیطان کے سپاہی شرارت اور فریب کی آتش بازی کی چھچھوندریں چھوڑنے کے بعد دُم دبا کر بھاگ رہے ہیں، جس فریب اور جھوٹ میں مسلمان کو مبتلا کرنے کی فکر میں ہیں وہی فریب خود ان کو دنیا اور عقبیٰ میں ذلیل کر رہا ہے۔ ان پر رزق اور محبت کے دروازے خود بند ہو رہے ہیں، نفرت جوق در جوق خود بڑھ رہی ہے، عامتہ الناس پر ان کا فریب طشت از بام ہو رہا ہے۔ مکر و ریا کے سب بھرم یک بیک کھُل رہے ہیں۔ مسلمان آج کئی قرنوں کے دجل و فریب کے بعد خاکسار سپاہیوں کی حقیقت کشا خاموشی اور خلق سے خود بخود بخود سمجھ رہا تھا کہ دین اسلام کیا ہے، وہ کیا طرزِ عمل تھا جس کی وجہ سے چند مسلمان سب دنیا پر چھا گئے تھے۔ تین سو تیرہ ہزاروں پر کیوں بھاری تھے۔ وہ کیا سیاست تھی کہ تمام دنیا ان کے سیلاب لطف و کرم کے آگے عاجز تھی۔ مسلمان آج ایمان و یقین کی انہی زندہ تصویروں کو دیکھ خود بخود سمجھ رہا ہے کہ خدا کے قرآنی وعدوں کے پورا ہونے کی منزل کدھر ہے۔ صراط الذینَ انعمتَ علیہم کہاں ہے اللہ کے انعام کس راہ اور کس مذہب پر چل کر مل سکتے ہیں۔ خدا کی نعمتیں کیوں کر چھن گئیں۔ امت کے نافہم ملاؤں اور راہنماؤں

نے اس اسلام کو کیا کھیل بنا رکھا تھا، اس دین کے ساتھ انسان نے کیا مکر کیے تھے، خدا سے کیا مخول کیا ہے۔ انسان کو کس مصیبت میں ڈالا ہے؟

اپنوں کی افسوسناک مخالفت

مسلمانو اور سپاہیو! آج دین خدا کو جو کئی قرنوں سے ساکت اور صامت تھا۔ ہم نے سربسر گویا کر دیا ہے، قرآن کی لشکر انگیز طاقت کو جو برسوں سے شل ہو چکی تھی چلتا کر دیا ہے، ہم قرآن کی ایک ایک سمجھ میں نہ آنے والی طاقت کی متحرک تصویر ہیں۔ ایک ایک مبہم اور مشکوک آیت کی زندہ تعبیر ہیں جن کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس رہی تھیں، قرنوں سے آہیں اور کراہیں نکل رہی تھیں صدہا معالج اور ڈاکٹر اس مُردے کے سرہانے بیٹھے تھے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ آج اس جوش ایمان اور ذوق یقین سے جو خاکسار سپاہی کے اندر ہے۔ اسلام کی کھیتیاں پھر ہری بھری ہو رہی ہیں مسلمان اپنے ایمان کا پھر لطف لے رہا ہے۔ غیر مسلم اپنی تمام کراہت کے باوجود واہ واہ کر رہا ہے، دوست اور دشمن سب متفق ہو رہے ہیں۔ دشمن کا یارا نہیں کہ ہمیں روک سکے، مخالف کا حوصلہ نہیں کہ رکاوٹ بنے، اگر اس غلبے اور جلال کی شاہ راہ پر جو خود بخود پیدا ہو رہی ہے اور جو قرآن کی صرف چند نیکیوں پر عمل کی وجہ سے ہے، کوئی شئے ہمیں روک رہی ہے تو ہمارے اپنے ہی عزیز ہیں، اپنے ہی بھائی ہیں، اپنے ہی جگر کے ٹکڑے ہیں۔ اپنے ہی خون سے ہیں، انہی اپنوں کا تقاضا ہے کہ اس

قرآن کو مت کھولو، فریب کے پردوں کو مت اٹھاؤ، ذلت اور مسکنت سے مت نکلو، خدا کے وعدوں کو نہ پورا ہونے دو، بھائی کا دشمن بھائی بنا رہے، جہنم کی آگ سلگتی رہے۔ مسلمانو! دیکھو یہ اپنے تمہارے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔

حق اور باطل کی آویزش

مسلمانو اور تحریک کے معاونو! آج معلوم بلکہ ثابت ہو رہا ہے کہ قرونِ اولےٰ کے کافروں نے دین اسلام سے کیوں دشمنی کی تھی۔ کیوں اُن لوگوں سے جو دنیا میں اخلاق اور آشتی کا نمونہ تھے۔ قرآن کے منکر سیخ پا ہو ہو جاتے تھے، کیوں اس پیغمبرِ اعظم کو جو رحمت اور راحت کا مجسّمہ تھے دشمنوں نے جی بھر بھر دکھ دیا، کیوں مسلمان کفّار کے ہاتھوں مکّہ سے نکال دیئے گئے۔ کیوں جگر چبائے اور حمل گرائے گئے کیوں رستوں میں گڑھے کھودے گئے۔ کیوں چہروں کو لہولہان کیا گیا، کیوں دانتوں کو شہید کیا گیا؟ یہ صرف اس لیے کہ بُرے عربوں میں سے چند عرب اچھے بن رہے تھے۔ بہتوں میں سے چند شیطان کو چھوڑ رہے تھے، آپس میں ایک بن رہے تھے، باطن میں نیک بن رہے تھے۔ آج ہم خاموش، ہم کسی کو دکھ نہ دینے والے، ہم سب کی خدمت کرنے والے، ہم سب کو اچھا اور مسلمان سمجھنے والے، ہم سب عقیدوں کا احترام کرنے والے، ہم سب سے یکساں محبت کرنے والے، خاکساروں کا ہمارے اپنے مسلمانوں کے ایک گروہ سے کیوں ٹکراؤ ہے۔ وہ کیوں اپنی نیندیں ہماری یک طرفہ مخالفت میں حرام کر رہے ہیں، کیوں ٹکے ٹکے کے بھیڑ سے ہمارے اس قرآن کے مقابل کھڑا کر رہے ہیں جس کے بالمقابل

یورپ اور ایشیا کے براعظموں کی متحد تلواریں اور توپیں کچھ نہ کر سکیں نہیں یہ کیوں ہے کہ سب بڑے آپس میں ہمارے خلاف متحد ہیں، سب کے دل پھٹے ہیں مگر ہمارے مقابلے میں سب کی ملی بھگت ہے۔ سب تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی کے سچے مصداق ہیں۔ وزارت پنجاب کے بت ٹوٹنے کا اشارہ ہوتا ہے تو بنگال سے دو بیارپور اور آواز دیتے ہیں کہ ہاں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں، کسی دوسرے زخم کی طرف نشتر سے اشارہ کرتے ہیں تو پکاروں کا ایک اور گروہ ہم نوا ہو جاتا ہے، الغرض آج حق و باطل میں خود تمیز پیدا ہو رہی ہے، مخلص اور منافق خود بخود الگ ہو رہے ہیں، علمائے حق اور علمائے سو خود علیحدہ ہو رہے ہیں، سچے اور جھوٹے رنگ الگ رنگ اختیار کر رہے ہیں۔ مسلمانو! دین اسلام کی کٹھالی کی اس آگ میں جو خاکسار تحریک نے قرآن کی روشنی میں شعلہ زن کی ہے۔ دیکھو سونا کیا صاف ستھرا نکل رہا ہے اور کھوٹ کدھر بہ رہا ہے دین کی شکل کس قدر صاف نظر آرہی ہے، مشکل اور پیچیدہ قرآن کیا آسان ہو رہا ہے۔ عقیدوں کی الجھنیں کس قدر جلد کھل رہی ہیں، بچھڑے ہوئے دل کیا جلد مل رہے ہیں، کمزوریاں کیا جلد طاقت میں بدل رہی ہیں، قرنوں کا پرانا مریض کیونکر جلد اچھا ہو رہا ہے۔ مریض پہلے اس لیے اچھا نہ ہوتا تھا کہ دوا خالص نہ تھی۔ آج مریض سے اس کے اپنے تیمار داروں کا جھگڑا یہی ہے کہ تمہیں، بدمعاشی، خود غرضی، سر پھٹول، بدکاری، بے عملی، نفس پسندی جھوٹ اور فریب سے ملی ہوئی وہی دوا مزدور پلاتے جاؤ جس نے مریض کو جاں بلب کر دیا ہے۔

ہمارا طاقتور ہوتے جانا ہی ہمارے صحیح ہونے کی دلیل ہے

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! ہمارے پاس اپنے مخالفین کو خاموش

شکست دینے، نہیں بلکہ خاموش کر دینے کا سب سے بڑا اوزار ہماری
بڑھتی ہوئی صحت ہے۔ ہم سب اپنی روحانیت کے زور پر۔ روز بروز
زردرو اور سو رہے ہیں۔ ہم "فذت فی قلوبہم الرعب" اور "فاستوٰی و
استغلظ" کے مصداق بن رہے ہیں۔ ہماری سچائی کا سب سے بڑا
معیار یہ ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی یہ دوا ہمیں راس آ رہی ہے۔ ہمارے
کرم فرماؤں کی دوائیں جو پچھلے سو برس سے ہمیں دی جاتی تھیں ہمیں روز بروز
کمزور کر رہی تھیں۔ ہم نے خدا کے آخری کلام میں جس نے ہمیں پہلے زندگی
دی تھی "عقیدے" کا لفظ کہیں نہیں دیکھا۔ اس لیے ہم عقیدوں پر
کیوں لڑیں، ہم نے قرآن اور لیے میں کسی مولوی یا پیر یا مرشد یا مولا یا مولانا
کا نام نہیں سنا اس لیے ہم ان کے پیچھے لگ کر کیوں علیحدہ علیحدہ ہوں،
ہم نے رسول خدا صلعم کے زمانے میں کسی سنی یا وہابی کا ذکر تک نہیں پڑھا
اس لیے ہم کیوں آپس میں سر پھٹول کریں، ہم نے کبھی رسول خدا کے زمانے
کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کو کافر بناتے نہیں سنا، ہم کیوں یہ طریق
عمل اختیار کریں۔ ہم سرور کائنات کے زمانے کے ہر مسلمان کا سپاہی ہونا دیکھتے
ہیں۔ اس لیے ہم خود کیوں سپاہی نہ بنیں۔ ہم نے نبی پاک کے وقت میں
کبھی رفع یدین پر بحث نہیں سنی۔ ہم کیوں اس مسئلہ پر خون کی ندیاں
بہائیں، ہم نے صرف ایک مخالفت پیدا کرنے والی مسجد کا حال قرون اول
میں سنا ہے جس کو رسول خدا نے آگ لگا دی تھی اس لیے ہم کیوں
ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ٹکرائیں، ہم نے یہی سنا ہے کہ مسلمان
رسول کریم کے وقت میں دنیا کو فتح کرنے والے تھے۔ ہم کیوں مفتوح
ہونے پر راضی رہیں۔ ہمارے باپ دادا نے ایک دن میں نو نو شہر اور
قلعے فتح کیے تھے۔ ہم کیوں اپنے اعضا کو بے کار بنا دیں، ہم زکوٰۃ
اور صدقات کے متعلق سنتے آئے ہیں کہ بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔

ہم کیوں اس طریقے کو اپنے خون سے پھر زندہ نہ کریں، ہمارے آباؤ اجداد ایک مرکز پر جمع تھے اور ایک اولوالامر کی اطاعت کرتے تھے، ہم کیوں ایسا نہ کریں۔ ہمارے پاس وہی قرون اولیٰ کا قرآن حرف بحرف موجود ہے۔ ہم کیوں کسی انسان کا بنایا ہوا دین اختیار کریں۔ ہمارے سامنے ہماری پوری تاریخ لفظ بلفظ مدوّن ہے ہم کیوں اس تاریخ کو نہ دہرائیں مولوی اور مخالف سے مسلمانو! پوچھ لو کہ تم اس دین کے مخالف کیوں ہو جو کسی زمانے میں تمہارے ہادیٔ اعظم کا آسمان سے لایا ہوا مذہب ہوا کرتا تھا، کیا تم معاذ اللہ معاذ اللہ قرون اولیٰ کے کافر اور مشرک ہو کہ خاکساروں کو تنگ اور اس دین کی مخالفت کرتے ہو۔

مُلاؤں کی مخالفت کیوں ہے؟

مُلا اور مخالف بڑا دلچسپ شخص ہے کہ ہمیں اس خاموشی ہیں جو ہم نے سر ہتھول کی اس تیامت میں تمام ہتھیاروں سے زیادہ موثر سمجھ کر اختیار کی ہے۔ چین سے کام کرنے نہیں دیتا۔ وہ کبھی بددیانتی سے

ہمارے خلاف وعظ کرتا ہے۔ کبھی ہمیں کافر اور ملحد کہہ کر طیش دلانا چاہتا ہے۔ کبھی ہمارے خلاف بڑے بڑے اشتہار شائع کرتا ہے۔ کبھی اس تذکرہ کو لے بیٹھتا ہے۔ جس کی ایک سطر وہ بے چارہ سمجھنا کیا صاف پڑھ نہیں سکتا، کبھی ایک ٹکڑا عبارت کا نقل کر دیتا ہے اور دوسرا چھپاتا ہے تاکہ مطلب بگڑ جائے کبھی میری تحریر سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ میں نے بد بخت اچھرہ کو مکہ معظمہ سے بہتر کہا تھا۔ یہ عقل کا پورا اتنا نہیں سمجھتا کہ یہ راز بالآخر فاش ہو کر رہے گا اور اس کی اپنی بدنامی ہوگی، اس پر لوگ پھر کبھی اعتماد نہ کریں گے، وہ اپنی ہوا آپ بگاڑ رہا

ہے، خود لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو رہا ہے، کبھی مخالف میرے اندرونی اور قلبی "عقیدوں" کے جو میں نے کبھی اعلان نہیں کئے تخمینے لگاتا ہے میری تحریروں سے جن میں کسی 'عقیدے' کے متعلق ایک حرف موجود نہیں اندازہ کرتا ہے کہ میرا 'عقیدہ' یہی ہوگا۔ الغرض اس تمام کارفرمائی سے مخالف کا یہ مدعا ہے کہ خاکسار تحریک کے ساتھ مناظروں اور بحثوں سرپھٹولوں اور مذہبی جنگوں کا ایک نیا سامان پیدا ہو جائے، کچھ مولوی کی پھر پڑھ بنے، کچھ مذہبی دکانداری جو بڑی مدت سے پھیکی پڑ رہی ہے پھر رونق پر ہو بلکہ مناظروں اور بحثوں سے ریلوں کے کرایوں، سفر خرچوں اور "ہدیوں" کا سامان پیدا ہو۔ مسلمانو! مولوی اور مخالف کو کہہ دو کہ خاکساروں کی وجہ سے تمہارا اس ترکیب سے اپنی روٹی کا سامان پیدا کرنا عبث ہے۔ خاکسار سپاہی جب مقابلے میں آئے گا کسی سپاہی کا مدمقابل ہوگا۔ تم نہتے اور بے کار، ناکارہ اور ناکار برآر نرے 'زبان کے مجاہدوں' کے مقابلے میں آنا خاکسار سپاہی کے لیے باعث شرم ہے۔

دین اسلام کی عام رواداری

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! خدائے عزوجل کا بے مثال شکر ہے کہ ہم نے آج ایک مرکز پر ہزارہا خاکسار سپاہی جمع کرکے ثابت کردیا کہ اس اُمت میں جو ابھی تک مرحوم کہی جاتی ہے پوری جان باقی ہے۔ ہم نے ثابت کردیا کہ قومیں کبھی اجرت لینے والے راہنماؤں اور کرایہ کے رضاکاروں سے نہیں بنتیں، ہم نے تمہاری ان آنکھوں کے سامنے وہ منظر بغیر ایک پیسہ لئے پیدا کردیا جس کو مسلمان کی آنکھیں قرنوں سے دیکھنے کے لیے ترس رہی تھیں۔ ہم نے اپنی طاقت بازو اور زور روح سے

چند سالوں کے اندر وہ باتیں کیں اور کر دکھائی ہیں جن کو نہتے اور بے کس عاجز اور کمزور ہندوستانیوں کی بڑی سے بڑی انجمنیں، بیگیں اور کانگرس کروڑہا روپے خرچ کرنے کے باوجود نہ کر سکیں ۔ تم سمجھتے ہو کہ یہ سب کیوں اور کس لیے ہے؟ ہاں اس لیے کہ ہم میں کوئی شخص غرض کا بندہ نہیں ۔ کوئی کرایہ کا آدمی نہیں سب اپنے اخلاص سے قوم کو بنا رہے ہیں، اپنے نفس کو تکلیف دے کر نسلِ انسانی کو راحت پہنچا رہے ہیں یاد رکھو خاکسار کی کامیابی کا راز خاموشی اور خلق ۔ خدمتِ خدا اور خدمتِ خلق ہے ۔ ہم اگر اپنی نگاہیں آسمان پر نہ رکھتے ہرگز اس قدر بلند نہ ہو سکتے۔ ہندوستان کی انجمنیں صرف صرف سفلی فائدوں اور ادنیٰ مقاصد کی طرف نظر رکھتی ہیں اس لیے قطعاً بلند نہیں ہو سکتیں، ہرگز عام طور پر ہر قوم کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں ۔ مسلمانوں اور ہندوں کی تمام انجمنیں شدت سے فرقہ وارانہ ہیں ۔ ان کے اندر خدائے رب العلمین کی ربوبیت بیشتر نہیں۔ دین اسلام میں وہ حیرت انگیز رواداری اور ہمہ گیری ہے کہ قرآن حکیم غیر قوم کے بتوں کو بھی برا کہنے کا روادار نہیں، جہاں اپنی مسجد کی حفاظت چاہتا ہے وہاں اسی شدت سے مندروں اور بت خانوں، صومعوں اور کلیساؤں کی نگہبانی کا ضامن ہے نہیں بلکہ قرآن حکیم صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں یہود و نصاریٰ، گبر و برہمن، الغرض سب مذاہب کے حاملوں کو ان کے عمل صالح کے تناسب سے دنیوی اور اُخروی اجر کا مستحق قرار دیتا ہے اور سب کو خدائے واحد کی مخلوق گردان کر ان میں وحدت اور مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے ۔ پس یاد رکھو دین اسلام کا نام لیوا کبھی ہندوستان میں بلند نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہر قوم کے ساتھ یہ الٰہی رواداری اور ربانی ملاطفت عام اور ہندوستان گیر نہ ہو جائے ۔ خاکسار تحریک کا اولین مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اس

رواداری کو حتی الوسع برقرار رکھا جائے اور مسلمان کے ہر قوم پر نفیض عام کی ہوا بھر باندھ دی جائے۔

تحریک کی مخالفین سے صحیح دوستی

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! میں نے اس خطاب میں تم پر واضح کر دیا ہے کہ ہمارا اپنے گھر کے مخالف سے کیا سلوک ہے اور آئندہ کیا رہے گا۔ ہم اپنے مخالف مسلمانوں کو اپنے عمدہ اور خاموش سلوک سے بہ زور اور بہ زور اس تحریک میں شامل کر کے رہیں گے۔ وہ دن اب جلد آرہا ہے کہ مسلمان خاکسار تحریک کے اس حیرت انگیز اور بے پناہ نظام کو دیکھ کر از خود اور بہ جبر اس میں شامل ہوں، ہم نے اس پچھلے ایک سو برس کے اندر اندر گردڑا مسلمانوں کے دلوں کے اندر خطرناک شکوک ڈال دیئے ہیں کہ مولوی کا پچھلے ایک سو برس کا مذہب ہرگز درست نہیں، مسلمان اب اپنا سر کھجلانے لگا ہے کہ آخر اس حیرت انگیز اور سنسنی پیدا کرنے والے دعوے کی بنا کیا ہے۔ یہ بڑے بڑے مقدس اور جبہ پوش لوگ جواب تک دین اسلام کے واحد جو دھری بنے بیٹھے تھے کیوں کر غلط ہیں، مسلمان کو اب تک ان کے خلاف کہنے کی مجال اس لیے نہ تھی کہ مسلمان قرآن سے براہ راست کچھ آشنا نہ تھا، جو کچھ یہ لوگ اٹا سٹا قرآن اور دین اسلام کے متعلق کہہ دیتے تھے۔ وہ بلا عذر اور بہ خوف ندا مانتا تھا، جس غلط راہ کی طرف امت کے یہ ظالم راہنما امت کو لے جانا چاہتے تھے۔ اندھا دھند لے جاتے تھے۔ مسلمان کو چارہ نہ تھا کہ ان کے سالہا سال کے تقدس کے سامنے اُف کر سکے!

لیکن اب مسلمان نے قرآن حکیم خود کھولا ہے اور وہ اپنی قرنہا قرن کی بیماری کا نسخہ اس میں سے تلاش کر رہا ہے۔ مولوی اور ملا کے

تقدس کا بھانڈا اس لیے پھوٹ رہا ہے کہ مولوی کو اب اصلی اور نبوی اسلام سے گریز کرنے کی سبیل نہیں رہی۔ خود مولوی صاحبان اور دین کے سچے رہبر جو بالآخر ہماری طرح کے ہی مخلص اور خدا ترس مسلمان ہیں اپنے طرز عمل کے متعلق شک میں پڑ کر سدہا بلکہ ہزار ہا کی تعداد میں خاکسار تحریک کی طرف آ رہے ہیں اور علانیہ شامل ہو رہے ہیں۔ سرحد کے قریباً سب علمائے حق اس تحریک میں داخل ہو چکے ہیں پنجاب کے قریباً دس ہزار مولوی صاحبان اور مُلّا صاحبان نے بالآخر ہمارے تنظیم زکوٰۃ کے مطالبے کو صحیح اور مفید مان کر اپنا نام ادارہ علیہ کے رجسٹر میں درج کرایا ہے، الغرض ہمارے نیک، عمدہ، خاموش اور دوستانہ سلوک نے نہ صرف پبلک بلکہ پبلک کے مذہبی راہنماؤں کے دلوں کے اندر یہ اطمینان پیدا کر دیا ہے کہ خاکسار سپاہی قوم کا دشمن نہیں۔ وہ جو تجاویز کر رہا ہے۔ قوم کی بہتری اور قوم میں وحدت اور نظام پیدا کرنے کے لیے کر رہا ہے، یہ بات اب نہایت واضح طور پر طے ہو چکی ہے کہ خاکسار کسی مسلمان کا ذاتی طور پر دشمن نہیں، ہم نام لے کر کسی فرد واحد یا گروہ کو بدنام کر کے ذاتیات میں پڑنا نہیں چاہتے۔ ہم خاکسار سب مسلمانوں کے سچے خادم اور بے اجر مزدور ہیں اور اپنے کام کی مزدوری صرف یہ چاہتے ہیں کہ قوم طاقتور اور منظم ہو جائے، اس کی طرف کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کا یارا نہ رہے، مسلمان کی دھاک تمام دنیا پر بیٹھ جائے کہ وہ ہر قوم کا دوست ہے، ہر انسانی یا حیوانی مصیبت کو دور کرنے کے لیے کھڑا ہے، ہر مذہب اور ہر عصبیت سے رواداری برتتا ہے۔ الغرض ہمیں یقین ہے کہ یہ بے ہمہ اور باہمہ رہنے کی حکمت عملی بالآخر تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو کر رہے گی۔

عقائد اور مولوی کا صحیح مقام

اسی ضمن میں ایک اور اہم بات واضح کرنے کے قابل ہے۔ ہم جہاں مولوی اور ملّا کو اس بے پناہ تنظیم میں داخل کرنے کے صحیح طور پر خواہاں ہیں جہاں آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے ہر ایک کے متعلق کوشش میں لگے ہیں کہ وہ اس اسلی اور نبوی اسلام کی طرف رجوع ہو جائے اور اپنی دینوی اور اُخروی نجات کی راہ لے، وہاں یہ ہرگز نہیں چاہتے کہ مولوی اور مُلاّ کے گروہ کو مٹا دیا جائے یا عوام الناس کے روح پرور عقائد کو محو کر دیا جائے۔ مولوی ملاّ اور مختلف عقیدے بے شک مسلمان قوم کی درستی میں سنگ راہ رہے ہیں لیکن یہی مولوی اور ملاّ اور عقیدے اگر آج باقی نہ رہیں تو مسلمان کی مسلمانی کا آخری نشان مٹ جانا ہے۔ سب مسجدیں بند ہو جاتی ہیں، نماز اور روزہ کا نام نہیں رہتا۔ وہ عقیدہ جس کی وجہ سے مسلمان کچھ نہ کچھ خدا سے ڈرتا رہتا ہے، اگرچہ وہ اس عقیدہ پر عمل نہیں کرتا۔ اگر اس عقیدہ کی اہمیّت کو کم کر دیا جائے تو مسلمان کے گناہ کی رسّی بے حد دراز ہو جاتی ہے، پھر وہ الحاد اور لامذہبیت جو مغرب میں مذہب کی تضحیک سے پیدا ہوئی ہے یہاں بھی رائج ہو جائے گی۔ ہم خاکسار اس امر کے درپے ہیں کہ مولویوں کا مذہبی گروہ اپنے قرنہا قرن کے جمود اور خمول سے نکل کر صحیح معنوں میں پھر مسلمانوں کا امام ہو جائے۔ مساجد کی تنظیم کرے، اس کو اپنی امامت کے فرائض واضح ہوں۔ وہ مسلمانوں کو ایک نظام میں پروئے رکھے، اپنے علاقے کا واحد اور بے چون و چرا امیر ہو، خود کسی بالاتر نظام میں پرویا ہوا ہو، نماز کی جس کے متعلق حدیث شریف میں الصلوٰۃ مخ العبادۃ لکھا ہے یعنی نماز عبادتوں کا مغز ہے روح

کو سمجھے اس کے مغز کو لوگوں تک پہنچائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مولوی کسی کا محتاج نہ رہے۔ بیت المال سے اپنا گزارہ لے، اپنے علاقے میں اس کا وقار قائم ہو۔ وہ اطمینان قلب اور سکون دل سے نمازوں اور خطبوں کی طرف متوجہ ہو، تمام مسلمانوں کو ایک مٹھی میں رکھنے کی فکر کرتا رہے یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر کا صحیح مصداق ہو، الغرض ہم مولوی کو قوم کا ایک مفید رکن پھر بنا کر اس کو اپنا امام اور پیشوا بنانا چاہتے ہیں۔ "عقائد" کے متعلق ہم ہر مسلمان کے دل میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ قرون اولے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہی ان کا عمل اور ان کا عمل ہی ان کا عقیدہ، اُن کو قرآن حکیم پر صحیح عمل کرنے اور اس دنیا میں غالب بن کر رہنے کے سوا کسی شے کی دھن نہ تھی لیکن تمہارے یہ بے روح عقیدے جن سے کوئی عمل پیدا نہیں ہوتا۔ کم از کم ہمارے فساد نہ ہونے چاہئیں۔ عقیدہ کا تعلق براہِ راست خدا سے ہے، تم جو عقیدے چاہو رکھو لیکن ان سے امت کے اجتماعی نظام میں شکست پیدا نہ کرو عقائد کا رسمی طور پر ہونا گری ہوئی قوم کے لیے ایک ڈھارس سی ضرور ہے لیکن وہ عقائد اسلام کی ہیئت اجتماعی کے لیے بے ضرر ہونے چاہئیں۔ خاکسار تحریک کو صرف بنیادی اسلامی عقائد سے سروکار ہے، ہر شخص جو خدا کو ایک 'یقین' کرے، رسولِ خدا کو آخری نبی 'یقین' کرے، قرآن کو آخری کتاب 'مانے' پنج ارکان اسلام کو صحیح مانے، روزِ قیامت کا 'قائل' ہو۔ خاکسار تحریک کی نظروں میں "پورا مسلمان" ہے اور اس میں داخل ہو سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ جو عقائد مسلمانوں کی آج کل کی شرعی اور مذہبی زندگی کے محرک ہیں ان کے متعلق خاکسار تحریک کا رویہ یہ ہے کہ ہر شخص ذاتی طور پر ان کی حفاظت یا پرورش کرے لیکن تحریک کی اجتماعی زندگی میں ان کو بنائے جدال نہ بنائے۔

برادر اقوام سے سلوک

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! اسی خطاب میں میں نے تم پر واضح کر دیا ہے کہ خاکسار تحریک کا دوسری اقوام سے کیا سلوک ہے۔ ہم خاکسار ہر مذہب اور ہر قوم سے رواداری کے لیے کھڑے ہیں اور بالآخر اپنے نیک عمل سے ہر قوم کو اپنا بنا کر رہیں گے۔ ہمارے متعلق اب تمام جلد مشہور ہو رہا ہے کہ خاکسار سب کے ہیں، میں نے ابھی ابھی تین گزارشات کے بارے میں عام طور پر حکم دیا ہے کہ خاکسار سپاہی اپنی بے پناہ خدمت خلق سے ہر قوم کو اپنا لے، ایک بہت بڑی ہندو مسلمان اور سکھ پبلک ان تین گزارشات کی حمایت میں پیدا کرے، چلتے چلتے خدمتیں کرے، عام ہوا پیدا کر دے کہ مسلمان اچھے ہیں، سب سے عمدہ سلوک کرتے ہیں۔ بیکس کے کام آتے ہیں۔ اپنے نفس پر تکلیف دوسروں کی راحت کے لیے اٹھاتے ہیں۔ یہ لوگ اگر دنیا پر چھا جائیں تو کسی کو گزند نہیں پہنچ سکتا۔ ہندو اور سکھ خاکسار سپاہیوں کے متعلق بھی میں یہی ہوا پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں ہندو خاکسار جہاں جائے اپنی نیکی کی ہوا باندھ دے۔ یاد رکھو تمام مذہبوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔ تمام مذہبوں میں نیکیاں موجود ہیں، کوئی مذہب نہیں کہتا کہ چوری کرو، بددیانت بنو، نہیں بلکہ تمام مذہبوں کا کسی ایک غالب وجود پر یقین ہے، کوئی اس کو پرمیشور، کوئی گاڈ، کوئی داہگرو کہتا ہے۔ یہ سب بلا وجہ اور بے سبب نہیں۔ قرآن حکیم میں صاف لکھا ہے کہ ہم نے ہر قریہ، ہر قوم، ہر امت میں اپنا رسول بھیجا، ہم نے کئی ایسے نبی بھیجے جن کا ذکر قرآن میں ہے اور کئی ایک کا ذکر نہیں کیا، الغرض ان سب مذہبوں کی بنیاد ایک پیغام پر ہے۔ جو خدائے عظیم نے ہزارہا پیغمبروں کی وساطت سے بنی

نوعِ انسان کو بھیجا۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ ذکرٌ للعٰلمین یعنی تمام دنیا جہان کے لیے نصیحت ہے لیکن قرآن کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ انہٗ لفی زبرِ الاولین ہے یعنی یہی قرآن پہلی آسمانی کتابوں میں لکھا ہے۔ الغرض سچائی ہر قوم اور ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ ضرور موجود ہے لیکن دینِ اسلام سب سے زیادہ سچّا، سب سے آخری اور مکمّل، سب سے زیادہ غیر محرّف، گویا خدا کے مختلف پیغمبروں کے ذریعے سے بھیجے ہوئے پیغام کا آخری اور (LATEST) ایڈیشن ہے اسی بنا پر ہم مسلمان خاکسار ہر قوم سے محبت اور روا داری کے دعوے دار ہیں۔ ہر قوم کے دکھ میں کام آنے کے لیے تیار ہیں۔ ہر قوم سے نیک ہونے کے سرٹیفکیٹ لینے کے درپے ہیں۔ الغرض ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری خدمت اور خادمیّت کو صدقِ دل سے تسلیم کریں، ہمارا دنیا کے لیئے مفید اور ناگزیر ہونا مانیں تاکہ ہم دنیا کی مخدومیت اور اقوامِ عالم کی سرداری کے اہل بن سکیں۔

تحریک اور حکومتِ وقت

اپنوں اور بیگانوں سے خاکسار سپاہی کا طرزِ عمل واضح کرنے کے بعد خاکسار سپاہیو، مسلمانو اور برادر اقوام کے بھائیو! مجھے اب اپنا سلوک حکومتِ وقت سے واضح کرنا باقی ہے۔ ہم خاکسار پانچ بلکہ ایک حساب سے چھ برس سے میدانِ عمل میں ہیں۔ ہم نے آج تک حکومتِ وقت کی سیاست میں دخل نہیں دیا، ہماری سیاست مذہبی یا دینی یا اسلامی سیاست ہو تو ہو لیکن انگریزی یا ہندوستانی سیاست ہرگز نہیں۔ ہم "مذہبی سیاست" پر اس لیے قائم

ہیں کہ قرآن کا دستورالعمل ہمارے نزدیک اس قدر مکمل اور بالاتر ہے کہ اس کے بعد کسی دوسری سیاست کی ضرورت ہرگز نہیں، اسی قرآنی سیاست کی رُو سے ہم ہر غیر کو اپنا بنا سکتے ہیں، دنیا میں نیکی عدل، رواداری، رحمت اور رافت کی حکومت پھر قائم کر سکتے ہیں یہی قرآنی سیاست اس قدر جاذبِ قلوب اور انسان پرور ہے کہ ہمارے نیک عملوں پر کسی ہندو، سکھ، عیسائی یا اچھوت کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسی قرآنی سیاست کے باعث غیر اقوام کے لوگ ہم میں عمدہ رفتار سے شامل ہو رہے ہیں - یہ سب اس لیے کہ قرآن حکیم کی تعلیم کی بنا عصبیت پر ضرور ہے لیکن مذہبی تعصب پر ہرگز نہیں، یہی وجہ ہے کہ سکھوں کے قائدِ اعظم بابا نانک صاحب نے کامل غور و فکر کے بعد بار بار اپنے مذہبی صحیفے میں قرآن کو بہترین لفظوں میں سراہا ہے دین اسلام کی بے حد تعریف کی ہے۔ مسلمانوں کے خدا کی طرف سکھوں کو بلایا ہے۔ رسولِ خدا صلعم کو خدا کا سچا نبی کہا ہے - اور میرا یقین ہے کہ اگر اہل ہنود صاحبان کے رشی اور اوتار دین اسلام کے بعد پیدا ہوتے تو وہ بھی ضرور اسی طرح قرآن عظیم کو سراہتے، الغرض ہمارا مذہب ہماری سب ضرورتوں کے لیے کافی ہے اور ہمیں انگریزی سیاست یا ہندوستانی سیاست کی گندی ذہنیت، باہم سر پھٹول، فرقہ وارانہ تعصب اور مردہ باد اور زندہ باد کے نعروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں لیکن بایں ہمہ ہم نے اپنی وطنی سیاست میں دخل نہ دینے کی قسم نہیں کھائی۔ ہم بھی کانگریس کی طرح اس وطن کی آزادی کے خواہاں ہیں، ہم انگریز سے اپنے حقوق چھیننا چاہتے ہیں، ہم بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ انسان طبعی طور پر آزاد پیدا ہوا ہے اور کسی دوسری قوم کا حق نہیں کہ اس کو اپنا غلام بنائے، لیکن ہم ان چیزوں کے حصول کے

لیے ہندوستان کی سیاسی جماعتوں سے دو اصولی باتوں میں ہرگز متفق نہیں ہو سکتے اولاً ہم اس امر میں متفق نہیں کہ آزادی ستیا گرہا اہمسا، سول نافرمانی یا لفظی شور و شر سے پیدا ہو سکتی ہے، ہم جیل خانوں میں جانے کے قایل نہیں، بھوک ہڑتالوں یا کانگریس کے اندر زنانہ حربوں کے شیدا نہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ آزادی صرف میدانِ جنگ میں حاصل ہوتی ہے اور اس کے لیے صرف وہی راہ ہے جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ مہاتما گاندھی یا اور کوئی راہنمائے خلق اس قاعدہ پر ترقی ہرگز نہیں کرسکتا۔ ثانیاً ہم اس بات کے قائل نہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے کامل اتحاد اور اتفاق کے بغیر آزادی مل سکتی ہے۔ ہم کانگریس کے مسترد آزار ردیئے کے ہرگز قایل نہیں۔ لیگ کے خلاف فرقہ وارانہ طور پر ہونے کے قابل نہیں، ہندو کے مسلمان پر تشدد اور مسلمان کی ہندو سے ناروا داری کے قائل نہیں، ان دو امور کی وجہ سے ہم نہ ہندوستان کی کسی سیاسی انجمن سے اتفاق عمل کر سکتے ہیں، نہ انگریز حکومت سے ہمارا الجھنا ان طریقوں پر ہو سکتا ہے۔ خاکسار تحریک نے اپنے پچھلے طرز عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کا انگریزی حکومت سے الجھنے کا ارادہ نہیں اور جہاں تک ہمارا امکان ہے نہ ہوگا۔

تین گزارشات اور وزارتِ پنجاب

لیکن ابھی کچھ مدت ہوئی، ہم نے پنجاب کی وزارت سے جو ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کی مخلوط وزارت ہے اور جس کے برسر اقتدار ہونے کا یہ مطلب ہے کہ پنجاب میں ہندو، سکھ اور مسلمان اور صوبوں سے زیادہ مل کر حکومت کرنے کے اہل ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے

اتحادِ عمل کر سکتے ہیں، تین درخواستیں قوم کی داخلی بہبودی کو مدّنظر رکھ کر کیں، ہم چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ اور صدقات کی تنظیم سرکاری طریق پر ہو اور یہ روپیہ ادارہ علیہ کے بیت المال میں جمع ہو تاکہ ہم اس روپیہ کے ذریعے سے قوم کی تمام برائیاں دُور کر سکیں، ہم چاہتے ہیں کہ منتشر قوم کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کے لیے ادارہ علیہ کے حیطہ اقتدار میں ایک براڈ کاسٹنگ اسٹیشن ہو تاکہ عقائد کے اختلاف سے درگزر کر کے مسلمانوں میں قرآن اور حدیث کی صرف وہ نیک عمل بنانے والی تعلیم پھیلائی جائے جس پر سب مسلمان متفق ہیں۔ ہندوؤں اور برادر اقوام سے اسی اسٹیشن کے ذریعے سے اتحادِ عمل پیدا کیا جائے، ان میں رواداری اور محبت کے جذبات پیدا کیے جائیں، گویا براڈ کاسٹنگ سٹیشن کو عیش و عشرت کے دائرے سے نکال کر قومی اور ملّی تعمیر کے لیے مفید کر دیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت ان ملازمین حکومت کو جو تحریک میں داخل ہونا چاہتے ہیں بے روک ٹوک داخل ہونے دے کیونکہ ہم انگریزی حکومت سے ٹکراؤ کے خواہاں نہیں اور نہ ہم ان سے سیاسی حقوق کی طلبی کے لیے سیاسی جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تینوں مطالبات ظاہر ہے کہ قطعاً غیر سیاسی ہیں، ان سے کسی دوسری قوم کے حقوق تلف نہیں ہوتے، زکوٰۃ کی تنظیم اپنا گھر کا معاملہ ہے اور کسی دوسری قوم کو اس سے کیا نقصان ہے۔ حکومت وقت کا اس میں کیا ہرج ہے۔ ایک پائی کا کسی حکومت سے لینا دینا نہیں براڈ کاسٹنگ سٹیشن کثرت سے قائم ہوں تاکہ ریڈیو کے مدد سے ہندوستان میں انگریزی کلچر اور تہذیب کی ترقی ہو، اسی منتہا کو پیش نظر رکھ کر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں اس مطلب کی ایک دفعہ موجود ہے۔ ملازمین حکومت کے متعلق ہمارا مطالبہ بھی علیٰ ہذا القیاس غیر سیاسی ہے۔ ہم نے یہ تین مطالبات پنجاب کی حکومت کے سامنے نہایت نیک

نیتی اور دوستانہ جذبات سے پیش کئے تھے تاکہ ہماری بگڑی بن جائے اور ہم پنجاب کے مسلمان وزیر اعظم کو صدیوں اور پشتوں تک دعائیں دیتے رہیں، ہم نے خود ایک وفد بھیج کر محترم سکندر حیات سے ان کی ذاتی رائے بلکہ ایک قسم کی اجازت لے لی تھی۔ ہم نے احترامانہ جذبات کے ساتھ وزیر اعظم پنجاب کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ہندوستان کے طول وعرض سے لکھو کھا میموریل، خطوط محضر عہ، ریزولیوشن، الغرض جو کچھ اس کمزور قوم کے کمزور وسائل سے ممکن تھا مہیا کر دیا۔ مودبانہ خط ادارہ علیہ کی طرف سے اپنی گزارشات کی معقولیت کی تائید میں روانہ کیئے۔ قرآن حکیم سے خطرناک اور لرزہ پیدا کرنے والی آیات پیش کیں اور بتلایا کہ آسمان وزمین کے مالک کا حکم قرآن میں ہے کہ جو قوم اپنے صدقات اور زکوٰۃ کو بیت مال میں جمع نہیں کرتی وہ از روئے قرآن مشرک اور کافر ہے۔ الغرض جو جتن ہم سے ہو سکتے تھے ہم نے کیئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کا وزیر اعظم ابھی ہماری گزارشات کو معقول اور ممکن العمل سمجھنے کا دماغ پیدا کرنے کا خواہاں نہیں، ابھی اُس کو سمجھ ہی نہیں آتا کہ زکوٰۃ کی تنظیم کیوں کر مسلمانوں میں ہو سکتی ہے اور وہ کیونکر ادارہ علیہ کے بیت المال میں داخل ہو سکتی۔

ابھی وہ اس پست ذہنیت اور ادنےٰ تخیل کی بھول بھلیوں میں ہے کہ مولوی اور پیر شور مچائیں گے، دوسری انجمنیں شور کریں گی۔ لکھو کھہا پبلک نے بے چون وچرا ہمارے محضر ناموں پر دستخط کر دیئے ہزار ہا انجمنوں نے از خود ان کی پُرزور تائید کی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہیر بے آواز ہیں اس کی کامل اور مکمل تائید میں آئیں۔ کئی ہزار سر برآوردہ اشخاص نے جن کے پلے کا شخص ان کے علاقوں میں ہرگز موجود نہیں ان محضر ناموں پر از خود دستخط کیئے، محترم وزیر اعظم کو ہزار ہا پرائیوٹ

خط لکھے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ کروڑ مسلمان پبلک ان تمام مطالبات پر پورے طور سے متفق ہے۔ اس کو ایک خدا فرستادہ مدد اور تائید ایزدی سمجھ کر اس سے متفق ہونے کی بھوکی ہے۔ ہزارہا مولویوں اور علمائے دین نے ذرا سے اشارے سے اپنے نام ادارہ علیہ کے رجسٹر میں شامل کرنے کی درخواستیں بھیجی ہیں۔ اس تمام عمل سے یہ مستر شح ہوتا ہے کہ مسلمان قوم میں ان تین گزارشات کے متعلق ادنیٰ سا افتراقِ عمل موجود نہیں۔ دو چار فتنہ پسند لوگوں کی طرف سے ان گزارشات کے خلاف کچھ ادنےٰ سا پروپیگنڈا ہوا ہے مگر جب معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کی ذاتی آواز ہے، نہ کوئی قابلِ ذکر انجمن موجود ہے، نہ کوئی قابلِ توجہ "جلسہ" ہوا، نہ کوئی قابلِ اعتنا نظام ان لوگوں کی تائید میں ہے یہ وہی دو چار لوگ ہیں جو ہر جگہ ہر نیک بات کی تخریب میں از خود پیدا ہو جاتے ہیں، الغرض وزیراعظم اس پست ذہنیت میں مبتلا ہے کہ زکوٰۃ کی تنظیم کے لیئے سب مسلمانوں کو متحد الرائے کیا جائے، گویا ہمارے ساتھ "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی" والا فریب کھیل کر اس حیات انگیز تجویز کو پاؤں سے ٹھکرانے کے دھوکے میں ہے، نہیں بلکہ گمان ہوتا ہے کہ تمام پنجاب کے مسلمانوں کو زکوٰۃ کی تنظیم پر متفق ہونے کا بہانہ

کر کے منتشر اور تفریق زدہ مسلمانوں میں "سر دو بہ مستان یاد دہانیدن" کا عمل پیدا ہونا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے ادنےٰ اور ذلیل نمکخواروں کو بھی مسلمانوں میں یہی ذہنیت نشر و اشاعت کے ذریعے سے پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ محترم کا تخیل شاید اس قدر بلند پرواز نہیں کر سکتا کہ ابھی ابھی غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنے ملک میں وہ حیرت انگیز اصلاحیں کی ہیں کہ ان کی طرف کم از کم مسلمانوں کی سلطنت میں کسی بڑے سے بڑے مصلح کی انگلی نہ اُٹھ سکتی تھی، اس مصلح اعظم نے چند

برسوں کے اندر اندر قوم کا باوا آدم بدل دیا ہے ، تمام خانقاہیں اور بے کاریوں کے اڈے یکسر قلع قمع کر دیئے ہیں ، مولویوں اور علمائے دین کو باکار افراد بنا دیا ہے ، تیرہ سو برس کی اسلامی نماز عربی سے ہٹا کر ترکی زبان میں کر دی ہے ۔ مسجدیں منظم کر دی ہیں ، عورتوں کے برقعے اتار دیئے ہیں ، ایک دوسرے بڑے مصلح رضا شاہ پہلوی نے جس کے لگے کا انسان پچھلے تیرہ سو برس میں مسلمانوں میں کم پیدا ہوا اپنی اقلیم میں تیرہ سو برس سے لگی ہوئی سنّی اور شیعہ کی لامتناہی جنگ ، اپنے عزم اور قلم کے ادنیٰ سے اشارے سے بند کر دی ہے ۔ اگر یہ سب اصلاحیں اختلال دماغ کا نتیجہ نہیں ، اگر یہ سب ممکن العمل ہیں ، عملی سیاست یعنی PRACTICAL POLITICS کے دائرے میں آ سکتی ہیں ۔ اگر یہ سب "بچوں کی ضد" اور چاند کے لیے پکار یعنی CRYING FOR THE MOON نہیں تو محترم سر سکندر حیات خان کو کم از کم اتنا دماغ تو ضرور پیدا کرنا چاہیئے کہ پنجاب میں زکوٰۃ کی تنظیم ان حالات میں جو ہزار در ہزار خاکساروں نے ہندوستان کے طول و عرض میں بے پناہ عمل سے اس وقت پیدا کر دیئے ہیں ، اُس کی چھوٹی انگلی کے اشارے سے پیدا ہو سکتی ہے ۔ محترم سر سکندر حیات خاں چونکہ اپنے آپ کو غیر متوقع طور پر وزارت کے بلند مرتبے پر دیکھتا ہے اور انگریز کی ناراضگی اور رعب سے خوفزدہ ہے اس لیے غالباً خیال کرتا ہے کہ زکوٰۃ کی تنظیم یا باقی مطالبے انگریزوں کے ناگوار خاطر ہوں گے اور وہ غالباً آنکھیں دکھائیں گے مگر ابھی اس کو انگریز کے شاہانہ اخلاق اور انتہائی بلند ہمتی کا اندازہ نہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ انگریز کا کیریکٹر انتہائی طور پر بلند ہے ، اسی کیریکٹر کی بے انتہا بلندی نے انگریز کو دنیا کا مالک بنا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ کروڑ در کروڑ نفوس اس کی سلطنت کے نیچے امن سے رہ رہے ہیں ۔ انگریز شاہانہ اور فیاضانہ

روا داری سے رعیت کی اپنی بہتری کی کوشش کو دیکھتا ہے۔ شاہانہ اور فیاضانہ ترحم سے رعیّت کے مطالبے کو مانتا ہے، لوکانہ اور مربیانہ ذہنیت سے بخشیش کرتا ہے، حاکم قوم کے دماغ ہی کچھ جدا ساخت کے ہوتے ہیں، وہ ادنےٰ اور پست تخیلات کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ مغلیہ سلطنت کے شہنشاہوں نے جب انگریز تاجروں کو ہندوستان میں رعائتیں دی تھیں۔ انہیں خیال ہی نہیں گزرا تھا کہ یہ رعائتیں ان کی سلطنت کو بالآخر تباہ کردیں گی، اورنگ زیب عالم گیر نے اپنی گرتی ہوئی سلطنت کے عہد میں بھی انگریزوں کو دو دفعہ نکالا اور دونوں دفعہ پھر معاف کر دیا۔ الغرض محترم سر سکندر حیات خان کا ان مطالبات کو بعید از عمل سمجھنا غلط ہے۔

ہماری وزارتِ پنجاب سے جنگ کی خواہش نہیں

خاکسار تحریک کی پوزیشن صاف یہ ہے کہ ہم ان مطالبات کو منوا کر رہیں گے، پنجاب کی حکومت کو اِن کے متعلق اپنا تخیل بالآخر درست کرنا پڑے گا۔ میں خواہشمند ہوں کہ ہر قیمت پر ہماری دوستی سر سکندر حیات خان کے ساتھ رہے بلکہ اس اتحادی حکومت میں جو پنجاب میں قائم ہے۔ ہم محترم کے دست راست ثابت ہونا چاہتے ہیں اور آرزو مند ہیں کہ اسی طرح کی اتحادی حکومتیں اور صوبوں میں قائم ہوں لیکن اس تمام دوستی کی اجرت یہ ہے کہ پنجاب کی وزارت ہماری اِن نہایت جائز اور نہایت مناسب گزارشات کو ناگوار تعلقات پیدا کرنے کے بدون قبول کرے۔ ہم اگر بچے اور ناتجربہ کار ہیں تو وہ باپ ہونے کی حیثیت میں ناسمجھوں کی ضد سمجھ کر مانے، ہم دیوانے ہی سہی لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کار خویش ہشیار ہیں۔ ابھی ابھی محترم نے

ہماری ڈاک کو بے وجہ تلف کر کے اور عقبے میں آ کر ہمیں بے انتہا روحانی اذیت پہنچائی ہے۔ ہم گزارش کرتے ہیں کہ ہم سے یہ سلوک روا نہ رکھا جائے۔ میں خوش ہوں کہ محترم سر سکندر نے چکوال کیمپ میں آ کر اوزنین گزارشات کے متعلق اپنا نیا نقطۂ نظر واضح کر کے کچھ کچھ دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ کم از کم یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ گزارشات ناممکن القبول نہیں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ دوستی جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچے، میری آرزو ہے کہ حالات خطرناک نہ ہوں، ہم مسلمان اپنی بے کسی، اپنی مفلسی، اپنی لیڈر گروی، اپنی بے نوائی، اپنی فرقہ زدگی اور عام اقتصادی انحطاط کی وجہ سے اس گربہ مسکین کی طرح بن چکے ہیں جس کو ہر طرف سے عاجز کر دیا گیا ہو۔ ہمیں اور عاجز اور بے بس کر کے اس حد تک نہ پہنچایا جائے کہ اپنے چنگال سے چشم پلنگ پر حملہ کر بیٹھیں۔ اگر محترم سر سکندر حیات خان نے ان ہماری گزارشات کو من و عن مان لیا تو یقین رکھیں کہ یہ وہ کارنامہ ہوگا۔ آئندہ پینتیس قوم کے اس محسن اعظم کو فخر سے یاد کیا کریں گے اگر انہوں نے ان کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا تو ضرور ہے کہ اس جنگ میں ہم یا سر سکندر کی وزارت کو مٹا کر رہیں گے یا خود مٹ جائیں گے۔ خاکسار سپاہیوں سے میں صرف اس قدر کہتا ہوں کہ وہ خاموش طور پر تیار ہوتے جائیں اور صرف احکام کے منتظر رہیں۔

عنایت اللہ خان المشرقی

۱۴ اپریل ۱۹۴۰

اس فرصت میں یقین جانئے کہ مسلمانوں کی خرابیوں، انکے مکمل اور اچانک زوال، انکی اخلاقی کمزوریوں، انکے اپنوں سے حسد اور رنجشوں، انکی ذہنی واہیوں، انکی فرقہ بندیوں، اُن کی خودغرضیوں اور نفس پسندیوں، انکی بیکاریوں اور بدحاشیوں پر کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی جب تک کھول کر نہ کی ہو اور اپنی طاقت کے موافق اس کا علاج تلاش کرے بلکہ تمام دنیا کے فلسفے اور تاریخ اور حکمت کو پیش نظر رکھ کر نہ سوچا ہو۔ ہمارے یہ ڈاکٹر صاحب کسی بحث کو جانے نہیں دیتے جب تک کہ سبب اس کا عمل کر کے منطقی طور پر اس کا علاج نہ سوچ لیں۔

مسلمانوں اپنے تمام
عملوں کو اپنے سامنے رکھو
کہ آیا یہ اسلامی
اعمال ہیں - یا نہیں
مولوی کی بے عملی ، اس
کی بیحیائی اور حیلہ سوزی
کام نہ کرنے کے ڈھنگ
کتاب اللہ کے احکام کو دیدہ
دانستہ چھپانا اور اپنی
اھوا و آراء کی اختراع پردازیوں
کو قرآن کے احکام کو
جتلانے ، کیا ان سب
فسق و فجور کے ہوتے ہوئے
جناب علامہ صاحب کے
اس قول میں شبہ کی گنجائش
باقی رہ جاتی کہ آجکل
کا مولوی قرآن کے ذریعے
قرآن کو مٹانا چاہتا ہے

سید اللہ بخش

تقاضائے ایمان و وحدتِ انسانیت

عنایت اللہ خان المشرقی

ہاں اے فقہائے اُمت، جو گفتار کے غازی بن کر رہ گئے ہو کچھ تو ان حقائق پر غور کرو! کفر وہ نہیں جو تم اقوال پر گمان کئے بیٹھے ہو بلکہ یہ وہ ہے جو تم عملاً کرتے اور کماتے ہو اور تمہارے اقوال سے جو کچھ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ تم نے نوعِ انسانی میں تفرقہ پیدا کیا اور آپس میں چپقلش قائم کی۔ تم گروہوں میں بٹ کر خوش بخوش ہو۔ حالانکہ تمہاری گفتار کے ان عملی نتائج کا نام ہی تو کفر کے مترادف ہے۔ یہ اسلئے کہ جو کوئی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے تیار نہیں، اسکے بندوں میں صلح و امن قائم رکھنے کا روادار نہیں۔ جُدا جُدا گروہوں میں ربط باہمی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ خدا کی بارگاہ میں کفرِ عظیم کا مرتکب ہے۔ نہیں بلکہ اس نے خدا سے کفر کیا۔ اس کے رسولوں، اس کی توحید سے کفر اختیار کیا۔ اور ایسے لوگ لازماً خدا کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔ کیونکہ جو خدا اور اسکی توحید پر کما حقہٗ ایمان لایا وہ وحدتِ انسانی پر ایمان لایا انسانی مساوات و اخوت اور مصالحت پر۔ اور وہ اِس حقیقت پر بھی ایمان لایا کہ خدا اپنے بندوں میں تفرق و تشتت پسند نہیں کرتا بلکہ اسکی رضا و منشاء یہ ہے کہ اس کے بندوں میں اُمتِ واحدہ کی صورت پیدا ہو۔

([illegible] مترجمہ عربی افتتاحیہ التذکرہ جلد اول ص ۱۲۵)

مسلمانو! آؤ آج ہم اپنے عظیم الشان اور جلیل القدر رسول صادق و مصدوق
صلعم کی پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی کو دیکھیں جو آپ نے آئندہ آنے والے
زمانہ کے متعلق فرمائی تھیں اور اپنا جائزہ لیں کہ ہم جو اپنے آپ کو خدا کا لاڈلا سمجھے
بیٹھے ہیں اور ہمارے مولوی جو اپنے تئیں بنی سرائیل کے انبیا کے مماثل اور انبیاء
کے وارث ظاہر کرتے ہیں۔ اس پیش گوئی کے کہاں تک مصداق ہیں۔ دیکھیں کہ
اس صادق و مصدوق کا فرمان کیسا سچا تھا۔ رسول خدا کی مسلمانوں کے متعلق ایک
پیش گوئی ہے کہ لتتبعنّ سنن من کان قبلکم حذو القذة بالقذة (او
حذو النعل بالنعل) حتّٰی لو دخلتموہ حجر ضب لدخلتموہ قالوا الیہود
او نصاریٰ قال فمن یعنی تم سے جو قومیں گذری ہیں ضرور ہے کہ تم ان سے
سارے طریقوں اور چالوں کی ہو بہو اور قدم بقدم پیروی کرو۔ ان کی ساری
گمراہیاں اختیار کرلو صحابہ نے عرض کی کہ کیا یہود و نصاریٰ فرمایا۔ ہاں اور کون

ایک اور جگہ روایت ہے کہ کما صفت فارس و الروم و اہل الکتاب قال فعل الناس الّا ھم۔ صحابہ نے عرض کی۔ کن پچھلی قوموں کی چال چلیں گے فارس روم اور اہلِ کتاب کی۔ فرمایا، ہاں وہی لوگ ہیں اور کون۔ حضرت ابوہریرہ نے پھر روایت کے مطابق قرآن مجید سے تطبیق دی کہ کالذین من قبلکُم کانو اشد منکم قوۃ (وہ قومیں جو تم سے پہلے گزری ہیں اور بالآخر اپنی گمراہیوں کے باعث ہلاک ہوئیں۔ حالانکہ تم سے کہیں زیادہ طاقت ور اور متمدن تھیں) سفیان بن عنیبہ نے کہا کہ علمار یہودیوں کی پیروی کریں گے اور عوام نصارا کی۔ بنشنر اس کے کہ یہ بتایا جائے کہ مسلمان اور ان کے مولوی طرح یہودیوں اور نصاریٰ کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہ جتلانا اشد ضروری ہے کہ یہود و نصاریٰ کن کن گمراہیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔

بنی اسرائیل کی گمراہی

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں عطا کی تھیں "انعمتُ علیکُم" و فضلتکُم علے العٰلمین" ان کو کہا لیکن اُنہوں نے اِن انعامات کی ناقدر دانی کی اور طرح طرح کی گمراہیوں میں پڑ گئے۔ ان کو وحی الٰہی پر پورا یقین نہ رہا تھا۔ خدا پر یقین نہیں رہا تھا۔ خدا کو جھُرۃً یعنی کھلے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ بت پرستی اور گؤسالہ پرستی شروع کر دی تھی۔ عبودیت و نیاز کی جگہ غفلت و غرور میں مبتلا ہو گئے تھے[1] ازراہِ ظلم و شرافت خدا کی بتلائی ہوئی بات کو دوسری بات سے بدلایا۔ غلامی اور محکومی کے دن کے بلند مقاصد کو پست کر دیا تھا۔ حقیر راحتوں کے پیچھے پڑ کر آزادی و عظمت جیسی نعمت کو بھلا بیٹھے تھے۔ شریعت کے احکام پر سچائی کے ساتھ عمل نہیں رہا

---

[1] فبدّل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھُم کے مصداق بن گئے تھے۔

تھا۔ علما نے ان سے بچنے کے لیے طرح طرح کے شرعی حیلے گھڑ لیے تھے۔ محض نمائشی طور پر ان کو پورا کر لیتے جس کی وجہ سے قردۃً خاسئین یعنی ذلیل و خوار بندروں کی طرح ہو گئے تھے۔ شریعت کی سادگی اور آسانی کو سختی اور پیچیدگی سے بدل دیا تھا۔ کثرتِ سوال اور بات بات پر جھگڑنا اُن کا شیوہ ہو گیا تھا۔ اخلاقی حالت کے انتہائی تنزل میں گر گئے تھے۔ "قست قلوبہُم"، کے الفاظ ان پر صادق آتے تھے ان کا سرمایۂ دین فقط "امانی" یعنی خوش اعتقادی کی آرزوں اور دیویوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ان کے علمائے حق ضمیر فروش ہو گئے تھے۔ دین کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت زور دیتے اور اہم احکامات کو ترک کیا کرتے تھے، نہیں بلکہ ان احکامات کی تاویل کر لیتے اور ان پر عمل کرنے سے جی چراتے اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان کی مثال ایسے گدھے سے دی جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ کمثل الحمار یحمل اسفاراً ان تمام گمراہیوں اور بدعملی کے باوجود اسرائیلیت کے غرور میں بدمست تھے۔ اپنے آپ کو "ابناء اللہ" یعنی خدا کا چہیتا بیٹا تصوّر کرتے۔ جنت کا واحد حقدار سمجھتے کہتے کہ خدا ہمیں بخش دے گا۔ سَیُغفرُ لَنَا ان کا تکیہ کلام ہو گیا تھا۔ کہتے کہ اگر خدا نے ہم کو دوزخ میں ڈالا بھی تو صرف چند دنوں کے لیے ہو گا اور وہ بھی صرف اس لیے کہ گناہ کی میل کچیل سے پاک وصاف ہو کر جنت میں جا داخل ہوں۔ قالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودات تقلید کے جمود کو اعتقاد کی پختگی خیال کرتے کہتے کہ ہمارے دل محفوظ پردے ہیں۔ ہمیں کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی۔ قلوبنا غلف۔ کتاب اللہ کی جگہ جادوگری، شعبدہ بازی اور پر معصیت عملوں نے لے لی تھی۔

نصاریٰ میں بھی اسی طرح کی کئی گمراہیاں پیدا ہو گئیں۔ اپنے دین میں غلو کرنے لگ گئے۔ اپنے نبی کو خدا کا بیٹا بنا لیا۔ دنیا کو ترک کر کے گوشہ نشینی کا آسان عمل اختیار کر لیا۔ کلیسائی گروہ بندی قائم کر لی۔ اپنے علماء

اور مشائخ کو خدا کے ہم رتبہ بنا لیا۔ اتخذوا احبارھُم ورھبانھُم اربابا من دون اللہ ۔

ان تمام گمراہیوں کا منبع اور سرچشمہ ان کے علماء مشائخ تھے جن کی گمراہیوں نے تمام قوم کو بر زقت ہدایت سے محروم کر دیا تھا۔ ان میں عالموں اور فقیہوں کا ایک گروہ تھا جو کتاب اللہ کے مطالب بیان کرتے وقت اس کے معانی میں تحریف کر دیا کرتا عوام یہ سمجھتے کہ یہ خدا کی کتاب کا بیان ہے۔ حالانکہ ان اپنی اہواء و آرا کی افترا پردازیاں ہوا کرتی تھیں۔ ان منھم لفریقاً یلوٗن السنتھُم بالکتاب لتحسبوہ من الکتاب ویقولوٗن ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولوٗن علی اللہ الکذب وھُم یعلموٗن ۔۔ اور دیکھو اہل کتاب کے مولویوں کا ایک گروہ تھا۔ جو کتابِ اللہ پڑھتے اور اس کا اُلٹ پھیر کرتے اور اس کا مطلب کچھ سے کچھ بنا لیتے تاکہ تم یہ خیال کرو۔ جو کچھ وہ سنا رہے ہیں کتابِ اللہ سے ہے۔ حالانکہ وہ قطعاً کتابِ اللہ کے احکام سے نہیں ہوتا۔ وہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ جو کچھ یہ بتلایا گیا ہے اللہ کی طرف سے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے نام سے جھُوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

ان تمام بداعمالیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیوں پر ہمیشہ کے اللہ کا غضب نازل ہوا ان پر ذلّت و نامرادی لپس دی گئی۔ خدا کا غضب خرید لیا۔ ضربت علیھم الذلتہ والمسکنتہ وباءُ وبغضبٍ من اللہ اور نصارا کو "ضالین" کا خطاب ملا۔ واغرینا بھُم العداوۃ والبغضا الی یوم القیامۃ یعنی ان کے درمیان آپس میں دشمنی اور بغض کی آگ روز قیامت تک بھڑکا دی گئی۔

مسلمانوں کی یہود و نصاریٰ والی گمراہی

آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن مجید کی یہ حیرت انگیز پیش گوئیاں کس طرح پوری ہو رہی ہیں۔ یہودیوں کو کسی ملک میں چین نہیں ملتا۔ ہر جگہ ذلیل ہو کر نکالے جا رہے ہیں۔ ابھی ابھی ہٹلر نے آسٹریا سے ان کو ذلیل کیا اور کہیں چین نصیب ہوتا بھی ہے تو "بحبل من الله و بحبل من الناس" یعنی خدا کی پناہ میں یا لوگوں کے رحم پر۔ اور نصاریٰ کی عداوت و بغض پر گزشتہ جنگِ عظیم گواہ ہے اور آج بھی ایک ملک کے انگریز دوسرے ملک کو کھانے کے لیے بیٹھے ہیں۔ اٹلی نے حبشہ کے ساتھ کیا کیا اور انگریز، جرمن، فرانس، سب میں دشمنی ہے اور روزِ قیامت تک رہے گی۔

مولوی اور مسلمان کے عمل سے بچنے کے حیلے

خیر یہ بات تو بطور ایک جملہ معترضہ کے آ گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کی گمراہیاں کس طرح اختیار کر لی ہیں۔ مسلمانوں کا وحی الٰہی پر یہودیوں کی طرح بالکل یقین نہیں رہا۔ بے عمل مولویوں اور ان کے زیرِ اثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ عقاید نسفی اور شرح وقایہ پر قرآن کے احکام سے زیادہ ایمان ہے اور ادھر مغرب زدہ انگریزی خوان کارل مارکس لینن روسو جواہر لال کی تصانیف کو قرآن سے بدرجہا بہتر قابل عمل خیال کرتے ہیں۔ ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا کی صداقت سامنے ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے یہودیوں کی طرح گؤ پرستی شروع کر دی ہے۔ گؤ پرستی پیر پرستی، مولوی پرستی پہلے سے رائج تھی۔ چند روٹی کے ٹکڑوں یا چاندی کے خزف ریزوں کے بدلے مولوی اور سیاسی لیڈر قرآن اور اسلام کو

پنپ رہے ہیں۔ ان کثیراً من الاحبار و رھبان یاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ یعنی مولویوں اور پیروں میں سے اکثر ایسے ہیں جو لوگوں کا مالِ حرام کھاتے ہیں اور ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اگر ان مولویوں اور پیروں کو عمل کے لیے کہا جائے " انفروا خفافاً و ثقالاً پر عمل کرنے کے لیے کہا جائے تو علماء یہود کی طرح حیلے اور بہانے بناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ حقیقت یہی ہے۔ صداقت موسویٰؑ سے انکار نہیں مگر فرعون کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ انگریز کے ہاں جنگی ساز و سامان بہت ہے

توپیں ہیں، مشین گنیں ہیں، ٹینکس ہیں۔ ہماری اتنی طاقت کہاں کہ مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے بیٹھے ہی رہنا بہتر ہے۔ ہاں اگر تم لڑائی کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور لڑائی کرو۔ فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون کبھی علیکم انفسکم اور لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کی قادیانی تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔ گویا ان کے نزدیک اسلام بالکل امن میں ہے اور اب کسی جہاد کی ضرورت نہیں۔ کبھی کوئی کہتا ہے۔ اذن لی ولا تفتنی۔ مجھے اجازت دے دیجیے اور فتنہ و فساد نہ ڈالیے۔ کبھی کہتے ہیں کہ مسلمان سالہا سال سے ایسی باتوں پر عمل کر رہے ہیں۔ اگر اُن کو روکا گیا تو ہماری کوئی بات بھی نہیں مانیں گے۔ ہم کو کون پوچھے گا۔ ہماری پیشوائی ختم ہو جائے گی۔ ان کثیراً من الاحبار و رھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ۔ سب کچھ کہتے ہیں مگر اصل بات نہیں کہتے کہ خدا پر ایمان نہیں رہا۔ وہ دل و جگر اور حوصلے نہیں رہے۔ خدا پر یقین نہیں رہا۔ شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون۔ شیطان نے ان کو قابو

ہیں کر لیا ہے۔ اللہ تعالٰے کا ذکر وہ بھول گئے وہ شیطان کے لشکر میں سے ہو گئے اور یاد رکھو کہ شیطان کا لشکر ہمیشہ گھاٹے میں ہی ہے۔

غرضیکہ شریعت کے احکام سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بناتے ہیں۔ جس کی وجہ سے "فردۃً خاسئین" کی جیتی جاگتی تصویریں۔ یہ میں نے صرف چند حیلے بطور مشت نمونہ از خروارے پیش کئے ہیں۔ ورنہ یہاں تو یہ حال ہے کہ ؎

گر تو بسیم شرح آں بے حد شود
مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

قہر تو یہ ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود یہ دعوے کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کتاب اللہ کے احکام ہیں۔ ھذا من الکتاب خدا کا یہی حکم ہے ھو من عند اللہ۔ لیکن مسلمانوں یاد رکھو یہ سب جھوٹ ہے۔ فریب اور مکاری ہے۔ تن آسانی کا شیوہ ہے۔ اپنی اہوا اور آرا کی افترا پردازیاں ہیں۔ ان کی اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی ہے خدا پر دیدہ دانستہ افترا ہے۔ وما ھو من عند اللہ یقولون علے الکتاب وھم یعلمون۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ وما ھو من عند اللہ۔ یہ مولوی اللہ کے نام سے جھوٹ بول رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں (یقولون علے الکذب وھم یعلمون) کتاب اللہ کے احکام چھپاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ چھپا رہے ہیں (ان کثیراً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون) ان کو تو بہر حال اپنے گنبد دستار کے لیے آئنیں چاہئیں اگرچہ خانہ شرح کی دیواریں توڑ کر بہم پہنچائی جائیں۔

عوام کے دین کا یہ حال ہے کہ بجز چند خوش اعتقادی کی آرزوؤں اور جہالت کے ولولوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں۔ تمام گمراہیوں کے باوجود یہودیوں کی طرح اپنے آپ کو خدا کے چہیتے (ابناء اللہ) سمجھتے جنت کے

واحد حق دار بنے ہوئے ہیں۔ حوروں سے ملنے کی اُمید ہے۔ کہتے ہیں کہ خدا ہمیں بخش دے گا۔ سَیُغفَرُ لَنَا۔ آگ ہمیں نہ چھوئے گی۔ اگر چھو بھی گئی تو گنتی کے چند روز۔ لن تمسنا النارُ الّا ایاماً معدودات۔ اگر ان میں کچھ اصلاح کی جائے تو کہتے ہیں ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ ہم میں اصلاح کی ضرورت نہیں۔ ہمارے اعتقاد صحیح ہیں۔ تقلید کے جمود کو اعتقاد کی پختگی اور حق کا ثبات خیال کرتے ہیں۔ قلوبنا غلف کہتے ہیں۔ مولویانہ نماز، مولویانہ روزہ، مولویانہ زکوٰۃ، مولویانہ حج کی رسمی طور پر پابندی کرتے ہیں۔ اسلامی نماز اسلامی زکوٰۃ، اسلامی روزہ، اسلامی حج پر قطعاً عمل نہیں کرتے تعویذوں گنڈوں، نجومیوں پر وحی الٰہی سے زیادہ یقین ہے۔ صوفیوں اور پیروں کا یہ تو حال ہے کہ اسلامی احکام پر عمل نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو سراسر غیر اسلامی طریقہ پر نصاریٰ کی پیروی کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنا اپنے جسم کو طرح طرح کی اذیتوں میں ڈالنا اور دوسری طاعات شاقہ مثلاً قرآنِ مجید کا ایک رات میں ختم کرنا۔ رات بھر نماز پڑھتے رہنا صوم دہر رکھنا یہ سب باتیں قوم کی اجتماعی ترقی میں حائل ہیں۔ یہ میں آپ سے کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا۔ بڑے بڑے آئمہ اور حجتہ الاسلام امام غزالی جیسے صوفی احیا العلوم اور کیمیائے سعادت میں اسی طرح لکھ گئے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رح نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابنِ تمیہؒ ابنِ قیم شاہ ولی اللہ صاحب محدث سب اسی پر متفق ہیں۔ سب کی رائے یہی ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوا۔ مفروضہ نماز ادا کرنے کے بعد "نوافل" پڑھنے شروع کئے۔ حتیٰ کہ کافی دیر ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دُرّے مار کر اس کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا کہ مسجدیں اس لیے نہیں کہ تمہیں بے کار کر دیں۔ باہر جاؤ اور کام کرو۔ اپنی بیوی اور بچوں کے لیے کماؤ۔

مسلمانو! اپنے ان تمام عملوں کو اپنے سامنے رکھو کہ آیا یہ اسلامی اعمال ہیں یا نہیں۔ مولوی کی بے عملی، اس کی حیلہ جوئی اور حیلہ سازی کام نہ کرنے کے ڈھنگ اور کتاب اللہ کے احکام کو دیدہ دانستہ چھپانا اور اپنی اہوا و آرا کی افترا پردازیاں کو قرآن کے احکام جتلانے کیا ان سب فسق و فجور کے ہوتے ہوئے جناب علامہ صاحب کے اس قول میں کچھ شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ آج کل مولوی قرآن کے ذریعہ قرآن کو مٹانا چاہتا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

مسلمانو! اب اپنے اعمال کا جائزہ لو کہ رسول خدا کی پیشین گوئی حذو القذۃ بالقذۃ اور حذو النعل بالنعل سچی ہے۔ تم اور تمہارے مولوی اس کے مصداق بن رہے ہیں فصلی اللہ علے الصادق المصدوق الذی لایخبر عن شیٔ الا وجاتی مثل فلق الصبح تمہارے مولوی حق کو چھپاتے ہیں۔ التباس حق بالباطل کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ حق فروش ہو گئے ہیں۔ تمہارا سرمایہ دین چند جہالت کی آرزوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں جبکہ مالک یوم الدین کا قہر و غضب تم نے خرید لیا ہے۔ ذلت و مسکنت تم پر لیپس دی گئی ہے۔ غلامی اور محکومی کی آگ میں پڑ کر وما ہم بخارجین من النار کا سماں بندھ گیا ہے۔ پیپ جیبھڑے اور جوئیں تمہاری جزوِ بدن ہو رہی ہے۔ سیاسی انحطاط کے اسفل السافلین میں گر چکے ہو۔ اخلاقی حالت انتہائی تنزل میں ہے۔ انتہائی انفرادی کمزوریاں اور بیماریاں لاحق ہو گئی ہیں۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن کی جگہ ہزار ہا خداؤں، ہزار ہا رسولوں، ہزار ہا قرآنوں کو مان رہے ہیں۔ ایک اللہ کا بندہ (علامہ مشرقی) اٹھا ہے تاکہ تم کو ذلت و نکبت سے نکالے تم کو نارِ جہنم سے نکال کر جنت الارض میں داخل کرے۔ اسفل السافلین کی پستی سے اٹھا کر اعلے علیین کی بلندی پر لے آئے۔ وہ تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ تم

سے چندہ نہیں مانگتا۔ صرف یہی چاہتا ہے کہ سب اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ کر متحد ہو جاؤ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا پر کار بند ہو جاؤ۔ اعبدو ولا تشرکوا بہٖ شیأً پر عمل کرو۔ وہ صرف انفروا خفافاً و ثقالاً ففروا الی اللہ اور "واستبقوا الخیرات" کی صدا بلند کرتا ہے۔ یہ سب اس لیے کہ تم روئے زمین کے بادشاہ بنو۔ اپنے آپ کو "اعلون" ثابت کر دو۔ جب تمہارے نادان اور کم سمجھ مولوی یہ سنتے ہیں تو شور مچانے لگ جاتے ہیں کہ عنایت اللہ تو کافر ہے۔ اس کے عقیدے درست نہیں۔ یہ اپنی برتری جتلانے کے لیے امیر بن جاتا ہے۔ ہو نہ ہو تحریک کے چلانے میں کوئی اس کی ذاتی غرض پوشیدہ ہے۔ نئی نئی باتیں بتلاتا ہے۔ اطیعوا الرسول کے معنی اطاعتِ امیر لیتا ہے۔ ہم نے تو ایسی باتیں کبھی نہیں سنیں اور نہ ہی باپ دادا سے ایسا کہتے سنا۔ یہ بیلچہ کیا بلا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی ہتھیار ہے۔ اگر ہتھیار اٹھانا ہی تھا، تلوار، بندوق اٹھاتے، مارچ کرنے سے بھلا کیا عمل پیدا ہوتا ہے۔ "چپ راست" کہنا کیا تمہیں عامل بنا دے گا۔

مسلمانو! یہ کوئی نئے اعتراض نہیں۔ تمام داعیانِ حق اور ان کی جماعت پر یہی اعتراض کئے گئے جو آج کل خاکسار تحریک اور ان کے قائد پر کئے جاتے ہیں۔ بل قالوا مثل ما قال الاولون۔ قد خلت سنت الاولین ان داعیانِ صداقت کو بھی یہی کہا گیا کہ یہ ہم پر برتری جتلانا چاہتے ہیں۔ ہم سے افضل ہونا چاہتے ہیں۔ یرید ان یتفضل علینا ہو نہ ہو ان کی کوئی ذاتی غرض پوشیدہ ہے۔ ورنہ اتنی تکالیف کیوں اٹھاتے ان ھذا لشیٔ یراد۔ یہ نیا دین پیش کر رہے ہیں اور نئی نئی چیزیں ان کو سوجھی ہیں۔ ان ھذا الا اختلاق ہم نے یہ باتیں کبھی نہیں سُنی تھیں۔ ما وجدنا علیہ آباءنا۔ ہمارے باپ دادا نے یہ کام کبھی نہیں کیا تھا۔

تم اور تمہارے باپ دادا کیا جانیں کہ دین اسلام کیا چیز ہے۔ اولو

کان اباؤهم یعقلون شیأً ولا یهتدون۔ تم سفہا الاحلام اور حدثاء الاسنان بیلچہ اٹھانا کیا جانو تم اور تمہارے سیاسی لیڈر تو مرکب قلم کو میدانِ قرطاس پر دوڑانے کے عادی ہیں۔ نوکِ قلم کو نوکِ سنان سمجھتے ہیں۔ تم بیلچے کی حقیقت کیا سمجھو۔ رسول خدا کا اسے کئی روز اپنے دستِ مبارک میں رکھنا اور پتھر مار کر فرمانا کہ میری اُمت کو سلطنتِ روم، ایران اور شام کی کنجیاں مل گئیں۔ تم اس ارشادِ نبوی کی حکمت کیا سمجھو۔ اگر تم کچھ سمجھ سکتے ہو تو یہ کہ قرآن مُردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے ہے یا صبح اُٹھ کر پڑھنے کے لیے یا تعویذ اور گنڈوں کے لیے۔ تم تو یہی جانتے ہو کہ جس نے ایک خاص وضع کی داڑھی رکھ لی اور اس کے ماتھے پر محراب عیاں ہو، خواہ اس نے زمین پر ماتھا رگڑ رگڑ کر اپنا تقدس جتلانے کے لیے خود پیدا کیا ہو تو اسے تم فوراً کہہ دو کہ یہ اسلامی صورت ہے۔ اگر کوئی خذوا حذرکم کے محاکمہ خدا کو پورا کرنے کے لیے اس حالت میں جب کہ تلوار ہر صوبہ میں آزاد نہیں۔ توپ و تفنگ کی استطاعت نہیں۔ بیلچہ اٹھاتا ہے تو تم فوراً اعتراض کر دیتے ہو۔ ہاں تم مارچ کرنا کیا جانو تمہارے تن آسان اور آرام پسند مولوی اور پیر جو مسجدوں اور خانقاہوں سے باہر نہیں نکلتے اور روئی میں لپٹی ہوئی روحانیت کے مدعی ہیں۔ کیا سمجھیں کہ میدان والا معاملہ کیا ہوتا ہے۔ یاد رکھو جب مشرکینِ مکہ رسولِ خدا کو نماز پڑھتے دیکھتے تو اس طرح استہزا کرتے کہتے کہ یہ اٹھک بیٹھک کیسی ہے ہم تو ان سے کہیں زیادہ ڈنڈ پیل سکتے ہیں۔ نادانو! کہیں یہ تمہارا استہزا مشرکینِ مکہ کا سا استہزا تو نہیں۔ اے خدا اس قوم کو کیا ہو گیا کہ ذرا سی بات بھی نہیں سمجھ سکتی۔ فما لھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔

اور اگر پھر ان کو کہا جائے کہ اگر بیلچہ آپ کے نزدیک قابل "حقارت" اوزار ہے تو تم خود تلوار بندوق کیوں نہیں اٹھاتے تو چپ سادھ لیتے ہیں۔ مبہوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ فبہت الذی کفر کا منظر پیدا ہو جاتا ہے اور ان

کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز تبسم دکھائی دیتا ہے۔ ہاں، تم اپنے دین فروش مولویوں، پیروں اور نام نہاد سیاسی لیڈروں سے علامہ مشرقی کا کیا مقابلہ کر سکتے ہو۔ تمہارے مولوی اور پیر چند روٹی کے ٹکڑوں اور چاندی کے خزف ریزوں کے نیچے اسلام کو غیروں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں اور تمہارے سیاسی لیڈر ہمہ تن اس بات میں دن رات کوشاں ہیں کہ کہیں انگریز خفا نہ ہو جائے۔ انگریز سے انکم لمن المقربین (یعنی تم ہمارے مقربین میں سے ہو) کی فرعونی صدا آتی رہے اور اس کی غلامی کا تمغہ ہمیشہ سینہ پر لگا رہے اور انگریز کے سامنے عشتہ مُسَنّدَہ گاڑھے ہوئے ستون کس طرح ساکت و صامت بیٹھ جائے۔ تمہارے دینی پیشوا اور سیاسی لیڈر دو ہزار ملکہ چار ہزار کی ماہوار ملازمت کو چھوڑنا کیا جانیں۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں پھرنا اور "ذلت" اٹھانا، کیا سمجھیں۔ مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں سے باہر نہ نکلنے والے پیر اور مولوی کیا جانیں کہ مرد میدان بننا اور صاحب عزیمت ہونا کیا ہوتا ہے۔ وہ بے چارے تو ضَرَبَ ضَرَبَا ضَرَبُوا کی گردان میں مصروف ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ فضرب الرقاب (یعنی دشمنان اسلام سے جہاں کہیں تمہاری مٹھ بھیڑ ہو جائے بلا تامل ان کی گردنیں اڑا دو) انہیں کیا خبر کہ اس مرد خدا نے یہ سب کچھ کس لیے کیا۔ اپنوں اور غیروں کے طعنے کس لئے سنے۔ نادانو! صرف اس لیے کہ تم روئے زمین کے بادشاہ بنو دین خدا کا بول بالا ہو۔ محمدؐ کی اُمّت کی آبرو رہ جائے۔ صرف اس لیے اس نے دنیا کی تمام لذتیں قربان کر دیں۔ سوائے خدا اور اسلام کے کسی چیز کے واسطہ نہ رہا ؎

دو عالم از اثر شعلہ جمالش سوخت
بجز متاع محبّت کہ در پناہ من است

تمام زہاد وقت جنہیں تسبیح ہزار دانہ کی گردش سے فرصت نہیں ملتی اور ہنگامہ ساز ان مدارس جو جدل و خلاف میں منہمک ہیں جو محمد بن عبداللہ

علے الصلوٰۃ والتسلیمات کے علوم صادقہ کو مہجور اور متروک کئے بیٹھے ہیں، اور ارسطا طالیس کی مظنونات کو وسیلہ نجات خیال کرتے ہیں اور جن کی نماز پڑھتے وقت تمام تر توجہ قرآن خوانی اور خوش الحانی پر ہوتی ہے اور ترنم کے غیر اسلامی عنصر کو نماز کا اہم جزو یقین کر لیا ہے۔ ان کو ذرا بھی نہیں سوجھتا کہ یہ سارے کارخانے اور ہنگامے اگر اس لیے ہیں۔ لتکون کلمتہ اللہ ھی العلیا سو جب وہ سرنگوں ہو گیا تو اس تمام بے روح علم اور بے نفع عمل کا کیا فائدہ رسولِ خدا اللہ تعالےٰ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھمّ انی اعوذبکَ من العِلم لاینفع یا اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں۔ جس علم کا کوئی نفع نہ ہو۔

یہ حدیث ان انگریزی جوانوں کے لیے باعثِ عبرت جو علم کا مقصد صرف یہی بتاتے ہیں کہ Art for the Knowledge for those sake of art for Sake of Knowledge ان پست ذہنیت مولویوں اور پیروں جو تہہ خانوں اور ابواب ومحاریب کے نیچے رہتے ہیں۔ کیا خبر کہ پہاڑوں اور بلندیوں پر بسنے والے کس عزم وہمت کے مالک ہوتے ہیں۔ سورج جب مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ بلندیوں پر رہنے والے فوراً اس کی کرنیں اور شعاعیں دیکھ لیتے ہیں۔ تہہ خانوں اور پستیوں میں رہنے والوں کو سورج کی کرنیں دوپہر کے وقت بھی نظر نہیں پڑتی۔ یہی حال ان کا ہے۔ ممکن ہے کہ والنہار اذا تجلّٰی کی روشنی ان تک پہنچے۔ (اگرچہ مجھے اس میں بھی شک ہے کیونکہ خدا کی کچھ مخلوق ایسی ہے جس کی اس وقت آنکھیں چندھیا جاتی ہیں تو چھت یا دیوار کے سوراخوں میں چھپی رہتی ہے) ورنہ والفجر اور والضحیٰ کی نورانیت تو ان کے واللیل اذا یغشیٰ کا حکم رکھتی ہے۔

ہم کیا کر رہے ہیں

مسلمانو! تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے مولوی، پیر، سیاسی لیڈر تمہیں اپنے پیچھے لگا کر تمہاری عمریں برباد کر رہے ہیں۔ تم کو مولویانہ اور "سیاسیانہ" بھول بھلیوں میں رکھ کر غلبۂ اسلام کے اصلی نصب العین سے ہٹا رہے ہیں۔ اب آؤ اور دیکھو کہ ہم خاکسار کیا کر رہے ہیں۔ نبی کے فرمان پر عمل کر رہے ہیں، خدا کے احکام پر عمل کر رہے ہیں۔ قرآن پر عمل کر رہے ہیں، مولویانہ اسلام کو چھوڑ کر نبوی اسلام اختیار کر رہے ہیں۔ مولویانہ زکوٰۃ کو چھوڑ کر اسلامی زکوٰۃ کو اپنے خون سے زندہ کر رہے ہیں قوم میں اتحاد اور تنظیم پیدا کر رہے ہیں۔ اپنے لوٹے ہوئے گھر کی مرمت کر رہے ہیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا کی عملی تفسیر کر رہے ہیں۔ برادر اقوام سے رواداری برت رہے ہیں۔ مخلوقِ خدا کی عملی خدمت بغیر کسی معاوضہ کے کر رہے ہیں۔ لا تسئلکم علیہ من اجر کی پیغمبرانہ شان کو دہرا رہے ہیں۔ غفلتوں اور سستیوں کو دور کر رہے ہیں۔ شیطانی اور نفسانی جذبات کی جگہ روحانی جذبات پیدا کر رہے ہیں۔ تمہارے دینی اور سیاسی لیڈر مدت سے صرف قلمی جہاد میں مصروف تھے اور صرف اسی کا پرچار کیا کرتے تھے۔ ہم اس قلمی جہاد کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف کے حوصلے دل و جگر پیدا کر رہے ہیں۔ رحماء بینہم و اشداء علی الکفار کی عملی تعلیم دے رہے ہیں۔ ہاں وہی جہاد بالسیف جو خدا کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے اور آج جس پر فریب خوردہ، حیلہ جو اور تن آسان مولوی کے نزدیک عمل کرنا چنداں ضروری نہیں رہا۔ صحابہ کرام رحمہ اللہ علیہ اجمعین ایک بار آپس میں بحث کر رہے تھے کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل افضل ہے۔ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ۔ آسمان سے سورۃ "الصف" اتری۔ خداوند تعالےٰ نے کہا کہ اسے ایمان والو! یونہی لفظی بحثوں میں کیوں پڑے ہو۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو

جن پر عمل نہیں کرتے لِمَ تقولُونَ مالا تفعلون۔ اگر تمہیں عمل کرنے کی خواہش ہے اور یہ جاننا چاہتے ہو کہ افضل ترین عمل کون سا ہے تو غور سے سُن لو کہ ان اللہ یحب الذین یقاتلونَ فی سبیلہٖ صفاً کا نّھُم بنیانٌ مرصوص۔ خدا کے دوست وہ ہیں۔ خدا کے محبوب وہ انسان ہیں جو اسی کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور اس حالت میں ایک صف بنائی ہوئی ہوتی ہے اور وہ صف اتنی مضبوط ہوتی ہے جیسا کہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

ہاں اسی جہاد بالسیف کی تیاری کر رہے ہیں۔ انگریز ملّا، مولوی ان کے زیرِ اثر لوگوں، مولویانہ ذہنیت والوں، دین میں رخنہ ڈالتے والوں کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ ہمیں اپنے خدا کے وعدوں پر پورا یقین ہے۔ وہ یقیناً ہماری مدد کرے گا۔ کیونکہ ہم اس کے دین کے غلبہ کی خاطر جانیں لڑا رہے ہیں۔ لیظہرہ علے دین کُلہٖ کو سچّا ثابت کرنے کی عملی سعی کر رہے ہیں۔ ہمارا خدا ہمارے عمل ضائع نہیں کرے گا۔ انی لا اضیع عمل من ذکرا و انثیٰ۔ اگر زمین موافق نہیں تو کچھ پروا نہیں۔ آسمان نیچے اترے گا۔ اگر انسان ہمارے ساتھ چلنے سے انکاری ہوں گے تو فرشتے ہمارا ساتھ دیں گے۔ اگر چلنے والے کم ہوں گے تو درخت ہمارے ساتھ چلیں گے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہو جائیں گی تو پتھر ہماری دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اگر دشمنوں کی مخالفت کا زور ہو گا تو کچھ پروا نہیں کیونکہ آسمان پر چمکتی اور کوندتی ہوئی بجلیوں کا بھی کچھ شمار نہیں۔ ہم میں صداقت موسوی ہے اس لیے دشمنوں کو نزولِ صاعقہ کا انتظار کرنا چاہیئے یہ سب کچھ اس لیے ہو گا کہ اللہ تعالےٰ اپنے کلمہ کے اعلان کے لیے کسی کا محتاج نہیں۔ ہم خدا کے فضل سے بڑھ رہے ہیں۔ واستویٰ واستغلظ کا سماں پیدا ہو رہا ہے۔ مخالفین ہماری بے پناہ بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اپنی انگلیاں غصے سے کاٹتے ہیں۔ یعضون انا ملھم من الغیظ کا کافرانہ عمل کرتے ہیں۔ ان مخالفین سے کہہ دو کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ بالآخر ہو کر

رہے گا۔ تم غصہ سے مرجاؤ۔ قل موتوا بغیظکم اس میں کچھ شک نہیں کہ
چند علما ایسے ہیں جن کا ہمارے ساتھ اختلاف دیانت داری پر مبنی ہے۔
یہ سوا سوا خود قرآن میں موجود ہے یعنی سب علما ایک جیسے نہیں۔ منھم
امۃ مقتصدۃ وکثیرٌ منھم ساء ما یعملون لیکن جن کو امت مقتصدۃ
کہا جا سکے۔ وہ تھوڑے ہیں۔ اکثریت ان کی ہے جو کہ بے عمل نہیں بلکہ بدعمل ہیں۔
(کثیر منھم ساء ما یعملون) ائمۃ ید عون الی النار ایسے پیشوا ہیں جو فرقہ بندی
کی آگ کی طرف بلاتے ہیں۔

مسلمان کی نجات کس میں ہے

مسلمانو! اب تمہارے لیے دو راستے ہیں۔ تیسرا راستہ بالکل کوئی نہیں یا تو
تم کتاب اللہ کا انکار کرو یا پھر اس پر عملی یقین رکھو۔ من شاء فلیومن ومن
شا فلیکفر قرآن پر عملی یقین یہ ہے کہ تمام متحد ہو جاؤ۔ بے پناہ تنظیم پیدا کرو
سپاہیانہ زندگی اختیار کرو۔ مجاہد بنو۔ فرقہ بندی چھوڑ دو۔ تمہارے نبی کا فرمان
ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ پیدا ہوں گے۔ ان میں اچھی باتیں بھی ہوں گی اور بری
بھی پھر دوزخ کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے۔ دعاۃ علی ابواب جھنم
اس وقت تمہیں جماعت اور امام کا ساتھ دینا چاہیے۔ اگر وہ وقت آجائے کہ
جماعت نہ رہے تو فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ
حتے یدرکک الموت وانت علی ذالک (اخرجہ الشیخان) تو ان تمام
فرقوں سے الگ ہو کر رہو۔ اگرچہ ایسا کرنے میں تمہاری غربت دبے کسی کا یہ
حال ہو جائے کہ درخت کی جڑ چبا کر وقت کاٹنا پڑے۔ پھر بھی ان سے
الگ رہو، یہاں تک کہ تم پر موت آجائے۔ خود قرآن نے فرقہ بند لوگوں کو مشرک
کہا ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ مشرک کی حتماً بخشش نہیں ہو گی۔ فرقہ بندی
کو عذاب بتلایا ہے۔ اب غور کرو کہ تم کتنے فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہو۔ حنفی،

شافعی، مالکی، حنبلی طرح طرح کے نام تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیے ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری ان ھی الا اسما سمیتموھا انتم و آباءکم وما نزل اللہ بھا من سلطان۔ ھو سماکم المسلمین پر تمہارا عمل نہیں رہا جس کی وجہ سے "سفہ نفسہ" یعنی عقل کے اندھے ہو گئے ہو۔ اب تمہارے لیے صرف یہ راستہ ہے کہ تمام فرقوں سے بیزاری کا اعلان کر دو۔ تمام برے مولویوں، پیروں ان کے زیر اثر لوگوں، مولویانہ ذہنیت والوں اپنے ظالم لیڈروں سے قطع تعلق کرو۔ اپنے نبی کے فرمان کے مطابق جماعت اور امام کا ساتھ دو جس کا اس وقت صحیح منظر صرف خاکسار تحریک ہے۔ اس لیے اس ہی آج ہی "افواجاً" شامل ہو جاؤ۔ پھر دیکھو تمہاری بگڑی کس طرح بنتی ہے۔ تعالو الی کلمۃٍ سوا بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً و لا نتخذا بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ فان تولو اما ن

آؤ ہم اپنے تمام اختلاف و نزع کو چھوڑ دیں اور ایسی بات جس پر ہمارا اور تمہارا دونوں کا اتفاق ہے اتحاد پیدا کریں۔ ہم سب مل کر اللہ کے آگے جھک جائیں۔ صرف خدا کی چاکری کریں۔ اس کے دین کے غلبہ کی خاطر جانیں لڑا دیں کہ اصل عبادت یہی ہے۔ کسی چیز اور شئے کو اپنا شریک نہ بنائیں۔ خدا کو چھوڑ کر کسی اپنے جیسے انسان، کسی مولوی، کسی پیر، کسی انگریز کو دوسرا خدا نہ بنائیں اور اگر تم اس بات سے پھر و تو گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ ہم نے اپنے تئیں اللہ کے سپرد کر دیں (بانا مسلمون) مسلمانو! اگر ایسا کیا تو نہایت ہی قلیل مدت میں روئے زمین کے پھر ایک دفعہ بادشاہ بن جاؤ گے۔ فھل من مذکر ہے کوئی جو نصیحت پکڑے۔

(پروفیسر) سید اللہ بخش شاہ (ایم۔ اے ایل ایل بی)
متعلم مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ

دنیا کے پانچ کروڑ مولوی
اور ملا پیر اور فقیر،
ھادی اور دیندار، خدا
کی گود میں آئے دن بیٹھنے کا
دعوے کرنے اور خدا کے
عرشِ عظیم کا راز روزانہ
اپنے مریدوں پر ظاہر کرنے
کے باوجود دو سو برس
سے دنیا کے سب سے بڑے
اور سب سے آخری نبی
صلعم ذلیل ہوئی ہوئی
اُمّت کو بلند کر کے
اس کی لاج رکھنے کا ادنیٰ
راز نہ پا سکے :

ماخوذ از خطاب
ملا کی مذہب سے بیخبری

علامہ المشرقی رح

مگر افسوس! اب اس امت
کے علمائے سُو کو دیکھو
کس طرح دھڑا دھڑ کفر کے
دے رہے ہیں ۔ خدا جانے
مسلمانوں کو کافر بنانے
میں اِن ظالموں کو کیا
مزہ آتا ہے ۔ میں تو ان
مولویوں کی حالت اور دردناک
جہالت پر سخت حیران ہوں
... حبیب اللہ خان

پڑھنے والوں سے

ادارہ "التذکرہ" پبلیکیشنز
آپ کا بیحد مشکور ہوگا
کہ اگر آپ ہمیں اس کتاب
اس کے مواد، ڈیزائن اور طباعت
اور ٹائیٹل وغیرہ وغیرہ
کے بارے میں اپنی رائے
لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی
اگر آپ کوئی مشورہ دے
دے سکیں تو ہم آپ کے
انتہائی ممنون ہونگے۔

ہمارا پتہ
التذکرہ پبلیکیشنز
المشرقی ہاؤس
۳۴ - ذیلدار روڈ، اچھرہ
لاہور۔ فون: ۴۱۱۲۲۸

میرے خانہ بدوش خاکسار سپاہیو اور مسلمان بھائیو! میں آپ سب کو صدق دل سے مبارک باد دیتا ہوں کہ ضلع کوہاٹ کا کیمپ نہایت شان وشوکت اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اگرچہ چند ایک خاص وجوہ کی بنا پر ابتداء میں مجھے اتنی کامیابی کی اُمید نہ تھی۔ مگر آپ نے گزشتہ تین روز کی مسلسل آزمائش سے ثابت کر دیا ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو عنقریب ضلع کوہاٹ صوبہ سرحد کے دیگر اضلاع سے گوئے سبقت لے جائے گا۔ آپ کی اس کامیابی میں قدرت آپ کی زبردست معاون ہے۔ کیونکہ ضلع کوہاٹ ایک مردم خیز علاقہ ہے جو خاکسار تحریک کی نشوونما کے لیئے نہایت موزوں ہے۔ جغرافیائی نقطہ نظر سے شاید ہی کوئی اور علاقہ ہے جو خاکسار تحریک کے لیے اس سے بہتر اور زیادہ زرخیز ہو۔ اگر مغرب کی طرف سے وہ علاقہ غیر سے ملحق ہو کر آزادی کے ہوا کے جھونکوں سے مسرور ہو رہا ہے تو مشرق کی طرف سے وہ

پنجاب جو آج کل خاکسار تحریک کا مرکز ہے، سے مل کر تمام ہندوستان کی آزادی کی تحریک کا پیغام صبح و شام یہاں کے بسنے والوں کو سناتا ہے۔ اگر شمال کو ضلع پشاور جو خاکسار تحریک کا گہوارہ ہے سے بغلگیر ہو کر اس تحریک کی بے پناہ موجوں کو اپنے آپ میں جذب کرتا ہے تو جنوب کی طرف اس کو ضلع بنوں جیسے آزاد منش اور اسلام پرور علاقہ کے ساتھ دائمی پڑوس کا فخر حاصل ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام ضلع کوہاٹ بذاتِ خود ایک مکمل تیار قلعہ ہے جو خاکسار تحریک کے لیے نہایت ہی موزوں جگہ ہے۔ اس کے چاروں طرف قلعہ نلون کی فصیل کی طرح پہاڑوں کی قدرتی چار دیواری ہے۔ جس کے چار دروازے مشرق کو خوشحال گڑھ، مغرب کو ٹل، جنوب کو بہادر خیل اور شمال کو کوتل ہیں۔

عسکری نقطۂ نظر سے کوہاٹ کی اہمیّت

تواریخی نقطہ نگاہ سے بھی ضلع کوہاٹ سے بہتر و موزوں تر جگہ ملنا محال ہے۔ یہاں کی قوم ایک تیار مکمل اور منظم جیش ہے آباؤ اجداد سے سپاہ گری اس کا موروثی پیشہ ہے۔ کوئی شہر کوئی قصبہ اور کوئی موضع حتیٰ کہ کوئی گھر ایسا نہیں جس میں چند فوجی نوکر یا پنشنر نہ ہوں۔ افواجِ ہند کی تقریباً تمام شاخوں میں ضلع کوہاٹ کے باشندے نظر آتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی روزانہ خانگی زندگی بھی تقریباً تقریباً عسکری زندگی ہے، فوجیت و عسکریت ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

ہاں کوہاٹ کے لوگ بحیثیت مجموعی ایک تیار فوج ہے۔ لیکن ابھی تک وہ خدا کی فوج نہیں بلکہ کسی اور کی فوج ہے۔ بے مزد فوج نہیں پیسوں کی فوج ہے۔ ہم نے جو کام اس وقت ان سے لینا ہے وہ یہ ہے کہ اُن کو خدا کی بے مزد فوج بنانا ہے اور خاکسار تحریک میں شامل کر کے ان سے ہراوّل کا کام لینا ہے۔ یہ کام بمقابلہ دیگر اضلاعِ سرحد کے یہاں

زیادہ آسانی اور کامیابی سے سرانجام ہو سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج کوہاٹ کے لوگوں اور اسی مجمع میں جو اس وقت یہاں جمع ہوا ہے میں ایک گونہ تڑپ دیکھ رہا ہوں اور یہی تڑپ اگر خدا نے چاہا چند ہی دنوں میں ایک بے پناہ اور نہ رکنے والی تحریک کی شکل میں نمودار ہوگی۔ خدا وہ دن جلد لائے۔ آمین!

مولویانِ سوء کی طرف سے کفر کی بارش

اگرچہ ایک طرف جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ تحریک کی کامیابی کے لیے کافی سے زیادہ مواد یہاں موجود ہے تو دوسری طرف قدرت نے ان کی آزمائش کے لیے ایک اور چیز بھی ساتھ ساتھ پیدا کر دی ہے اور وہ چیز ان مولویوں کا گروہ ہے جس نے تکفیر کے تیر ہم پر ہر طرف سے برسانے شروع کر دیئے ہیں یہ کوئی نیا حربہ نہیں روزِ ازل سے ہی اُن کو نصیب میں یہی ہتھیار ملا ہے جسے وہ سخت مایوسی کی حالت میں اپنے غیر اسلامی چودھرین کو برقرار رکھنے کے لیے مصلحین وقت کے خلاف وقتاً فوقتاً استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور ہی سے اس بے بس گروہ نے نہایت مقتدر ہستیوں کے خلاف یہ حربہ بڑی بے دردی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ہمارے مجتہدینِ وقت یعنی امام اعظمؒ صاحب، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ صاحب ان کے اس حملہ سے محفوظ نہ رہ سکے، ان پر کفر کے فتوے اس گروہ نے جس طریقہ سے لگائے ہیں۔ وہ بجائے خود ایک دردناک طویل کہانی ہے۔ غازی مصطفٰے کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکی کو جس نے بیمار ترکی قوم کو آج یورپ کے ترقی یافتہ و مہذب ترین اقوام کی صف میں شانہ بہ شانہ کھڑا کر دیا ہے۔ اسی بدبخت گروہ نے کافر، باغی اور واجب القتل قرار دیا۔ غازی عبدالعزیز ابن سعود والئے حجاز کو جس نے سرزمین عرب کو شریف حسین کی خلافِ اسلام کارروائیوں سے پاک کر دیا ہے۔ اسی گروہ نے کافر ٹھہرایا۔ غازی امان اللہ خان سابق شاہ

افغانستان جس کی ذات والا پر تمام اسلامی مل بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ آج اسی ظالم گروہ کے ہاتھ سے غریب الوطنی میں مجروح پڑا ہے۔ تاجدار ایران رضا شاہ پہلوی جس نے اپنے ملک کو دشمنوں کی سازشوں سے بچا کر اصلی معنوں میں آزاد کر دیا ہے۔ اس گروہ کے حملوں سے نہ بچ سکا۔ پین اسلام ازم یعنی اتحاد اسلامی کا بانی فخر اسلام جمال الدین افغانی جس کی شہرت آج تک ایشیا، یورپ اور امریکہ کی دنیا میں گونج رہی ہے۔ اسی غدار گروہ کے ہاتھوں نالاں تھا۔ دُور کیوں جائیے ہندوستان ہی کو لیجئے۔ سر سید احمدؒ جن کی ذات کی وجہ سے آج ہندوستان میں مسلمان رہنے کے قابل ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو خدا جانے ہماری قوم کی آج کیا حالت ہوتی۔ پر اسی گروہ نے کفر کے تیروں کی بارش برسائی تھی۔

فخر اسلام سر محمد اقبال مرحوم جس پایہ کے فلاسفر شاعر اور عالم ادبی دنیا میں شاید ہی اس صدی میں پیدا ہوا ہو۔ اس گروہ کی آنکھوں میں خار تھا اور کافر۔ حضرت مولوی شاہ سلیمان پھلواریؒ بانیٔ ندوۃ العلماء مولوی شبلیؒ مولوی محمد علی مونگیریؒ، مولوی نظام الدین جھجریؒ جیسی مقتدر ہستیاں اس گروہ کے خیال میں کافر تھیں۔

کافر گری کے خلاف رسول صلعم کی تنبیہیں

اگر آج تک اس گروہ کا شیوہ ایسا ہی رہا ہے جیسا کہ میں نے ابھی اوپر ذکر کر دیا ہے تو ہم جیسے روسیاہ لوگوں کے برخلاف کفر، شرک اور الحاد وغیرہ وغیرہ کے فتوے اگر وہ لگائیں تو ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ آپ لوگوں کا ایک گونہ امتحان ایمان ہے اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اس امتحان میں اگر خدا کو منظور ہوا تو آپ ضرور کامیاب ہوں گے اور یہ گروہ اسی طرح رُوسیاہ رہے گا۔ یاد رہے کہ اس گروہ میں وہ علمائے حق اور علمائے ربانی شامل نہیں جن کی ہم تہہ دل سے عزت و احترام کرتے ہیں۔ جن کو

ہم امام قوم جانشین مصلے رسول گدی نشین خلفائے راشدین، سرداران اسلام مانتے ہیں۔ جن کو ہم سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں جو اسوہ حسنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن شریف پر خود عمل کرکے مسلمانوں سے ان پر عمل کرواتے ہیں وہ اس گروہ میں شامل نہیں۔ اس گروہ میں صرف وہ علمارسو شامل ہیں۔ جن کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں یوں فرمایا ہے: قال النبی ویلٌ لامتی من علماء السوء (حاکم) ترجمہ۔ حضور نے فرمایا ہے کہ علمائے سوء کا وجود میری امت کے لیے تباہ کن اور افسوس ناک ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔ عن ثوبان قال قال النبی انما اخاف اعلےٰ امتی ائمۃ المضلین (ترمذی) ترجمہ حضور نے فرمایا ہے کہ میں اپنی امت کے لیے گمراہ اماموں (عالموں اور پیشواؤں) سے بہت ڈرتا ہوں۔ ان کے روزِ قیامت کی سزا کی بابت یوں فرمایا ہے۔

اِنّ فی جہنّم احیٰ تطحن علماء السوء طحناً (ابن عساکر) ترجمہ۔ ارشاد ہوتا ہے کہ دوزخ کے اندر ایک چکّی ہے جس کے اندر علمار سو کو ان کی بد عملی کے بدلہ میں پیسا جائے گا۔ اس گروہ کے غلط فتوے دینے پر ارشادِ نبوی یوں ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی انما قال من افتیٰ افتیا بغیر تبت فانما علےٰ من افتاہ (ابن ماجہ) ترجمہ۔ حضور نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی ثبوت و دلیل کے بغیر (غلط) فتوےٰ دیا اس کا گناہ فتوے دینے والے پر ہوگا۔

یہاں مجھے ایک تاریخی واقعہ یاد آگیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید ایک دشمن پر تلوار اٹھاتے ہیں اور وہ جھٹ کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے اور حضرت خالد یہ فرماکر کہ.... ہاں تلوار کے خوف سے اسلام لاتا ہے اس کی گردن اڑا دیتے ہیں۔ آں حضرت کو خبر ہوتی ہے تو بار بار ہاتھ اٹھاکر فرماتے ہیں کہ خداوندا خالدؓ نے جو کچھ کیا ہے۔ میں اس سے بری ہوں اور حضرت خالدؓ سے متعدد بار فرماتے ہیں کہ ھلاَ شققت قلبہ۔ ترجمہ۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا

کہ وہ تلوار کے ڈر سے ایمان لایا ہے۔ یہ گفتگو حضور اکرم کی کچھ ایسے تُرش انداز سے ہوئی تھی کہ حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اے کاش، آج سے پہلے میں ایمان ہی نہ لایا ہوتا۔ جو یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی۔ اللہ اللہ تکفیر کے خطرناک راستہ سے بچنے کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی کس کس طریقہ سے تعلیم فرماتے ہیں حالانکہ عقلاً دیکھو تو خالد کا یہ فعل بظاہر بعید از فراست نہیں۔ جوشِ ایمان تھا۔ مگر اُف، اب اس اُمت کے علمار سو رکو دیکھو، کہ

کس طرح دھڑا دھڑ کفر کے فتوے دیا کرتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا۔ جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے بھی بے ایمان، کافر مت کہو۔ یعنی اگر تم اعلےٰ درجہ البصیرت سے خارج اور غیر مومن سمجھتے ہو تو عمل میں ہوشیار رہو، چوکس رہو، لیکن کافر مشرک کہہ کر اپنی زبان آلودہ نہ کرو۔ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من افتی الناس بغیر علم لعنۃ الملٰئکۃ (حاکم) ترجمہ: جس بے علم شخص نے لوگوں پر فتوے دیا۔ اُس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ لانکفر احدا من اھل القبلہ۔ ہم کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے، لیکن ہمارے علمائے چن چن کر اہل قبلہ ہی کے پیچھے پڑے ہیں۔ پہلے ۹۹ علامتیں کفر کی اور ایک اسلام کی دیکھ کر مُسلم سمجھا جاتا ہے اور اب ۹۹ علامات اسلام کی اور صرف ایک علامت کفر کی (وہ بھی تاویل) سمجھ کر دھڑ سے کفر کا فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے۔ خدا جانے مسلمان کو کافر بنانے میں ان ظالموں کو کیا مزہ آتا ہے۔ میں تو ان مولویوں کی حالت پر سخت حیران ہوں۔

خاکسار تحریک عین اسلام ہے

حضرات! قرآن کا فتوے ہے کہ خاکسار بشرطیکہ وہ کتاب پاک پر عامل

ہو جیسا کہ خاکسار کا عملی پروگرام اور مقصد ہے۔ مسلمان ہے۔ مولوی کہتا ہے کہ خاکسار کافر ہے۔ اُس کا فیصلہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آیا قرآن معاذ اللہ جھوٹا ہے یا یہ مولوی قطع نظر اس کے میں آپ کے سامنے ایک عقلی اور عام فہم دلیل مختصراً رکھتا ہوں۔ کُفر، شرک، الحاد کوئی مادی، جسمانی بیرونی چیز نہیں کہ وہ باہر سے اچانک آکر انسان کے حلق سے نیچے اتر کر اس کے اندر پیٹ میں چلی جاتی ہے اور انسان کافر مشرک اور ملحد بن جاتا ہے۔ یہ تو ایک اندرونی قلبی عقیدہ ہے جو انسان کے اپنے اختیار میں ہے اور جو انسان کے اندر اس کے اپنے اعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ خاکسار تحریک میں شامل ہو کر پکے مسلمان رہ سکتے ہیں اگر آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کیا چیز ہے تو یہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے کہ اگر آپ خاکسار تحریک میں شامل ہو جاویں تو اسلام کو نہ چھوڑیں۔ روئے زمین پر کوئی طاقت آپ کو مجبور نہیں کر سکتی کہ آپ اسلام ترک کر کے کفر کے دائرے میں داخل ہوں اگر کبھی مجبور کیا گیا۔ تو بے شک آپ کو اختیار ہے کہ آپ اس حالت میں خاکسار تحریک سے علیحدہ ہو جائیں۔

مولویوں کی دردناک جہالت

بھائیو! اس وقت موجودہ مجمع میں ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو زیرِ آستین مسکرا کر دل میں کہتے ہوں گے کہ یہ مٹھی بھر ریت میں سونے والے گرد آلود بیلچوں کو کندھوں پر اٹھانے والے دنیا کو کیا فتح کر سکیں گے یہ تو انہوں نے محض بچوں کا ایک کھیل بنایا ہوا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اِن لوگوں کا قصور نہیں۔ اِن کی حالت کوئیں کے اُس مینڈک کی طرح ہے جس نے سمندر کے مینڈک سے جب دریافت کیا کہ سمندر کتنا بڑا ہے اور جب اس نے جواب دیا کہ سمندر کوئیں سے کئی ہزار لاکھ گنا بڑا اور لمبا چوڑا ہے

تو اس نے ہنس کر کہا کہ یہ بالکل غلط ہے جھوٹ ہے۔ اُس غریب کو جو اپنی زندگی میں کبھی کنوئیں سے باہر نہیں نکلا تھا۔ کیا معلوم تھا کہ سمندر کیا چیز ہے عین اسی طرح ان بے بس، بے کس غریبوں کو جنہوں نے یہاں غلامستان میں پیدا ہو کر پرورش پائی ہے کیا معلوم ہے کہ اسلام، قوتِ اسلام، فتوحات اسلام، سلطنتِ اسلام، لشکرِ اسلام، حکومت، فوج وغیرہ وغیرہ کن جانوروں کے نام ہیں۔ یہ غریب کیا جانتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ اسلام اپنے وقت میں معلومہ دنیا کے آدھے حصہ پر چھایا ہُوا تھا۔ ان بے چاروں نے فتوحاتِ اسلامی غزوات، جنگ ہائے صلیبی کے نام تک بھی نہیں سنے۔ خالد بن ولید سیف اللہ، حضرت ابو عبیدہ، عمرو بن العاص، طارق فاتح ہسپانیہ، صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی جیسے جرار جرنیل ماہرینِ فنِ جنگ جانبازوں کے اسمائے گرامی سے ان کے کان تک بھی آشنا نہیں۔ انہوں نے تو مولوی سے استنجا۔ وضو، اسقاط، خیرات، ضالین، ضالین کے جھگڑے، حلوے مانڈے، شہد، کھجوروں کے مسئلے سُنے ہیں۔ انہوں نے خواب میں کبھی جنگِ بدر۔ غزوۂ خندق، جنگ یرموک، فتحِ دمشق، جنگِ اجنادین کا نام تک نہیں سُنا۔ اُن کے خیالِ شریف میں بھی نہیں آسکتا کہ امیرالمومنین فاروقِ اعظم حضرت عمر ابن الخطاب کے زمانے میں یہ اسلامی علم نصف دُنیا پر لہرا رہا تھا۔ ان کی عقل میں یہ بات بھی نہیں آسکتی کہ ٹوٹی پھوٹی زنگ آلود تلواروں کے اٹھانے والے اور پھٹے پرانے چیتھڑے پہننے والے مٹھی بھر مسلمان اپنے سے دس بیس گنا تعداد کی فوج کے ساتھ مقابلہ کر کے ان کو پسپا کر دیا کرتے تھے اور کئی کئی قلعے ایک ایک دن میں فتح کر کے ان پر پرچمِ اسلامی گاڑ دیا کرتے تھے۔ ان عقل کے اندھوں کو اتنا اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ تمام عیسائی دُنیا کے حکومتوں کی افواج زیرِ قیادت شیر دل رچرڈ اور فلپ متحدہ ہو کر ایک شیر اسلام غازی صلاح الدین ایوبی کے

مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ غازیانِ اسلام کے نام ہی سُن کر اُن لوگوں کے اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ اب بھی آزاد اسلامی ملکوں میں غازی مصطفٰے کمال پاشا، رضا شاہ پہلوی، غازی عبدالکریم جیسے جرّار اور بہادر جرنیل موجود ہیں۔ غازی انور پاشا مرحوم، جرنیل نادر خان فاتح ٹلی کے نام سے کون واقف نہیں۔ اب بھی اگر مسلمان وہی جذبہ ایمانی و طاقتِ روحانی اپنے اندر پیدا کر لیں تو دنیا میں وہ بھی وہی کام کر کے دکھلا سکتے ہیں جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے دکھائے تھے۔ یہ لوگ جو ہمارے کیمپ پر خندہ زن ہیں وہ بے حوصلہ، پست ہمت اور بزدل ہیں۔ ان کو اپنے اوپر بھروسہ نہیں ان کا یہ عمل شانِ اسلام کے شایانِ شان نہیں۔ اِن کو تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ ان کی نورِ بصیرت سے خالی آنکھیں کھُل جائیں اور اسلام کی شان و شوکت کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ خداوند کریم ان کم ہمتوں کو توفیق دے۔ آمین!

تحریک کی اشد شدید ضرورت

میرے مسلمان بھائیو! اگر خاکسار تحریک کو صرف ایک لفظ میں ادا کرنا ہو تو وہ اسلامی باعمل عسکری زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اب ہمارے سامنے غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ جب تمام دنیا عسکری زندگی اختیار کر رہی ہے تو کیا ہم مسلمان اِس عسکری زندگی کے بغیر زندہ قوم رہ سکتے ہیں۔ ذرا ایک لمحہ کے لیے اس کرۂ ارض پر نظر ڈالئے۔ انگلینڈ، اٹلی، جرمنی، روس، فرانس و دیگر تمام یورپین اور امریکن سلطنتیں ادھر جاپان، چین، ٹرکی، ایران، عراق، فلسطین، افغانستان وغیرہ تمام ایشیائی حکومتیں اپنی رعایا کو سو فی صدی فوجی بنانے میں سرگرم ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ممالک بھی ہیں۔ جہاں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے فوجی تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ روس، جاپان،

چین، ہسپانیہ جیسی سلطنتوں میں تو عورتیں بھی باقاعدہ فوجی زندگی میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے اکثر ممالک میں فوجی تعلیم قانوناً لازمی قرار دی گئی ہے۔ دُور کیوں جائیے۔ یہاں ہندوستان ہی کی حالت کو دیکھئے، اگرچہ انگریزی حکومت کے مروجہ قانون کی موجودگی میں ہندوستانی اپنی فوج نہیں بنا سکتے۔ لیکن ہر ایک قوم نے اپنے اپنے ڈھنگ و طریقہ سے کوئی فوجی جماعت کھڑی کر دی ہے۔ سیوا سمتی، مہا بیرول، بوائز سکاؤٹس، اکالی دل، یونیورسٹی ٹریننگ کور، جیساکہ علی گڑھ و دیگر یونیورسٹیوں میں رائج ہیں۔ مسٹر گاندھی کی مجوزہ پیس بریگیڈ

یعنی امن بریگیڈ وغیرہ وغیرہ تمام فوجی و عسکری جماعتیں ہیں۔ ڈاکٹر مونجے نے ابھی کچھ عرصہ ہوا بھونسلا میں فوجی عملی پریڈ سکھانے کے لیے فوجی کالج کھول دیا ہے جس کا عملی پروگرام بندوق سے نشانہ بازی سکھلانا ہے۔ یوپی کی کانگریس حکومت نے سیوا سمتی، بوائز سکاؤٹس ایسوسی ایشن کو تسلیم کر کے مسٹر اسے۔ سی سین گپتا کے سیکرٹری محکمہ تعلیم نے ایک سرکلر جاری کر دیا ہے کہ فوجی ٹروپس سکولوں میں طلباء کے تیار کئے جائیں اور اس سال حکومت نے ۹۷۰۰ روپیہ گرانٹ بھی اسی مقصد کے لیے منظور کر دی ہے مسٹر گاندھی نے ہندو مسلم فسادات کو روکنے اور امن قائم کرنے کے لیے حال ہی میں پیس بریگیڈ کی تجویز سوچی ہے۔ بمبئی کی کانگریس حکومت اور کراچی کارپوریشن نے اس پر عملدرآمد بھی شروع کر دی ہے۔ کئی کانگرسی حکومتیں فوجی تعلیم کے لیے درسگاہیں کھولنے کی تجویز پر غور و خوض کر رہی ہیں اور عنقریب ہی ان کو عملی جامہ پہنا دیا جائے گا۔ مسٹر گاندھی محض مارشل قوموں سے فوجی بھرتی کرنے کے مخالف ہیں۔ ان کی تجویز ہے کہ ہر ایک قوم سے چاہے وہ مارشل ہو یا غیر مارشل فوج کی بھرتی ہونی چاہیئے۔ کانگریس والنیٹر بھی اب اپنی توجہ فوجی تعلیم کی طرف مبذول کر

رہے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے کہ رنگون کارپوریشن نے تجویز پاس کی کہ حکومت شہریوں کی فوجی تعلیم و تربیت اور پریڈ کا انتظام فوری کرے اور ٹریٹوریل کورز کے فوجی دستے بنانے کا کام اپنے ہاتھوں میں لے۔ حال ہی میں پنڈت کرشنا کنت مالویہ نے ایک تجویز یوپی حکومت کے سامنے پیش کی ہے کہ ہندوستانی نوجوانوں کو ہوائی جنگ کے ڈھنگ سکھلانے کے لیے حکومت فوجی کالج کھول دے۔

غیر اقوام کی عسکریت اور آئندہ انقلاب

جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ عنقریب تمام دنیا پر ایک زبردست انقلاب آنے والا ہے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا اس انقلاب کا مقابلہ کرنے کے لیے فوجی تنظیم میں مشغول و معروف ہے تو کیا مسلمان ایسی حالت میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھ سکتے ہیں اور کیا ان کی یہ خاموشی و بےحسی قومی خودکشی کے مترادف نہیں ہوگی اور کیا ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ جو قومیں زمانہ کی اس رفتار کے ساتھ ساتھ چلنے سے انکار کرتی ہیں ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ ابی سینیا اب کہاں ہے۔ آسٹریا کدھر گیا۔ سپین کی کیا گت بن رہی ہے۔ چین کس جانکنی کی حالت میں ہے ہٹلر، مسولینی اور سٹالن کے کیا کیا منصوبے ہیں۔ ایسی حالت میں جب تمام دنیا عسکریت کی طرف اس تیزی کے ساتھ گامزن ہو رہی ہے کہ سالوں کے پروگرام چند دنوں میں اختتام پر پہنچانا چاہتی ہے تو ہم مسلمان بھی من حیث القوم واقعاتِ حاضرہ سے آنکھوں پر پٹی باندھ کر نہ بدن کے عضو شل کی طرح بےکار رہ سکتے ہیں اور نہ گھروں میں بیٹھ کر صنفِ نازک کی طرح خانہ داری کے کام اپنے ذمہ لے سکتے ہیں۔

اسلام عسکریت کا دوسرا نام ہے

مسلمانوں کو چاہیئے کہ ابھی سے سنبھل جائیں اور اپنے آپ کو دُنیا کے امن کے قیام کی خاطر مفید اور کارگر ثابت کرنے کے لیے عسکری زندگی پر عمل شروع کر دیں۔ ہاں، مسلمانوں کی یہ عسکریت غیروں کو ہڑپ کرنے اور غلام بنانے کے لیے نہیں ہو گی۔ بلکہ بنی نوع انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرا کر خدا کے سچے اور نیک بندے بنانے کے لیے ہو گی۔ تاکہ دنیا میں ہر طرف امن ہو۔ جس نیک مقصد کے لیے خداوند کریم نے مسلمانوں کو پیدا کیا ہے اور جس مقصد کو حاصل کرنا ہر ایک کلمہ گو فرض ہے۔ عسکری زندگی تو ایک گونہ اسلام کا دوسرا نام ہے۔ دنیا کے دیگر بڑے مذاہب نے تو لوگوں کو رہبانیت اور ترک دنیا کا سبق دیا ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا کے سامنے امن قائم کرنے کے لیے عسکری زندگی کا عملی نمونہ روزِ اوّل سے پیش کیا ہے۔ کیا رسول کریمؐ نے خود عسکری زندگی اختیار نہ کی تھی۔ یہ عسکری زندگی کا نتیجہ نہ تھا کہ حضور کا دانت مبارک شہید اور چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ کیا آپ جنگِ بدر جنگِ احد، غزوۂ خندق و دیگر کئی غزوات میں خود فوج کی کمان نہیں کیا کرتے تھے۔ کیا فاروقِ اعظم خلیفۂ ثانی امیرالمومنین خود جنگ کا نقشہ تیار نہیں کیا کرتے تھے۔ جس نقشہ جنگ پر عمل کر کے غازیانِ اسلام نے سینکڑوں میل دُور یرموک اور دمشق فتح کئے۔ کیا خلفاء راشدین کی تمام زندگی عسکریت کی ایک اعلیٰ مثال نہ تھی۔ کیا انہوں نے ایک ساعت بھی عسکری زندگی سے آزاد ہو کر ہمارے بعض آرام پسند اور خلوت نشین مولویوں کی طرح خود آرام کیا اور مسلمانوں کو کامیاب بنانے کے لیے دعائیں دینا اور تعویذیں لکھنا اپنا شیوہ بنایا۔ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خود تلوار

اٹھاکر غزوات نہیں لڑے اور کیا اُن کو اُن کی بہادری کے عوض شیرِ خُدا کا خطاب نہیں ملا۔ کیا خالد کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ کا خطاب دے کر نہیں پکارا۔ حضرت امام حسین شہیدِ اعظم کی زندگی آپ کے لیے کیا سبق پیش کرتی ہے۔ یہ سب تواریخ کے اوراق میں موجود ہے۔ کتاب اٹھایئے، پڑھئے اور سمجھئے جب ہمارے آباؤ اجداد کے یہ کارنامے تھے تو کیا ہم بغیر عسکری زندگی کے زندہ رہ سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ جسم کے تمام اعضاء مضبوط، باعمل اور تندرست ہوں اور صرف ایک عضو بیمار، مشل اور بےکار ہو۔ ایسی حالت میں تو تمام جسم بےآرام و بےقرار رہے گا۔ بعینہٖ یہی صورت اس کرۂ ارض کی ہوگی اگر تمام قومیں اپنے آپ کو مضبوط اور منظم کر دیں اور صرف مسلمان قوم ہی کمزور اور منتشر رہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دُنیا میں بجائے امن کے بدامنی پھیلے گی اور بےگناہوں اور کمزوروں کا ناحق خون ہوتا رہے گا۔ دُنیا میں قیامِ امن کا نسخہ تو وہی ہے جو اسلام نے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور پھر خود عمل کر کے دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان صرف عسکری زندگی کی بدولت خدا کی زمین پر امن قائم رکھ سکتے ہیں۔

تحریک کے نتائج

حضرات! خاکسار تحریک اتنی پیچیدہ نہیں جتنا کہ بعض لوگوں نے اسے بنا رکھا ہے یا سمجھ رکھا ہے۔ تحریک نہایت سیدھی سادھی اور آسان ہے۔ عسکری زندگی محبت، اخوت، مساوات، اطاعتِ امیر، مکارمِ اخلاق دینداری، ایمانداری، احکامِ الٰہی کی ہر صورت میں پابندی، اسوۂ حسنہ

پر مکمل عمل بے مزد خدمتِ خلق اس کے موٹے موٹے اصول ہیں۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان متحد اور یک آواز ہو کر اس آواز پر عمل کریں تو دنیا میں وہ کون سی چیز ہے کہ جسے وہ نہیں کر سکتے۔ اگر مسلمانوں نے اس پروگرام پر عمل کیا۔ جیسا کہ ان کا ارادہ ہے کہ وہ ضرور کریں گے تو نتیجہ وہی قرون اولے کی جہانبانی، پاسبانی اور حکمرانی ہوگا اوپر خدا ہوگا، نیچے خدا کی زمین اور اس پر بسنے والے صرف خدا کے بندے۔ سب کچھ خدا کا ہوگا۔ سب کچھ خدا کے لیے ہوگا۔ نہ کوئی بندہ ہوگا، نہ کوئی بندہ نواز۔ نہ کوئی آقا ہوگا، نہ کوئی غلام۔ نہ کوئی شاہ، نہ کوئی گدا۔ نہ ظالم نہ مظلوم۔ غرضیکہ ہر طرف خدائی ہی خدائی نظر آئے گی اور خدا کی تمام نعمتیں اس کے ان بندوں کے لیئے ہوں گی۔ اس مجمع میں کون ایسا بدبخت شخص ہے جو اس حالت کو خدا کی زمین پر دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر کوئی ہے تو وہ آواز کرے۔ ہاں، اس کے لیے عمل درکار ہے۔ عمل اور صرف عمل۔

جہانبانی کا پہلا زینہ

خاکسار سپاہیو! تم نے تمام دنیا کو امن سے فتح کرنے کا مصمّم ارادہ کیا ہوا ہے۔ تم نے تمام روئے زمین پر چھا جانا ہے۔ تم نے تمام دنیا کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے تو کیا تم خالی دعاؤں سے یا خالی چپ راست کرنے سے اپنی اِس منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو، ہرگز نہیں۔ تم اپنے آپ میں وہ اعلیٰ جوہر، اعلیٰ اخلاق، وہ قابلیّت اور وہ روحانی طاقت پیدا کرو۔ جس کے طفیل تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ تم صحیح معنوں میں خاکسار سپاہی بن جاؤ۔ تمہاری حقیقی خاکساری ،

جہانبانی کا پہلا زینہ ہے۔ خبردار اس زینے سے پاؤں نہ پھسل جائے۔ خیال رکھنا۔ کبھی یہ نسخۂ بے بہا آپ سے گم نہ ہو جائے۔ مسلمانوں نے اس نسخہ پر عمل کر کے دنیا کو فتح کیا اور جب کبھی بھی اس نسخہ کا استعمال چھوڑ دیا تو دنیا کی حکومت، طاقت، سلطنت روحانیت، دین و دنیا، شان و شوکت وغیرہ وغیرہ سب کچھ کھو بیٹھے اور دنیا میں خوار اور ذلیل ہوئے۔ اب بھی وہ صرف اسی نسخہ پر عمل کر کے دنیا میں وہی شان پیدا کر سکتے ہیں۔

خاکسار سپاہی کی خانہ بردوشی کا مفہوم

آپ کو یاد ہوگا کہ شروع شروع میں میں نے آپ کو خانہ بدوش کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ ہاں خاکسار سپاہیو! آپ خانہ بدوش ہیں۔ آپ کا کوئی گھر نہیں، آپ کا کوئی مال و متاع نہیں، آپ کے بال بچے نہیں، آپ کا کوئی وطن نہیں، آپ کا کوئی ملک نہیں، آپ کی کوئی دولت نہیں، آپ کا کچھ بھی نہیں۔ یہ سب اللہ ہی اللہ کا ہے۔ آپ بھی اللہ کے سپاہی ہیں آپ گھروں کا خیال نہ رکھیئے، جہاں کیمپ ہے، وہیں آپ کا گھر ہے۔ جہاں خدا کا ملک ہے۔ وہی آپ کا ملک ہے آپ نے شاید فاتح ہسپانیہ طارق کا وہ جواب نہیں سنا جو کہ اُس نے اُس ذنت اپنی فوج کو دیا تھا۔ جب افریقہ کے پار سمندر سے گزر کر سپین کی زمین پر قدم رکھ کر اپنے تمام جہازوں کو آگ لگا کر جلا ڈالا تھا اور جب سپاہیوں نے اس سے دریافت کیا کہ ہائے جرنیل! آپ نے جہاز جلا ڈالے۔ وطن سے ہزاروں کوس دور ہیں کیسے واپس جائیں گے تو اس نے میان سے تلوار نکال کر کہا کہ یہ تمام ملک جو خدا کا ملک ہے ہمارا ملک ہے۔ شاعر نے اس کو یوں ادا کیا ہے

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطا ست

دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید دست خویش بہ شمشیر برد گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

خاکسار سپاہیو! طارق جیسا جذبۂ ایمان اپنے آپ میں پیدا کرو۔ گھر بار۔ ملک وطن کا خیال ترک کردو اور خدا کی راہ میں خدا کی زمین پر چاروں طرف پھیل جاؤ۔

حکومتِ سرحد کی خدمت میں تین مطالبات

یہاں اگر میں ایک دو الفاظ اپنی حکومتِ سرحد کی خدمت میں عرض کردوں تو بے جا نہ ہوگا۔ حکومتِ سرحد کو ادارہ علیّہ ہندیہ کے تین گزارشات کا اچھی طرح علم ہوگا۔ جن میں تنظیم زکوٰۃ، براڈکاسٹنگ سٹیشن اور سرکاری ملازموں کو خاکسار تحریک میں شمولیت کی عام اجازت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ان گزارشات کے درست، جائز اور مفید ہونے میں کسی شخص کو اعتراض نہیں۔ مجھے آج تک ایک بھی ایسا شخص نہیں ملا۔ جس نے ان گزارشات کی جوازیت اور معقولیّت پر نکتہ چینی کی ہو۔ بلکہ طول و عرض ہند میں اسلامی دنیا نے ان کی زبردست تائید کی ہے۔ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو صرف یہ کہ ان تمام مطالبات کو فوراً بیک وقت عملی جامہ پہنانے میں تھوڑی بہت عملی مشکلات ہیں میں کبھی بھی ایسے اشخاص کے ساتھ اتفاق نہیں کرسکتا۔ یہ طرزِ عمل ان کم حوصلگی اور پست ہمتی پر دلالت کرتی ہے۔

دنیا میں وہ کون سی چیز ہے۔ جو ناممکن العمل ہے۔ خاص کر جب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان پر ہر روز کسی نہ کسی طریقہ سے عمل ہو رہا ہے۔ زکوٰۃ مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں سے ہے۔ جس پر مسلمان ساڑھے تیرہ سو سال سے عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ براڈکاسٹنگ سٹیشن اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ بجائے گانے بجانے کے مسلمانوں کو قرآن اور حدیث کی تبلیغ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر کانگرسی حکومتیں سرکاری ملازموں کو اجازت دے سکتی ہیں کہ وہ کانگریس کے ممبر بنیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ حکومتِ وقت مسلمانوں کو خاکسار تحریک جو خالص مذہبی اور معاشری تحریک ہے، میں شامل ہونے کی اجازت نہ دے۔ اگر بالفرض حکومت کے راستے میں واقعی کوئی عملی مشکلات ہیں تو ہم حکومت کے ذمہ دار اشخاص کے ساتھ بیٹھ کر ان کے دور کرنے کے ذرائع سوچنے کے لیے تیار ہیں۔ بشرطیکہ حکومت کو دیانت داری کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ میں آج ان گزارشات کی بابت حکومتِ سرحد سے جو اگرچہ سیاسی طور پر وار دھا کے احکام پر کاربند ہے لیکن مذہبی امور میں وہ خدا کے احکام کی پابند ہے۔ استدعا کرتا ہوں کہ وہ ان تین گزارشات کو فوراً قبول کر کے ان کو عملی جامہ پہنا کر اسلام دوستی کا ثبوت دے۔ ساتھ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ تلوار مسلمانوں کا ایک مذہبی نشان ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ تلوار کو ایکٹ اسلحہ سے بالکل مستثنےٰ کر دے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب بھائی میری اس تجویز کی متفقہ طور پر تائید کریں گے۔

مسلمان بھائیو! پیشتر اس کے کہ میں خطبہ کو ختم کر دوں۔ صرف ایک لفظ اور آپ کی خدمت میں کہنا چاہتا ہوں۔ عنقریب دنیا میں ایک زبردست انقلاب آنے والا ہے جس کی زد اور ہیبت سے کوئی بھی بچ نہ سکے گا۔ حق اور باطل کے درمیان اعلانِ جنگ کا بگل بج چکا ہے۔ صرف تم خاکسار سپاہی

دنیا کو اس تباہی اور بربادی سے بچا سکتے ہو۔ اس لیے ابھی سے تیار رہو۔ سپاہی بنو، غازی بنو، با آرام یا تن آسان نہیں۔ بلکہ ہوشیار اور تیار رہو۔ کوتاہ قدم یا نرم خرام نہیں بلکہ تیز خرام اور تیز دوڑ رہو۔ اپنے آپ میں وہ جذبہ اور شوقِ شہادت پیدا کرو۔ جو اگر آپ کو یاد ہوگا۔ جنگِ بدر کے وقت جب آں حضرتؐ نے چھوٹے نابالغ بچّوں کو کہا کہ تم کم عمر ہو اور اس لیے جنگ میں شامل نہ ہو۔ تو اُن لڑکوں نے ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر رسول اکرمؐ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم تو قد کے پورے ہیں جنگ میں شامل ہونے کی اجازت دیجیے یہ جذبہ پیدا کرکے۔ ڈھونڈیے پر بیلچہ کو ہاں۔ اس بیلچہ کو جس کو آنحضرتؐ نے غزوہ خندق کے موقع پر پتھر پر مار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے روم و ایران کی سلطنتوں کے فتح ہونے کی بشارت بے سروسامان مسلمانوں کو دے دی تھی اس بیلچہ کو کندھے پر زور سے مار کر چپ راست کرتے ہوئے منزلِ مقصود کی طرف امن سے بڑھے چلے جاؤ۔

خان حبیب اللہ خان مرحوم ۔۔۔۔۔ ۳۱ر جولائی ۱۹۳۸ء

سابق وزیر داخلہ و سابق چیئرمین سینٹ

مجھے یقین ہے کہ اس
کی اشاعت مسلمانوں کے
مولویانِ سُو کی حقیقت کا
پول کھول کر رکھ دے گی
میرا مقصود یہ ہے مسلمان
کو معلوم ہو جائے کہ
اس امت کے اندر مولوی کے
لباس میں کیا کیا بچھو
اور سانپ چھپے ہیں۔

علامہ المشرقیؒ

○

ان ملاؤں میں سے ننانوے
فیصدی لفظ کے صحیح
معنوں میں جاہل
ہیں۔ وہ عرفِ عام میں
مولوی اور بڑے مولوی
ہو کر ایک چھوٹی سی
صورت، ایک آیت، ایک
سطر قرآنِ حکیم کی نہیں
سمجھ سکتے۔ قرآن اور
اسلام کے منشاء کو پانا
تو در کنار ان کی جہالت
کی پہنچ زیادہ سے زیادہ
اس حد تک ہے کہ اسلام
ان کے نزدیک صرف چند
شعائر یا رسوم کا مجموعہ
ہے۔

ماخوذ از ملا کی

مذہب سے بے خبری

مجھے تامل تھا کہ میرے قلم سے قوم کے جہنمی غداروں کی کیوں شہرت ہو، کیوں ان لوگوں کو جو گناہ اور سیاہ کاری کو نفس امارہ کی ایک خوبی، بدنامی کو نام پیدا کرنے کا وسیلہ، بدعملی کو اپنے پلید باطن کے خوش رکھنے کا ذریعہ اور شیطان کو اپنا نقدا نقد تنخواہ دینے والا اور نفع دہ آقا یقین کرکے زندگی کے دن تسلی اور سرور میں گزارتے ہیں۔ طشت از بام کرکے اپنا نام اچھالنے کا موقع دیا جائے۔ خاکسار تحریک میں درجنوں نہیں بیسیوں لوگ اس ارمان میں مخالف بنے کہ گمنامی اور خمول کی ادنیٰ سطح سے یک لخت اٹھ کر شیطان کے بلند درجے تک پہنچ سکیں گے۔ لوگ اگر کچھ نہیں تو لعنتوں کی بھرمار سے نوازیں گے، مخلوق خدا میں انگشت نما ہونے کی خواہش ادنیٰ اور اعلیٰ سب کو منظور ہے مگر ادنیٰ اور اعلیٰ قیمت ہونے

کے بعد برائیاں کر کر کے لوگوں کی نظروں میں اُچھل دکھانا اور وہ ارزاں سوداگری ہے جس میں ذلیل انسانوں کو کہیں ٹوٹا نظر نہیں آتا۔

خاکسار تحریک کی بے پناہ خاموشی نے ان بے مایہ لوگوں کا رنگ آج تک جمنے نہیں دیا۔ جاہل مُلّا ڈنکے کی چوٹ پر مدّت سے پُکار رہا ہے کہ آؤ میری طرف توجہ کرو، میں علمائے کرام ہوں ہوں، مجھ سے مذہب پوچھو۔ میرے ساتھ مناظرہ کرو مگر خاکسار سپاہی چپ سادھ لیے ہوتے ہیں۔ مخالف دل ہلا دینے والے جھوٹ اور آگ لگا دینے والی تہمتیں ایجاد کرتا ہے کہ ہم شاید کسی عنوان سے بھڑک اُٹھیں مگر ہم خاموش ہیں۔ دشمن پُکار پُکار کر منوانا چاہتا ہے کہ وہ موجود ہے مگر ہم تسلیم نہیں کرتے۔ اس کی ایک نہیں سنتے، آنکھوں میں بینائی نہیں رکھتے، منہ میں زبان نہیں رکھتے، اس حیرت انگیز عظمت میں جو ہمیں حق کی بے پناہ طاقت کے باعث نصیب ہوئی ہے دشمن بڑا کھسیانا ہو رہا ہے۔ موافق بن جائے تو اس کا کچھ بنتا نہیں اور مخالف بنے تو ہم اُس کو کچھ بننے نہیں دیں گے۔

لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ابُوجہل، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طفیل پطرس، خلفاء راشدین کا طفیل مسیلمہ کذّاب اور دین اسلام کے صدقے میں حسن ابن صباح کو شہرت نصیب ہوئی تو ہم اس تحریک کے صدقے میں کسی جہنم کے مستحق سے بخل کیوں کریں۔ مُلّا وہ دلچسپ شئے ہے کہ اس نے مسلمان کی شادی اور غمی اور دونوں کو نباہنے کے لیے ایک ہی نسخہ تجویز کیا اور وہ یہ کہ شادی ہو تو اُسے کچھ کھلاؤ پلاؤ اور غمی ہو تو بھی پلّے سے کھلا پلا کر سب کا غم غلط کرو۔

خاکسار تحریک میں بھی دوستی اور دشمنی کا ایک ہی نسخہ ہے۔ موافق بنو تو اپنا کھا پی کر نقصان اٹھاؤ اور مخالفت کرو تو اپنی گرہ سے خرچ کر کے بے جواب اور گمنام رہو! میں چاہتا ہوں کہ تحریک کے کم از کم ایک خدا واسطے کے مخالف کو اس قدر شہرت دے جاؤں کہ جب تک دنیا میں شیطان اور اس کا نام باقی ہے، لوگ اس ذلیل شخص کے کارناموں کو یاد کر کے ابلیس اور اس کی ذریّات کو شرمایا کریں، مسلمان کو صاف معلوم ہو جائے کہ اگر آج اس چودھویں صدی میں اُبھرنے کی تمام خواہش کے باوجود اس کو عروج نصیب نہیں ہوتا تو اس کی وجہ وہ ابلیس کار اور شیطان معاش لوگ ہیں جو اپنے اغراض کی خاطر اس کی جڑوں کو پانی دینے کے بہانے سے اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں۔ جنہوں نے پرہیزگاری کا ڈھونگ رچا کر بدمعاشی کی پگڑیاں پہن کر اور محمد کو نانا اور نبی کہہ کہہ کر خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت سے وہ اخلاق سوز دشمنیاں کی ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا رسولؐ انگشت بدنداں ہے خدا العباد باللہ حیران ہے کہ ان پیشاب کے قطروں کی جو سانپ جننے والی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور عمر بھر شراب سے زیادہ قابل نفرت رہے، خدا سے کھلی دشمنی گنتی ہے۔ اَلَمْ یَرَ ذَا اِلیٰ الانسان اِنّا خلقنٰہ من نطفۃٍ فاذا ھو خصیمٌ مبینٌ۔

کوہاٹ کا یہ جہنمی مُلّا جس کے خانگی اور خارجی خفیہ اعمال کے متعلق ایک مکمل مثل اس کے اپنے گھر کے بھیدی اور دوست کی طرف سے ادارہ علیّہ میں موجود ہے، جس کی بد باطنی اور سیاہ کاری کی روشن مثال یہ ہے کہ دن رات اس کے نزدیک بیٹھنے والے لوگ اس کو مار سیاہ سمجھ کر اس کا سر کچلنے کے درپے ہیں،

جس کے ایک یار وعزیز نے اس کی گھر کے اندر کی بدکاریوں کا ایک پلندا اس وضاحت اور تفصیل سے روانہ کیا ہے کہ سورج بھی اس دن دہاڑے کی سیاہی کو دیکھ کر شرما جاتا ہے، ہاں یہ دوزخ کا ایندھن چند ماہ سے اس شغل میں ہے کہ خاکسار تحریک کے ماہتاب کو چڑھتے دیکھ کر اپنی بانگِ سگ ضرور بلند کرے۔ قریباً دس ماہ سے یہ خدا اور رسول کا کھلا دشمن جس کے خطرناک قومی اور ذاتی گناہوں کی فہرست میں چھوٹے سے بڑے تک کوئی شرعی یا اخلاقی گناہ ایسا نہیں جو شامل نہ ہو اور جس نے شاعروں کے دیوان کی طرح ہر ردیف کا گناہ بہ زور اور بہ تکلف اپنے اعمال نامہ میں شامل کیا ہے۔ میرے اور تحریک کے متعلق گندگی اگل رہا ہے۔ اور اس گندگی کو اپنے سر پہ ڈھوئے جانے کی ایک نہایت ذلیل اجرت دشمن کے نبطیہ (میونسپلٹی) سے وصول کر رہا ہے۔ کچھ مدت پہلے یہ شخص سرحد کے عیسائی مشن کی برکت سے کرسٹان ہوا۔ کافر ہو جانے کی اجرت اِس قدر ذلیل ٹھہری کہ ساڑھے سات برس کی عیسائیت میں اس خود ساختہ آلِ رسولؐ اور ننگِ اسلام کا نیا آقا اُس کے تن و نوش کی خواہشوں کا کفارہ نہ بن سکا" کافر نوانی شد ناچار مسلمان نشو" کے مصداق یہ ذلیل بالآخر مسلمانوں کی طرف پھر لپکا، توبہ کا اعلان کر کے اس بھول جانے اور توبہ قبول کر کے دکھ اٹھانے والی اُمت میں شیر وشکر ہو گیا، پطرس کی طرح نہیں چاندی کی ٹکلیوں کے عوض اس نے پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے غداری کی اور اس نیک نبیؑ کی شان میں شرمناک کلمات کہے کہ لوگوں کو اس کے "مسلمان" ہونے کا یقین ہو جائے۔ میرا قلم اس کے نام کی سیاہی کو گوارا نہیں کرتا لیکن اس کو اس حیرت میں ڈالنے کے لیے کہ

ادارہ علیہ کے پاس اُمّت کے جہنمی گناہ گاروں کے اعمال کی کس قدر مکمّل اور مفصّل مثل موجود ہے ذیل میں اس کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خط کے چند ٹکڑے نقل کرتا ہوں جو جنوری ۱۹۴۰ کو اس نے ایک شخص کو جس کو وہ "عزیز" کہتا ہے، لکھا۔ اس خط کا مخاطب ایک شخص ہے جس کا والد بزرگوار جو صوبہ سرحد میں ڈپٹی (ای اے سی) تھا۔ ۱۹۲۴ میں اسلام کی بے مثال غدّاری اور وزیرستان کے ملک کو دشمن کے ہاتھ فروخت کرنے کی پاداش میں وزیروں کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس اسلام دشمنی کے عوض ایک بیٹا فوراً تحصیلدار بھرتی کر لیا گیا۔ چند برس بعد تحصیلدار اور پھر چند برس بعد فوراً تمام باقی ڈپٹیوں کا حق مار کر اس کو ڈپٹی بنا دیا گیا۔ دوسرے بیٹے یعنی اس "عزیز" کو جس کی طرف اِس جہنمی مُلّا نے خط لکھا ہے گورنر سرحد نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اِس کے عمدہ عمل، کے عوض میں براہِ راست ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ (پولیس کا) عہدہ دے گا لیکن یہ وعدہ اب تک پورا نہیں ہوا۔ اب وہ صرف سب انسپکٹر پولیس ہے اور آئندہ انسپکٹری کا وعدہ ہے۔ "عسکر" جس کا ذکر خط کے آخری حصّہ میں ہے ایک رقیب ہے۔ الغرض یہ خط اُس سب انسپکٹر پولیس کی طرف ہے اور کسی ترکیب سے ادارہ علیہ میں اس نیت سے سات ماہ ہوئے روانہ کیا گیا تھا کہ اِس عیسائی مُلّا کی خاکسار تحریک سے مخالفت کے اندرونی اسباب ظاہر ہو جائیں۔

اِس خط سے جواب سات ماہ کے التوا کے بعد شائع کرتا ہوں مقصود یہ ہے کہ مسلمان کو معلوم ہو جائے کہ اِس اُمّت کے اندر مولوی کے لباس میں کیا کیا بچھّو اور سانپ چھپے ہیں۔ یہ "مُلّا" انگریزی کے حروف میں اچھا خاصہ شہر کوہاٹ کا نام لکھ سکتا ہے۔ نام کے نیچے انگریزی اعداد میں بے دھڑک تاریخ لکھتا ہے: "کرسمس"

کا ذکر اس روانی سے کرتا ہے کہ گویا ملاؔ اور کرسمس ایک شے
ہیں، رسم الخط سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیت کے دوران میں
پادریوں والی انگریزی خوب سیکھی، اسلام کے خلاف وہاں خوب
"تیز قلم" رکھا۔ پولیس کے اس افسر کے ساتھ اس کی رمزیں اور
کنائے پہلے سے مقرر ہیں۔ "حاذق" "وارداتِ قلب" "نذیر"
پارٹی "الفاروق" وہ جائننگ ٹائم" "شیر قالین" "نوازش" وغیرہ
سب وہ الفاظ ہیں جن کا مفہوم پہلے سے دونوں دماغوں میں ہے
اس ملاؔ کی دوڑ صرف مسجد تک نہیں بلکہ چند سطروں کے اندر اندر سوات
دیر، کراچی، ایران، افغانستان تک جانے کا ذکر ہے۔ انسپکٹر صاحب
کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ فلاں پارٹی نے فلاں کی "خدمات" حاصل
کر لی ہیں۔ آپ کو معلوم رہے۔ "ڈسپلن" D.S.P لیفٹیننٹ
صاحبان انسپکٹری چیف ڈرل انسپکٹر، کرسمس، گورنر، جائننگ
ٹائم یہ سب الفاظ اس "ملاؔ" کے منہ سے اس روانی سے نکلے ہیں
کہ گویا انجیل کی آیتیں ہیں۔ خط میں اقرار ہے کہ میں پہلے تحریک کا
معاون تھا، مخالف اس لیے ہو گیا کہ سالار محمد جمیل راز بنگش
سے ذاتی عداوت تھی، سالار حاجی فقیر محمد کا جسے فقیر چند ردی
یعنی آٹا پیسنے والی مشین کا مالک کہہ کر اس کے شریف کام کی
حقارت کرنا چاہتا ہے اور اپنی مخبری کے ذلیل پیشہ سے شرماتا نہیں)
پسند نہیں کرتا تھا۔ "شیر قالین" جس سے محترم میاں احمد شاہ
بانی سرخ پوش تحریک مراد ہیں کے مخالف تھا اور پھر کہتا ہے
کہ مجھے کانگریسی کیوں کہا گیا، سرحد کے اکثر علمائے حق کا یہ انگریزی
بلکہ انگلش میڈ ملاؔ حقارت سے ذکر کرتا ہے، سب سے زیادہ
دکھ اس کو اس بات کا ہے کہ جریدہ "الاصلاح" میں اس کے

عیسائی ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا۔ گورنر کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بنانے والا وعدہ شد و مد سے یاد دلاتا ہے۔ یہ رہنے کے مکان کو "ڈالی کاٹیج" کے انگریزی القاب سے یاد فرماتا۔ پادریوں کی صحبت میں سیکھی ہوئی اصطلاحوں کو دُہراتا ہے۔ دیہاتی مرغیوں کا ذکر کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خط میں اس سب انسپکٹر پولیس نے بھی اُس کو خاکساروں کی مخالفت سے منع کیا ہے۔ لیکن اُس کا جواب ہے کہ میری آواز موت یا حکومت روک سکتی ہے گویا اس کو اشارہ کیا ہے کہ میں اِس مخالفت کے لیے حکومت کی طرف سے مقرر ہوں۔ خط کے ضروری حصے حسب ذیل ہیں۔ باقی صرف اپنی شیخیاں اور مجذوب کی بڑ ہے۔

جہنمی مُلّا کا خط

KOHAT
۱۸۔۱۱۔۳۸

عزیز! السلام علیکم۔ کرسمس میں آپ کے کوہاٹ سے گزرنے کا حال معلوم ہوا تھا افسوس ہے کہ آپ ایک دن بھی یہاں نہیں ٹھہر سکے۔ میں خاکساروں کے خلاف مصروف تھا ورنہ ضرور پہنچتا ہے۔ آپ کا خط مجھے ملا ہے۔ برادرم! میری مخالفت مخفی ضمیر کی آواز ہے اور مقتدر علماء ہند و افغانستان اسے خالص خدمت دین کہتے ہیں۔ میں پہلے خاکساروں کا معاون تھا لیکن ان کی تحریروں اور تقریروں سے برگشتہ ہو گیا۔ میں مخالفت کی ابتدا نہ کرتا اگر خاکسار خود مجھ پر سلامی وغیرہ سے رعب ڈالنے کی کوشش نہ کرتے خاکسار سالار محمد جمیل راز وغیرہ کی میرے ساتھ ذاتی اَن بَن تھی - وہ خود اکیلا پورا

نہ ہو سکتا تھا اور خواہ مخواہ اس نے جماعت کو سامنے لا کر حالات نہایت بدتر کر دیئے۔ تب میں نے اُن کی "نوازش" اور یہ بتانے کے لیے کہ مخدوم بھی ایک تیز قلم رکھتا ہے۔ یہ جو ایک اشتہار شائع کیا۔ اب وہ اس وقت شرمندہ ہیں۔

، رجنوری کا "الاصلاح" آپ دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ یہ لوگ جھوٹ بولنے میں کس قدر مہارت رکھتے ہیں۔ اس اخبار میں "شیر قالین" کی وزیر اعظم کے نام چھٹی بھی چھپی ہے۔ "شیخ شعیب" کا کھلا مکتوب بھی پڑھیں۔ یہ ڈیڑھ عرصہ سے معطل ہونے پر بھی اپنے ساتھ "ناظم جمیعت العلما" لکھ رہا ہے۔ اسی طرح شاکر اللہ اب بھی اپنے آپ کو "صدر" لکھا کرتا ہے۔

اسی اخبار میں شعیب نے مجھے کانگرسی لکھا ہے اور سالار ففیر و جند ردئی اور محمد جمیل وغیرہ نے "عیسائیت کی تبلیغ کرنے والا کا خطاب پیش کیا ہے اپنے اشتہاروں پر بھی انہوں نے اس طرح اشارتاً چوٹیں کی ہیں اور مجھے سب سے زیادہ دکھ اسی عیسائیت کی افسوس ناک اور کمینہ چوٹ سے ہے۔ مجھے کئی احباب نے لکھا ہے کہ خاکسار چونکہ کانگرس کے مخالف ہیں اس لیے تم ان کی مخالفت کر کے کانگرس کو مضبوط بنا رہے ہو لیکن اس چیز کو تسلیم نہیں کرتا اور کسی صورت میں بھی اس مخالفت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ہر ہفتہ خاکسارو کے خلاف ایک آدھ اشتہار شائع ہو جایا کرے۔ میری آواز موت یا حکومت روک سکتی ہے۔ اگلے ماہ میں نے ایک وفد علماء کا بنوں اور ڈیرہ کے دورہ کے لیے تیار کیا ہے۔ اب تک وہاں کچھ نہیں لیکن احتمال ہے ڈیرہ میں "حاذق" کو ملوں گا۔ یہاں تو ان کے متعلق "واردات قلب" کی بہت سی داستانیں پہنچ چکی تھیں لیکن آپ ان کی تردید کرتے ہیں۔ 'الفاروق' دلچسپ چیز ہے۔ نا س کر ڈیرہ جیسی جگہ میں "وہ" یہاں

پھر تشریف لائے تھے لیکن میں پشاور تھا۔ 'نذیر' پارٹی نے بھی اب ان کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔ آپ کو معلوم رہے۔ میں اگلے ماہ صورت اور ڈیرہ جا رہا ہوں غالباً پندرہ دن باہر رہوں گا۔ آپ واپسی پر مزید کچھ دن یہاں گزاریں۔ "جائنگ ٹائم" کافی ہوگا۔

میں کراچی جا رہا تھا لیکن خاکساری مخالفت کے باعث مجبوراً رہ گیا۔ لیفٹیننٹ صاحبان کا پروگرام مئی میں ایران کی سیاحت کرنے کا ہے اور واپسی افغانستان کے راستے سے ہو تاکہ جشن کا لطف بھی اٹھا سکیں دیکھو جا سکوں گا کہ نہیں۔ آپ ڈسپلن کا خاص خیال رکھیں۔ کیونکہ آخری دن میں اگر آپ کے نمبر اچھے رہے تو انسپکٹری کے نمبر میں غالباً آسانی ہوگی۔ گورنر صاحب کا ڈی۔ ایس۔ پی والا وعدہ اس کے بعد پورا ہو سکے گا یا بات یہیں ختم ہوتی ہے۔ "عسکر" بنوں سے ہنگو سکول تبدیل ہوا ہے۔ تمام سرحد میں وہ اوّل رہا ہے اور اُسے چیف ڈرل انسپکٹر لگایا گیا ہے۔ وہ خود اس پر خوش نہیں۔ بے چارے کو دیہاتی مرغیاں یاد آتی ہیں۔ فقط والسلام

مجھے یقین ہے کہ اس خط کی اشاعت مسلمانوں کے مولویان سوٗ کی حقیقت کا پول کھول کر رکھ دے گی۔ صاف تبلا دے گی کہ حکومت کے یہ خطرناک اجیر جو ٹکے ٹکے پر بکے ہوئے ہیں کس طرح صرف موت اور حکومت کے روکنے سے رُک سکتے ہیں۔' ان کی خدمات' کون سی 'پارٹی' حاصل اور کیونکر کر سکتی ہے، ان کو ایک دوسرے کی 'خدمات حاصل' کرنے کا کیونکر پتہ ہے۔ یہ "مقدس لفنگے" کیوں کر ایک دوسرے کی خدمات حاصل کرنے کا پتہ دیتے ہیں اور سب کو ہوشیار رکھتے ہیں۔ سوات اور دیر میں ان کا پندرہ روزہ دورہ کس غرض کے لیئے ہوتا ہے، کراچی تک دوڑ ان کی کیوں کر ہوتی ہے۔ مُلّائیت کے

لباس میں یہ بھیڑیے اپنی پرائیویٹ خط وکتابت میں کیونکر انگریزی
کے الفاظ بے دھڑک استعمال کرتے ہیں کیونکہ اُن کی ملی بھگت
ڈپٹیوں، تحصیلداروں، لیفٹیننٹ صاحبان اور پولیس کے
افسروں سے ہے۔ دیہات کی مرغیوں کا ذکر کس رغبت سے کرتے ہیں۔
گورنر کے ڈی۔ ایس۔ پی والے وعدے کی انہیں کیا خبر ہے، پبلک کے
احتجاج کی کہ خاکسار تحریک کی مخالفت چھوڑ دو۔ یہ کیا پرواہ کرتے
ہیں۔

پچھلے کوہاٹ کیمپ کی تقریب پر کوہاٹ کے اس "عیسائی غنڈے"
نے اپنی قماش کے لفنگے جمع کرکے فساد کرنے کی ایک بھپھسی سی
تجویز کی تھی۔ مختلف مولویوں کو خط لکھے جو ادارہ علیہ میں موجود ہیں۔ اس
کیمپ میں ادارہ علیہ کی طرف سے کم از کم دو سو پچاس سپاہیوں کے
حاضر ہونے کا حکم تھا لیکن تین سو نوے سپاہی شامل ہوئے اس
"بدمعاش مُلّا" نے ڈھائی سو کی تعداد کو غیر ممکن سمجھ کر خاکسار سپاہیوں
کو دھمکی دی کہ تم اور تمہاری بہنیں، تمہاری مائیں اور تمہاری بیویاں
مل کر بھی کوہاٹ میں ڈھائی سو کی تعداد پوری نہیں کرسکتے، تم ان
سب کو کیمپ میں لاؤ اور اپنی تعداد پوری کرو۔ مولویوں کی داڑھیوں
سے بہتر یہ نظارہ ہوگا۔ یہ اس "شریف بدمعاش" کے اپنے الفاظ
ہیں۔ جب کیمپ میں خاکسار سپاہیوں کا ایک بے پناہ سمندر نظر
آیا اور تمام ضلع اس کے نظارے کے لیے امڈا ہوا دیکھا تو ان دین
اسلام کے علمبرداروں کے پاجامے بھیگ گئے وہاں کی اطلاع ہے
کہ یہ چند مولوی کیمپ سے دو دو سو گز کے فاصلے پر کھڑے دعائیں
کر رہے تھے کہ "خدایا! اس فتنۂ خاکساری کو دُور کر"۔ لوگ انہیں کو کہتے
سنتے کہ مولوی صاحب ذرا نزدیک چل کر دیکھو اور مزا لو مگر ان کے

بدن میں کاٹو تو لہو نہ تھا!

میرے قتل کا "ریزولیوشن" جو ان بے چاروں نے کیمپ اور مذکورہ بالا دعا کے بعد چھُپ چھُپ کر پاس کیا اور جس کے مخفیہ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ دو گھنٹے کے اندر اندر اِنہی چوروں کی ایک ٹولی نے جو لوٹ میں پورا حصہ مانگتے ہیں اس کو ادارہ علیہ میں پہنچا دیا اور جس کی مفصل اطلاع پھر ہمارے ایک اپنے بنائے ہوئے چور کے ذریعے پہنچی۔ اسی جہنمی ملّا کی ایجاد طبعی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اس خط کی اشاعت کو اس قتل کے ریزولیشن کا انتقام نہ سمجھا جائے یہ خط سات مہینے کے بعد اس لیے شائع کیا گیا کہ اس کی تقریب یہی تھی، اس سے پہلے اس کو شائع کرنے کا موقع نہ تھا جو لایا غیر ملّا مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ تک پہنچیں گے، میں اُن سے خود نپٹ لوں گا لیکن کوہاٹ کے اس جہنمی ملّا کو واضح رہے کہ اِس خط کی اشاعت کے بعد اگر اُس نے کسی کنج عافیت میں بیٹھ کر خاکسار تحریک کے بالمقابل اپنی کامل اور مکمل شکست کا اعتراف نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ ادارہ علیہ کے پاس اس کی بداعمالیوں کا مکمل سیٹ موجود ہے جو اس کو دنیا کے جہنم میں جلد از جلد دھکیل سکتا ہے بلکہ کوئی نہ کوئی من چلا اور دل جلا ایسا نکل آئے گا جو اس کو دنیا اور آخرت کے جہنم میں دھکیل کر رہے گا۔

خاکسار تحریک کی کسی مسلمان سے مخالفت کسی عنوان سے نہیں، ہم بُرے اور بھلے سب کے صحیح معنوں میں خدمت گزار ہیں اور کسی متنفس کو ایذا پہنچانے میں پہل کرنا ہمارے پروگرام میں داخل نہیں لیکن تحریک کے ایک رکن سے پرانی شخصی عداوت کے صلے میں تمام تحریک سے ٹکرانے کی سعی کرنا وہ بے بنیاد عمل ہے کہ اس کو کوئی معقول شخص قبول نہیں کر سکتا اور خاکسار تحریک اس کو سب سے کم قبول کرنے کے لیے تیار ہے۔

عنایت اللہ خان المشرقی

مختصر یہ کہ آج کل
کے مولوی صاحبان نے
"مولانا" (یعنی ہمارا خدا)
اور علمائے کرام کے
بلند ترین القاب اپنے لیے
شائے خود کے طور پر وضع
کر لیے ہیں - جن کی
سند قرآن میں حتماً نہیں
موجود نہیں خود مولوی
کا لفظ قرآن حکیم اور
حدیث شریف کے تمام
لٹریچر میں نظر نہیں
آتا - آج ان مولاناؤں
اور علمائے کرام نے اپنے
لیے قرآنی القاب وضع کر کے
مسلمانوں کے گرد اگرد خداؤں
کے جھگڑے پیدا کر دیئے
ہیں اور ان کو شکست
کے بے پناہ گرداب میں
دیا ہے - علامہ المشرقیؒ

خاکسار سپاہیو! اور مسلمانو! پہاڑی علاقہ اور خوبصورت ماحول کے سرور میں
خدا کے مشکل پسند اور گراں جان سپاہیوں کی کثرت اس امر کی دلیل ہے کہ دینِ
فطرت کا پیغام بالا و پست، دشت و جبل سب جگہ پہنچ رہا ہے، سچائی کسی منظر
کسی زمین اور اس کے باشندوں سے مخصوص نہیں، حقیقت میں ایک بے پناہ
تندی ہے جس کے آگے سہل و سخر، برّ و بحر کچھ شے نہیں، ہاں ان سر سبز اور
شاداب جنگلوں میں تمہارا ہجوم اس امر کا ثبوت ہے کہ دینِ فطرت کی یہ نام
لیوا امت جس کا کوئی اصول، کوئی عمل، کوئی سبب اور کوئی اثر قانون فطرت
کے ماتحت کسی جگہ باقی نہیں رہا خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو ہر دم خوبصورت
اور منظم، بے بدل اور غیر مبدّل دیکھ کر فطرتِ السموات والارض کے قانون کی
طرف پلٹ رہی ہے۔ پھر غور و خوض سے اس اٹل اور قطعی آئین کی طرف متوجہ
ہو رہی ہے جس کی بابت کتابِ مبین میں لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ لکھا ہے جس

کی ہر سطر کا دعویٰ مایُبَدَّلُ القول لَدَیَّ[1] لَا یخلف المیعاد[2] اور لن تجد سنۃ اللہ تبدیلا[3] جس کے ہر قول کو مکمل، ہر حرف کو آخری اور اُن کے قائل تعالیٰ کو انموڑا عادل، کسی کی رعایت نہ کرنے والا، نافرمان کے لیئے جبار و قہار اور فرمانبردار کے لیے رحمان و رحیم اور رب العالمین سمجھ کر لرزاں و ترساں رہتے۔ اس کے حامل دن کے چوبیس گھنٹے لرزتے رہتے تھے۔ وَجِلَتْ قلُوبُھُمْ[4] ان کی کیفیت رہا کرتی تھی، اِن کے بدن کے رونگٹے ان کے جسم کے چمڑوں پر کھڑے رہتے تھے، خوفِ خدا سے ان کے بدنوں میں کپکپیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ پھر تقشعر جُلودھم[5] اور اِنَّما یخشی اللہ کا سماں ان کے ہاتھ پاؤں میں عمل، ان کے اعضا میں لاتناہی حرکت، ان کے تخیل میں غیر مختتم ہیجان، ان کے ارادوں میں غیر منقطع مضبوطی، ان کی نیندوں کو حرام، ان کی آسائش پسندیوں اور نفس نوازیوں کو باطل اور ساقط کر دیتا تھا بستروں اور نرم نرم گدّوں سے الگ ہو کر ان کے پہلو گھوڑوں کی پیٹھوں پر اور تلواروں کے رقص و سرود میں ہلا کرتے تھے، اُن کی خدا سے اُمیدیں اور اُن کا خدا سے خوف اسی قانونِ فطرت کے صحیح فہم و ادراک اور اٹل اور انموڑ خدا کے سخت گیر ہونے کے یقین کے باعث تھا۔ فطرت کی بے مثال سختی عدل کے "قال"، نے ان میں تتجافی جُنوبھُم عن المضاجع (یعنی بستروں سے دور اور آرام گاہوں سے میلوں پرے اُن کے اعضاؤں میں پیہم حرکت)

(ترجمہ ۱) میرے ہاں قول بدلا نہیں کرتا (۲) ترجمہ، خدا وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

(۳) ترجمہ: تو ہرگز خدا کے قانون میں تبدیلی نہ پائے گا (۴) جب مومنوں کو خدا کے احکام پڑھے جاتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں (۵) ان کے بدن کپکپا جاتے ہیں (۶) صرف وہی خدا سے ڈرتے ہیں خدا کو جانتے ہیں۔

کا حال پیدا کر کے یدعون ربہم خوفاً وطمعاً کا نتیجہ خیز عمل پیدا کر دیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ان کا خدا سخت اور نموڑ خدا تھا، اصول کا پکا اور ہٹ کا پورا نڈا تھا، ان کا قرآن ایک نقدا نقد سودا اور نفع سند تجارت تھی۔ ان کا دین ایک تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم[8] ان کے دلوں میں اس خدا کے متعلق ایک ڈر تھا کہ اگر اس کا حکم نہ مانا تو دردناک عذاب کا آنا یقینی ہے۔ نہیں اس خوف اور خشیتِ خدا کے ساتھ ساتھ ایک لازوال اور لم یزل طمع بھی تھی کہ اس کا حکم ماننے سے انعام اور تنخواہ کا ملجانا بھی اسی قدر یقینی ہے۔

بیم اور رجا کی صورت اور عبادت کا قرآنی مفہوم

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! خدا سے یہ خوف اور طمع کی صورت کا پیدا ہو جانا ہی اس پر ایمان اور یقین کی آخری سیڑھی ہے، یہی عبدیت، عبودیت اور عبادت کی جان ہے، یہی اللہ کی بندگی خدا سے بستگی اور احکم الحاکمین کی سچی غلامی ہے! صاف دیکھ لو کہ اس دنیا کے طول و عرض میں کوئی آقا آج تک ایسا نہیں ہوا جس سے کوئی نوکر خوف اور طمع، بیم و رجا نہ رکھتا ہو۔ تنخواہ کی آس اور سزا کی دھڑک نہ رکھتا ہو، چوبیس گھنٹے اُس کا ڈر، اُس کی حاضری میں خدمت اور تعمیلِ حکم کا اضطراب، اُس کی غیر حاضری اور غیبت میں اُس کی رضا کا کھٹکا، اُس کی قربت اور نزدیکی میں تنخواہ اور انعام کی طمع، اُس کی دوری اور بُعد میں ترقی اور بلندی کی آس ہر آن نہ لگائے بیٹھا ہو۔ آج تیرہ سو پچاس برس کے بعد کئی قرنوں سے ہم مسلمانوں کو نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ اُس سے طمع کی آس، نہ بیم رہا ہے نہ رجا، نہ کھٹک

---

(۷) وہ اپنے رب سے سزا کا ڈر اور انعام کی طمع رکھ کر اُس کو پکارتے ہیں۔
(۸) کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے۔

نہ غرض، نہ دل میں دھڑکن، نہ اُمید کی کرن، ایسی حالت میں انصاف سے بتاؤ کہ خدا کی بندگی ہو تو کیونکر ہو اُس سے ہماری بستگی کیوں کر پیدا ہو، ہم کیوں کر خدا سے بندھے رہیں، کیونکر خدا کے بندے کہلائیں۔ کیوں کر عبد اور عابد بنیں۔ دنیاوی غلام کی غلامی کو چوبیں گھنٹے اپنے آقا سے بندھے رکھتی ہے۔ وہ مہینے کے اخیر پر تنخواہ کی اُمید میں مہینہ اُس سے لَو لگائے رکھتا ہے اور یہی لَو اُس سے تمام مہینہ کام کرائے رکھتی ہے۔ اسی تنخواہ کے نہ ملنے کی کھٹک اس کو تیس دن بیدار رکھتی ہے مسلمانو! اگر آج تم میں تنہائی اجنوں والا عمل، دن رات بے چین کر دینے والا عمل، نوکر کی تنخواہ والا عمل انگریزی حکومت کے ہر چھوٹے اور بڑے ملازم والا عمل، سٹیشن کے قلیوں والا عمل، دفتر کے کلرکوں والا عمل، راتوں کی نیند حرام کرنے والا عمل، بڑے بڑے ڈپٹیوں اور ججوں، ڈپٹی کمشنروں اور گورنروں کو ٹھیک دس بجے دفتروں میں پہنچا دینے والا عمل مفقود ہو گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں اللہ کی سرکار کا خوف اور اللہ کی سرکار سے آس نہیں رہی۔ نہ تنخواہ کا پتہ رہا ہے کہ اللہ کی جناب سے کیا ملا کرتی تھی۔ نہ سزا کی خبر رہی ہے کہ خدا کیوں کر دیا کرتا ہے۔

عبادت اور ملازمت ایک شے ہے

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! مختصر یہ ہے کہ اب تمہارا خدا سے تعلق دس روپے تنخواہ والے آقا جتنا بھی نہیں رہا۔ دس روپے تنخواہ والا آقا تمام دن نوکر کو اپنی غلامی میں باندھے رکھتا ہے تمام دن اس کو "بستہ" بندہ اور عبد بنائے رکھتا ہے۔ تمام دن اُس کو اپنے حکم کی تعمیل کے لیے بیدار رکھتا ہے۔ تمام مہینہ اپنی مرضی پر چلاتا ہے اور اپنے حکم کے بالمقابل نوکر کی ہر مرضی اور ہر خواہش کو فنا کر دیتا ہے، اس دس روپے کی آس کا نتیجہ یہ ہے کہ آقا کا گھر سُتھرا ہے برتن سلیقے سے لگے ہیں، روٹی وقت پر پکی ہے، گھر کی ہر چیز، گھر کا کپڑا لتا گھر کا کونہ کونہ درست ہے، نہیں اس تمام عمل کے ساتھ ساتھ دن میں کئی دفعہ

جی ہاں، جی حضور، حاضر جناب، فوجی سلام یا جھک کر سلام۔ لکھنوی آداب عرض یا افغانی سینے پر ہاتھ رکھنا، لندنی پنچ کر سلام یا ہندوانی ہاتھ جوڑنا اور نمستے ہمارا رواج بھی ہے اور مزا یہ ہے کہ یہ سارا دن ہاتھ باندھ کر سلام کسی عمل پر شمار نہیں۔ آقا ان سلاموں کی کوئی اُجرت نہیں دیتا۔ ان کو اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ نوکر کا فرض منصبی سمجھتا ہے کہ سلام کرے، جھکے، خوشامد کرے، یہ سلام صرف فالتو اور علی الحساب سمجھتا ہے، نہ اُس کے نزدیک ان کی کوئی تنخواہ ہے، نہ نوکر سمجھتا ہے کہ مجھے ان کی کچھ اُجرت ملنی چاہیئے، تنخواہ صرف گھر بار کو حسب حکم درست رکھنے اور ہمیشہ درست رکھنے کے عمل پر ہے اور کسی شے پر نہیں۔

نری پنج وقتہ نماز عبادت نہیں

خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! آج کل کا قرآن سے محض بے خبر اور بے علم مولوی تمہیں پچھلے کم و بیش دو سو برس سے بتلا رہا ہے کہ تمہارے خدا کے آگے پانچ وقت کا ہاتھ باندھنا، تمہاری دو چار رکعتیں یا چند منٹ کا رسمی جھک جانا ہی تمہارا عمل ہے، یہی خدا کی غلامی ہے، یہی اللہ کی عبادت اور اللہ کی نوکری ہے، تم صرف دن میں پانچ وقت بغیر سوچے سمجھے۔ بغیر خدا کو خدا اور حاکم یقین کئے، بغیر دل کی سچی اور نوکری کی تنخواہ والی خواہش کے، بغیر صراط الذین انعمت علیہم کی انعامی تڑپ کے، بغیر دل میں غیر المغضوب علیہم کی سزا کے ڈر اور تعذیری خوف کے، الغرض بغیر خوفاً و طمعاً کے علی الحساب خدا کے آگے جھک جایا کرو، اس چند منٹی نوکری کے بعد تم آزاد ہو، سلام پھیرتے ہی جو مرضی ہے کرو، بس اس مزے کی "نوکری" بلکہ پنشن کو عبادت سمجھو اور اس "عبادت" یعنی نماز کے سوا اسلام میں کچھ لکھا ہی نہیں! آسمان سے کچھ اُترا ہی نہیں! رسولِ خدا کچھ لایا ہی نہیں۔ روزِ قیامت کو کسی

شئے کی پرستش ہی نہیں، خدا کو معاذ اللہ اِس قطرۂ پیشاب سے خود بنائے ہوئے انسان کو اپنے سامنے پانچ وقت رسماً جُھکا کر اُس کی اکڑ توڑنے کے سوا اور کسی شئے کی دھن ہی نہیں، اس کا اور کوئی پروگرام ہی نہیں۔ مسلمانو! غور سے سوچو کہ مولوی کا یہ تمام فلسفہ لغو ہے، لچر ہے، اس کی بے علمی اور جہالت کی مضحکہ انگیز داستان ہے۔ اس قرآن سے کامل بے خبری کا مکمل ثبوت ہے۔

قرونِ اولٰے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی خوف والی اور بڑی طمع والی پانچ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے لیکن ان کے ساتھ ساتھ تو نو شہر روزانہ فتح بھی کرتے تھے۔ مولوی صرف ان اپنی سمجھائی ہوئی نمازوں کو عمل سمجھتا ہے اور جب ان نمازوں سے نو قلعے فتح کیا۔ نو شہر ہاتھ سے نکلتے ہیں، نو نو مسجدیں غیروں کے ہاتھ آتی ہیں تو نہایت دیدہ دلیری اور جہالت کے کبر سے اس "عمل" کی جزا روزِ آخرت کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ وہ نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے سمجھتا ہے کہ روزِ قیامت کو تو سب طرف نفسا نفسی ہوگی۔ سب کو اپنی پڑی ہوگی، کون توم مجھ سے پُرانا حساب پوچھنے آئے گی۔ اس وقت تو کم از کم نمازوں کی پنج نفتی نوکری کو عمل اور عبادت کہہ کر باقی تمام قرآن کے احکام کو بے ڈکار ہضم کرو، دینِ اسلام کو اپنی روٹیاں کمانے کے لیے آسان بناؤ اور اِس عمل اور عبادت کا اِس دنیا میں اجر نہ ملنے کی بلا تو سر سے ٹالو۔

خدا کی عبادت کیا ہے؟

الغرض خاکسار سپاہیو اور مسلمانو! آج کل کے جاہل اور بے علم مولوی کا یہ کہنا کہ یہ رسمی اور بے روح نماز بھی بندگی اور عبادت تھی قطعاً اور سرتاپا غلط ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ یہ پانچ وقت چند منٹ خدا کے آگے بے خبری اور بدنیتی سے جُھکنا عمل ہے۔ سرتاپا فریب اور دھوکہ ہے۔ بندگی عبادت

اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اور نوکر اپنے خواجہ اور آقا سے چوبیس گھنٹے بندھا رہے، غلامی یہ ہے کہ ہر وقت غلام رہے، ہر لمحہ بندہ بن کر رہے، حضوری اور غیبت دونوں حالتوں میں آقا کا کھٹکا لگائے رکھے، انعام کی آس رکھے، سزا کا ڈر رکھے، خوف رکھے، طمع رکھے، نقد انقد تنخواہ، ہاں اس دنیا میں تیار اُجرت کا مضبوط یقین رکھے اور یہ اُجرت وقتاً فوقتاً لیتا رہے، اتنے بڑے حاکم کو جس کے قبضے زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں ہیں (لہٗ مقالیدُ السّموات والارض) محض مفت یا ادھار نوکری کراتے والا یا کام کرا کے تنخواہ نہ دینے والا نادھند نہ سمجھے، اس نادھندی سے کوئی ایمان کوئی یقین ہرگز نہیں پیدا ہو سکتا، کوئی نوکر، نوکر نہیں رہ سکتا کوئی نوکر اتنے عمل نہیں کر سکتا۔ مسلمان کے خدا کی عبادت اور عمل یہ ہے کہ مسلمان نوکر اور عبد کے ذریعے سے خدا کا یہ خوبصورت اور بے مثال گھر درست رہے، اس خوب صورت زمین پر اللہ کے بندوں اور نوکروں کا قبضہ رہے، کوئی خدا سے بغاوت کرنے والا (منہ سے نہیں بلکہ عمل سے بغاوت کرنے والا) کوئی خدا کا منکر (منہ سے نہیں بلکہ عملاً حکم سے انکار کرنے والا) کوئی کافر اور مشرک اس خوبصورت گھر میں باقی نہ رہے (حتیٰ لا تکون فتنۃٌ و یکون الدّین کلّہٗ للّٰہ) مسلمانو! یہ صحیح عبادت ہے۔ یہ اللہ کے نوکر کا عمل ہے۔ یہی اَنّ الارضَ یُورثہا عبادیَ الصّٰلحون کے واحد معنی ہیں، یہی اللہ کے انسان کو کرایہ پر دیئے ہوئے گھر یعنی اس زمین کو درست رکھنا، اس کو آراستہ و پیراستہ رکھنا۔ اس میں فتنہ و فساد کی کوئی گنجائش نہ رکھنا اُس کو ہر منکر اور خدا کے نافرمان کی خرابی سے بچائے رکھنا۔ اس کی ہر شے کو

اِنّا جعلنا ما علی الارضِ زینۃً لہا لنبلوکم ایّہم احسنُ عملاً کی آسمانی ہدایت کے مطابق زینت اور آرائش سمجھ کر اُس سے طلب عمل کرنا اللہ کے نوکر کا عمل ہے، اللہ کے نوکر کی عبادت ہے، اللہ سے بستگی ہے، اللہ کی بندگی ہے

احسن عمل، احسن عملاً ہے۔ صالحیت ہے، صالحیت ہے، عبادی الصالحون کا مصداق بنتا ہے۔ قل یا عبادی الذین آمنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون والی وسیع زمین کو درست رکھنے والی دوہری عبادت ہے۔
یہی "عبادت خدا" ہے۔ یہی اللہ کے بندوں کا عمل ہے اور یہی وسیع زمین کے وارث اور قابض بن کر اس کو بہر عنوان آراستہ اور پیراستہ، نافرمانوں سے پاک اور ظلم سے بری، عدل سے معمور، فتنہ و فساد سے الگ، امن سے بھرا رکھنا اللہ کے بندوں اور "عبادی الذین آمنو"، کے عمل کی اُجرت اور تنخواہ بھی ہے۔ اسی خواہش کا اظہار اور اسی انعام کی مانگ دن میں پانچ وقت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے الفاظ میں ہے، یہی مسلمان کی خدا سے طمع ہے، اسی طمع کے باعث خدا کے سامنے پانچ وقت گڑگڑانے کی ہدایت ہے، اسی تنخواہ کی جلد ملنے کی اُمیدیں خدا کے آگے ہاتھ باندھنا، خُدا کے آگے جھکنا، خُدا کے پاؤں پڑنا، خُدا کے آگے گرنا نماز میں ہے۔ اسی نعمت کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کے الفاظ میں ہے، ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ کے الفاظ میں اللہ کے غضب اور غصیتہ کی تشریح ہے، اسی باعث مسلمانوں کے علمائے اجل نے اس وقت جبکہ مسلمان تمام دنیا پر پھیلے ہوئے تھے اور سب طرف زمین کی وراثت اُن کے ہاتھ میں تھی۔ یہودیوں کو ان کی سلطنت کے چلے جانے کی ذلّت اور مسکنت کے باعث ہی مغضوب علیہم قرار دیا تھا، اسی باعث اُس وقت نصرانی گمراہ، گُم کردہ راہ اور ضال (یعنی گمراہ) تھے۔ مسلمانو! غور اور انصاف سے دیکھو کہ مالک مکان کی نوکر یا کرایہ دار سے غرض یہی ہو سکتی ہے کہ اس کا مکان ستھرا رہے۔ آراستہ و پیراستہ رہے، اس پر دشمن کا قبضہ نہ ہو، اس میں فساد نہ ہو۔ اس میں امن رہے، اس میں اس کی منشا کے مطابق اور اس کے حکم ماننے والے بندے

غافل رہیں۔ خدا کو زمین پیدا کرنے کے بعد اور انسان کو زمین کا خلیفہ بنانے کے بعد انصاف سے کہو انسان کو بندہ بنا کر رکھنے اور عابد بنانے کی غرض اور اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔

صحابۂ کرام کی عبادت کیا ہے؟

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اسی "عبادت" اور "عمل" کے الفاظ کو صحیح طور پر سمجھ کر رسولِ خدا صلعم، صحابہ کرام، تابعین اور تابعین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اجمعین نے یک لخت اور بے دھڑک روئے زمین کے بڑے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا، ایک دن کے اندر نو نو شہر اور قلعے فتح کر لئے، اسلام کا ہر مرد، ہر جوان، ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر طاقتور، ہر جوان کسی نہ کسی نوع کا سپاہی بن گیا، تمام زمین خود اللہ کے سپاہیوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالی، قیصر و کسریٰ کے تاج ملیامیٹ کر دیئے، بڑے بڑے فراعنہ اور جبابرہ کو ہتھکڑیاں پہنا کر اللہ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ مسلمانو! تمہارا آج کل کا بے علم، بزدل، جاہل، آرام پسند، خدا کے صریح احکام سے مکر و فریب کرنے والا، خدا کے حکموں میں تاویل کرنے والا، جہاد سے بھاگنے والا، خون کے نظاروں سے کوسوں دُور رہنے والا، نفس پرست، آسان طلب اور خدا سے باغی مولوی آج صرف دسترخوان کا سپاہی اور حلوے کا مجاہد بننا چاہتا ہے جو صرف پنج وقتہ نماز کو اللہ کی نوکری اور عبادت قرار دے کر مسلمان کو اللہ کی صحیح عبادت، اللہ کی راہ میں صحیح عمل، اللہ کی صحیح اُجرت، اللہ کی یقینی تنخواہ سے غافل کرنا چاہتا ہے ورنہ اگر خدا لگتی کہو تو اس پانچ وقت کے دس منٹی اور بد دلی کے سلام کو پوری نوکری سمجھ کر کون سمجھ دار مالک تمہیں تنخواہ دے سکتا ہے جب کہ تم نے عمر بھر آقا کا کوئی کام نہیں کیا اور تمام عمر صرف سلام میں لگے رہے!

موجودہ عبادت کا انعام کیوں نہیں ملتا؟

مسلمانو! یہی وجہ ہے کہ آج تمہیں اس جھوٹے اور رسمی سلام کے بدلے خدا کی جناب سے کچھ نہیں ملتا۔ دن میں پچاس دفعہ ایاک نعبُدُ (یعنی اے خدا ہم تیری ہی نوکری اختیار کریں گے) کے اقرار کے بعد انعمت علیہم کا صراط نہیں ملتا سنو نہیں تنخواہ اس لیے نہیں ملتی کہ تم پانچ وقت سلام اور اقرارِ عبودیت کے بعد خدا کی نوکری نہیں کرتے، خدا کے لیے عمل تم میں اس لیے مفقود ہو گیا ہے کہ تمہاری خدا سے کوئی غرض نہیں رہی، طمع اور خوف کا ماحول نہیں رہا، تمنائے نفع نہیں رہی، احساس زیاں نہیں رہا، وراثت اور سلطنت کا نصب العین نگاہوں سے مفقود ہو گیا ہے، غلامی اور ذلّت پر قناعت ہو چکی ہے۔ مولوی چونکہ خود ذلّت اور مسکنت کے ماحول میں گھرا ہے وہ سب کو گبڑا بنانا چاہتا ہے تاکہ کوئی اس کو گبڑا نہ کہہ سکے، اس کو امامت اور پیشوائی کے معنی یاد نہیں رہے۔ اس کی تنگ اور پست نظروں میں ساٹھ کروڑ انسانوں کی قوم سما نہیں سکتی۔ وہ صرف اپنے محلے کے چند آدمیوں کو قوم سمجھتا ہے اور اُن کو باقی سب سے علیحدہ رکھنے کی فکر میں رہتا ہے، اُس کو مسجد کی چار دیواری سے باہر کا علم نہیں۔ اس کو اپنی تاریخ یاد نہیں رہی، اپنا قرآن یاد نہیں رہا، اپنے صحابہؓ یاد نہیں رہے۔ اپنا حسینؓ یاد نہیں، اپنا عمرؓ یاد نہیں رہا، اپنے صلاح الدینؒ اور اورنگ زیبؒ یاد نہیں رہے، انہیں اپنا مصطفےٰ کمال، اپنا رضا شاہ تنگ نظروں میں نہیں جچتا وہ ان سب کو کافر، گمراہ دینِ اسلام سے برگشتہ اس لیے کہتا ہے کہ اس کی اپنی گردن قرآن کے بے پناہ خنجر سے بچی رہے اور وہ اس ساٹھ کروڑ قوم کے ساٹھ کروڑ حصے بنا کر سب کو اپنے نفس کی خاطر ہضم کر جائے۔ مسلمانو! ایسا پیشوا اب پیشوائی کے لائق اگرچہ اس پیشوا کے پیشرو وہ عظیم الشان انسان تھے جنہوں نے اپنے بے مثال علم و عمل سے اور قانون فطرت کی صحیح ورک سے روئے زمین کے تختے اُلٹ دیئے تھے۔ کیا جناب خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت شیخ

عبدالقادر جیلانیؒ اُس قطع کے انسان تھے جس قطع کا آج کل کا بڑے سے بڑا مولوی اور مُلّا ہے؟

عسکریت تنہا ئے عبادت ہے

سپاہیو اور مسلمانو! یہ مسلمان کا کئی سو برس لے بعد پھر اللہ کے سپاہی بن جانا قانون فطرت کی صحیح روک ہے، پھر واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً پر صحیح عمل کی سعی ہے، پھر اسی نقش قدم پر چلنا ہے۔ جس عبودیت اور عبادت جس صلاحیت اور صالحیت کا صحیح نتیجہ قرآن حکیم میں کامل پانچ تاکیدوں اور تنبیہوں کے بعد وارث زمین بننا لکھا ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ یہی طریقہ زبور میں لکھا تھا، لکھا ہے کہ ہم نے یہی طریقہ قطعی طور پر فیصلہ کر دیا ہے (کتبنا) پہلے صحیفوں میں فیصلہ شدہ ہے، ہم نے اس کو لکھ رکھا ہے تاکہ اس میں کسی ردّ و بدل کی گنجائش باقی نہ رہے، یہ فیصلہ سنت محمدا ہے اور قانونِ خدا میں کسی ردّ و بدل کی گنجائش نہیں۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا من عبادی الصالحون ہ ان فی ھذا لبلغاً لقوم عابدین[1] ہاں اس فیصلے میں جو ہم نے وراثت زمین کے متعلق کر دیا۔ عبادت گذار قوم کے لیے ایک بڑا اہم پیغام ہے۔ دو دفعہ اسی فیصلے میں عبادت اور غلامیٔ خدا کا ذکر ہے۔ پانچ تاکیدوں زبور کے ذکر، کتبنا کے قطعی لفظ کے بعد من بعد الذکر کے الفاظ میں گویا صاف کہہ دیا کہ ہم نے عبرت اور نصیحت کے طور پر اس فیصلے کے خلاف چلنے والوں کے واسطے مثالیں اور تفصیلیں بھی بیان کر دیں اور پھر ان سب باتوں کے بعد عبدیت کا ذکر دو دفعہ اور صالحیت کی تعریف کر کے قطعی طور پر بتلا دیا ہے کہ قوم کی

---

[1] اور بلاشبہ اور بالتحقیق ہم نے کھول کھول کر بیان کر دینے کے بعد قطعی طور پر فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ بیشک اس زمین کے وارث میرے عمدہ عمل کرنے والے نوکر ہیں لاریب اس میں ملازم خدا قوم کے لیے ایک بڑا اہم پیغام ہے۔ گویا اس میں پانچ دفعہ تاکید ہے۔

اجتماعی عمل کا اصل نتیجہ وراثتِ زمین ہے، دنیا کی بادشاہت ہے!

از روئے قرآن علماء کون لوگ ہیں؟

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! میں نے تمہیں اس خطاب میں بار بار اور تکرار سے واضح کیا ہے کہ غلامی اور نوکری سے ہاتھ پاؤں کا عمل اور ہاتھ پاؤں کا عمل صرف خوف یا طمع سے پیدا ہوتا ہے۔ اس خطاب کے شروع میں اشارہ کر دیا تھا کہ خوف صرف اس صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کے قانون کے اٹل ہونے کا یقین ہُوا۔ حاکم (انمول ہو) بے لحاظ ہو، وہ رعایت کسی کی نہ کرے، عادل محض ہو، اُس کے قانون سے بھاگنے کی گنجائش کسی قوم، کسی نفس، کسی فرد کو نہ ہو۔ میں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ خدا کی بنائی ہوئی فطرت کو برائی العین اور ان دنیاوی آنکھوں سے دیکھ کر ہی خدا کے قانون کی سختی کا اندازہ ہو سکتا ہے اس کے اٹل ہونے پر یقین ہو سکتا ہے اور اس سے بدن میں خوف پیدا ہو سکتا ہے۔ جسم کے رونگٹے کھڑے ہو سکتے ہیں، دل لرز سکتے ہیں، خدا کی "یاد" اور احکم الحاکمین کا کھٹکا انہی معنوں میں پیدا ہو سکتا ہے جن معنوں میں ایک تنخواہ وہ آقا چوبیس گھنٹے کا کھٹکا اس دنیا میں تنخواہ شروع ہونے کے وقت سے پیدا ہو جاتا ہے، اسی تنخواہ، سختی قانون اور سخت گیر حاکم کے یقین سے عمل پیدا ہوتا ہے۔

گویا اس تمام منطقی بحث سے ظاہر ہوا کہ عمل اور خوف کا پہلا مرحلہ علم اعمالِ خدا ہے۔ حاکم کی نوکری میں عمل اور کھٹکا اسی وقت پیدا ہو گا جب اُس حاکم کے کاموں اور کارناموں کا ان دنیاوی آنکھوں کے ذریعے سے براہِ راست علم ہو، کتابی اور سماعی علم سے یا زبانوں پر رسمی طور سے اللہ کا نام پکار بیٹھنے سے یہ حیثیت خدا پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی عظیم الشان نکتہ کو کو مدِ نظر رکھ کر اللہ صاحب نے قرآن حکیم میں اپنی ہاتھ سے بنائی ہوئی کائناتِ فطرت کو ان دنیاوی آنکھوں سے اور بچشم خود دیکھنے کی ترغیب دینے کے

بعد اِنَّمَا یَخشَی اللہُ مِن عِبَادِہِ العُلَمٰٓؤُ[1] کے الفاظ کہے ہیں گویا کہا ہے کہ وہی لوگ صحیح معنوں میں علماء، وہی صحیح طور پر علم والے، وہی قانونِ خدا کو صحیح طور پر جاننے والے، وہی سچے بندے (مِن عبادہٖ) وہی سچے غلام، وہی سچے نوکر ہیں جو اس چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر کسی تہہ کو پہنچتے ہیں کہ خدا نے آسمان سے پانی اتارا (اَلَم تَرَ اَنَّ اللہَ اَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً[2]) اس تہہ کو پہنچتے ہیں کہ یہ پانی کس قانون سے آسمان پر چڑھا اور کیونکر اُترا۔ اس تہہ کو پہنچے ہیں کہ پہاڑوں میں کیوں مختلف رنگ کے طبقے ہیں، کوئی کیوں سفید ہے؛ دوسرا کیوں بھجنگ کالا ہے، کوئی سرخ ہے اور کیوں سرخ ہے (وَمِنَ الجِبَالِ جُدَدٌ بِیضٌ وَّ حُمرٌ مُّختَلِفٌ اَلوَانُہَا وَ غَرَابِیبُ سُودٌ[3])۔ الغرض مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اگر تحقیق اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو قرآن حکیم کی رُو سے علماء کی اصطلاح خدا کے صرف ان بندوں کے لیے مخصوص ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس کائناتِ فطرت کو کامل غور و خوض سے دیکھ کر اور اس کے قانون کو اٹل اور لازوال ثابت کر کے خدا کے قانون کی کامل اطاعت (یعنی عبادت) کو اپنا مستقل شعار بنا لیا ہے اور انہی علمائے فطرت کی بابت قرآن حکیم کہتا ہے کہ یہی دراصل وہ لوگ ہیں جو خدا سے سچے طور پر ڈرنے والے ہیں۔

آج کل کا مُلّا اور مولوی ازروئے قرآن عُلماء سے ہرگز نہیں

تعجب ہے کہ خدا کے اس سچے اور حیرت انگیز فیصلے کو آج کل کے مولویوں نے کس حیرت انگیز طریقے سے چھپا کر اپنے آپ کو "علماء" کا لقب از خود دے دیا ہے! تعجب پر تعجب ہے کہ خدا کے قانون کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھنے کے

---

[1] اللہ سے صرف وہی لوگ خوف زدہ ہیں جو اس کی فطرت کا علم رکھتے ہیں۔

[2] اے انسان تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔

[3] اور پہاڑوں میں سفید، سرخ اور بھجنگ کالے طبقے بھی ہیں۔

بغیر اور محض قرآن کے رواں پڑھ لینے سے خشیّتِ خدا کا درجہ کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟ شہر کے ایک تحصیلدار سے ڈرنے والا تو اس کا ڈر اس وقت تک پیدا نہیں کر سکتا جب تک کہ تحصیلدار کے سپاہیوں کو وردی میں کسا ہوا اور ہاتھوں میں ہتھکڑی لیے ہوئے نہیں دیکھ لیتا۔ پھر کائناتِ فطرت کے حاکم تعالےٰ کا خوف صرف قرآن کی رسمی تلاوت سے کیوں کر نزدیک بھی پھٹک سکتا ہے؟ کیونکر سمع و بصر کا بلند درجہ (یعنی علم) عربی حروف کی تلاوت سے حاصل ہو سکتا ہے؟ مختصر یہ ہے کہ آج کل کے مولوی صاحبان نے مولانا (یعنی ہمارا خدا) اور علمائے کرام کے بلند ترین القاب اپنے لیے "تنائے خود" کے طور پر اختیار کر لیے ہیں جن کی سند قرآن حکیم میں حتماً کہیں موجود نہیں، خود مولوی کا لفظ قرآنِ حکیم اور حدیثِ شریف تمام لٹریچر میں کہیں نظر نہیں آتا اور معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولےٰ اس کے بعد کئی سو برس تک مولوی کا وجود ہی دُنیا میں نہ تھا۔ سب مسلمان مساوی طور پر خدا کے عبد، یا بندے تھے سب اس قرآنِ عظیم کو بطور خود اور اس کائناتِ عظیم کو بہ چشم خود دیکھتے تھے سب اس قرآن پر عمل، بہ حیثیتِ مجموعی عمل، بہ ہیئتِ اجتماعی عمل، منظم اور بریک آواز عمل کی بنیا میں پھنسے تھے، سب چار و ناچار اس کو قانونِ خدا سمجھ کر بدنوں میں کپکپیاں محسوس کرتے تھے۔ سب خدا کے بندے تھے اور بندا ایک تھا، کوئی اَرْبَابٌ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ نہ تھے، کوئی احبار اور رھبان کی طرح اپنے پجاری پیدا کرنے والے نہ تھے، آج اِن "مولاناؤں" اور "علمائے کرام" نے اپنے لیے قرآنی القاب وضع کر کے مسلمانوں کے گرداگرد خداؤں کے جمگھٹے پیدا کر دیئے ہیں اور اُن کو شکست کے بے پناہ گرداب میں ڈال دیا ہے۔

مُلّاؤں کے خود ساختہ قرآنی القاب

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! اسی قطع کے القاب جو ان خود پسند مولوی

صاحبان نے کچھ مدت سے اپنے لیے وضع کئے ہیں "اولوالالباب" "اولوالامر" اور "اہل الذکر" اور اولیاء کے قرآنی الفاظ ہیں۔ "اولوالالباب" کی تعریف قرآن میں بعینہٖ علمائے فطرت کی تعریف ہے اور فاطر السموات والارض نے صاف الفاظ میں صحیفۂ فطرت کے برائی العین مطالعہ کرنے والوں کو اولوالاب کہا ہے "اولیاء" از روئے قرآن صرف وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تمنائیں کر رہے ہیں۔ ان کنتم اولیاء للہ فتمنوا الموت جو اپنی بے پناہ مادی قوت کے باعث دنیا کی تمام طاقتوں سے بے خوف خطر ہو چکے ہیں (الا اِن اولیاء اللہ لا خوفٌ علیہم ولا ھُم لا یحزنون) "اُولوالامر" سے قرآن کا انہی مفہوم وہ سیاسی اور اجتماعی حکام جو تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر روئے زمین پر خلیفۃ المسلمین کی جانب سے حکمرانی کرتے تھے۔ مولوی یا پیر صاحبان کے لیے اُولوالامر کا مضحکہ انگیز لقب کسی عنوان ٹھیک نہیں بیٹھتا، نہ اس نکتہ کو پیش نظر رکھ کر کسی طرح ان کی اطاعت از روئے اسلام فرض ہے۔ دینِ اسلام میں صرف اسی مسلمان حاکم کی بے چون و چرا اطاعت فرض عین ہے۔ جس کے ہاتھ میں وراثتِ زمین کی تلوار موجود ہو، اِن مولوی صاحبان کی اطاعت جو تلوار کو ہاتھ میں پکڑنا تک نہیں جانتے بے معنی اور مضحکہ انگیز ہے۔

علماء کی تعریف اِز روئے حدیث

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! مولوی صاحبان کے متعلق ایک آخری نکتہ از روئے حدیث شریف واضح کرنا چاہتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ دینِ اسلام میں علمائے اُمت کی درحقیقت کیا عظمت تھی۔ پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح اور مشہور حدیث علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل[1] ہے

---

[1] میری اُمت کے علماء وہ ہیں جو بنی اسرائیل کے نبیوں کا سا عمل کریں گے۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ میری اُمت کے علماء میری اُمت میں وہ جلیل القدر کام کریں گے جو نبی اسرائیل کے نبیوں نے بنی اسرائیل کے بارے میں کیا تھا علمائے اُمّت کی اِس قطعی اور نا قابل تاویل تعریف کو مدّنظر رکھ کر کیا ہندوستان کی بڑی سے بڑی مولویوں کی مجلس کا بڑے سے بڑا جبّہ پوش مولوی اس تعریف پر پورا اُترنے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا پچھلے سو برس کے مولویوں میں سے ایک واحد مولوی بھی علمائے اُمّت کی جو پہلے ہو گزرے خاکِ پا کی برابری کا ادّعا کر سکتا ہے۔ مسلمانو! میری دانست میں اس وقت اگر مسلمانوں کا کوئی بڑا کامیاب پیر اور اُولوالامر ہے تو غازی مصطفےٰ کمال پاشا کہا جا سکتا ہے۔ کوئی بڑا "مولانا" ہے تو غازی ابن سعود، کوئی بڑے "علمائے کرام" میں سے ہے تو اعلےٰ حضرت رضا شاہ پہلوی۔ کوئی اولوالباب میں سے ہے تو غازی عبدالکریم، کوئی کامیاب فقیر اور سجّادہ نشین تھا تو نادر شاہ غازی، کوئی ہوشمند امام تھا تو امان اللہ خان غازی، کوئی اُولوالامر صحیح معنوں میں تھا تو غازی انور پاشا۔ مجھے اس غلام ہندوستان کی چار دیواری کے اندر ایک عالم، ایک اُولوالامر، ایک پیر، ایک ولی، ایک فقیر، پچھلے دو سو برس سے نظر نہیں آتا۔ مجھے اگر مریدی ہی اختیار کرنی ہے تو میں بے شک "خاک از تودۂ کلاں بردار" کے مصداق ان جلیل القدر عاملان دین اسلام اور حاملانِ دین متین کے قدموں کو چوموں گا، کیوں کہ انہوں نے اسلام کی ڈوبتی کشتی کو جہاں تک ان سے ممکن تھا بچایا اور آج دنیا میں نوا سے محمدؐ کو بلند رکھنے والے یہی لوگ ہیں!

مسلمانو اور خاکسار سپاہیو! تم بھی انہی اخیارِ دین اور برادر قوم کے قدم بقدم چلو اور سپاہیانہ زندگی کو بدرجہ اُتم حاصل کر کے قوم کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچا کر رہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

عنایت اللہ خان المشرقی ۲۸ر اگست ۱۹۱۸